یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے جدّ امجد کی سوانح' تاریخ اور عقائد کی روشنی میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام

بروس فیلر

ترجمہ: یاسر جواد

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ

تاریخ اور عقائد کی روشنی میں یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے جدِ امجد کی سوانح

154 ،45/71
Fareed

مصنف: بروس فیلر

ترجمہ: یاسر جواد

نگارشات پبلشرز

24- مزنگ روڈ، لاہور
فون 7322892 فیکس 7354205

الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ 40- اردو بازار، لاہور
فون 5014066 فیکس 7354205

e-mail:nigarshat@yahoo.com
www.nigarshatpublishers.com

Marfat.com

A translation of
"ABRAHAM"
A Journey to the Heart of Three Faiths.
Written by:
Bruce Feiler
Translated by:
Yasir Javvad
Published by:
Asif Javed.

All rights reserved. No part of this book may be reproduced in any form or by any means, electronic or mechanical, including photocopying, recording or by any information storage retrieval system, without prior permission of the publisher.

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: حضرت ابراہیمؑ
مصنف: بروس فیلر
ترجمہ: یاسر جواد
ناشر: آصف جاوید
برائے: نگارشات پبلشرز، 24۔مزنگ روڈ، لاہور
PH:0092-42-7322892 FAX:7354205
الحمد مارکیٹ' غزنی سٹریٹ 40- اردو بازار، لاہور
PH:0092-42-5014066 FAX:7354205
کمپوزنگ: عبدالستار 0333-4900629
مطبع: حاجی حنیف پرنٹر، لاہور
سال اشاعت: 2009ء
قیمت: -/220 روپے

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ 7

قبۃ الصخرہ

وطن 15

خداوندِ ابراھیم

1-پیدائش 26

2-پکار 41

آلِ ابراھیم

3-اسمٰعیل 59

4-اسحٰق 80

اقوامِ ابراھیم

5-یہودی 106

6-عیسائی 125

7-مسلمان 145

خونِ ابراھیم

8-میراث 169

اُمیدِ ابراھیم

یگانگت 195

Marfat.com

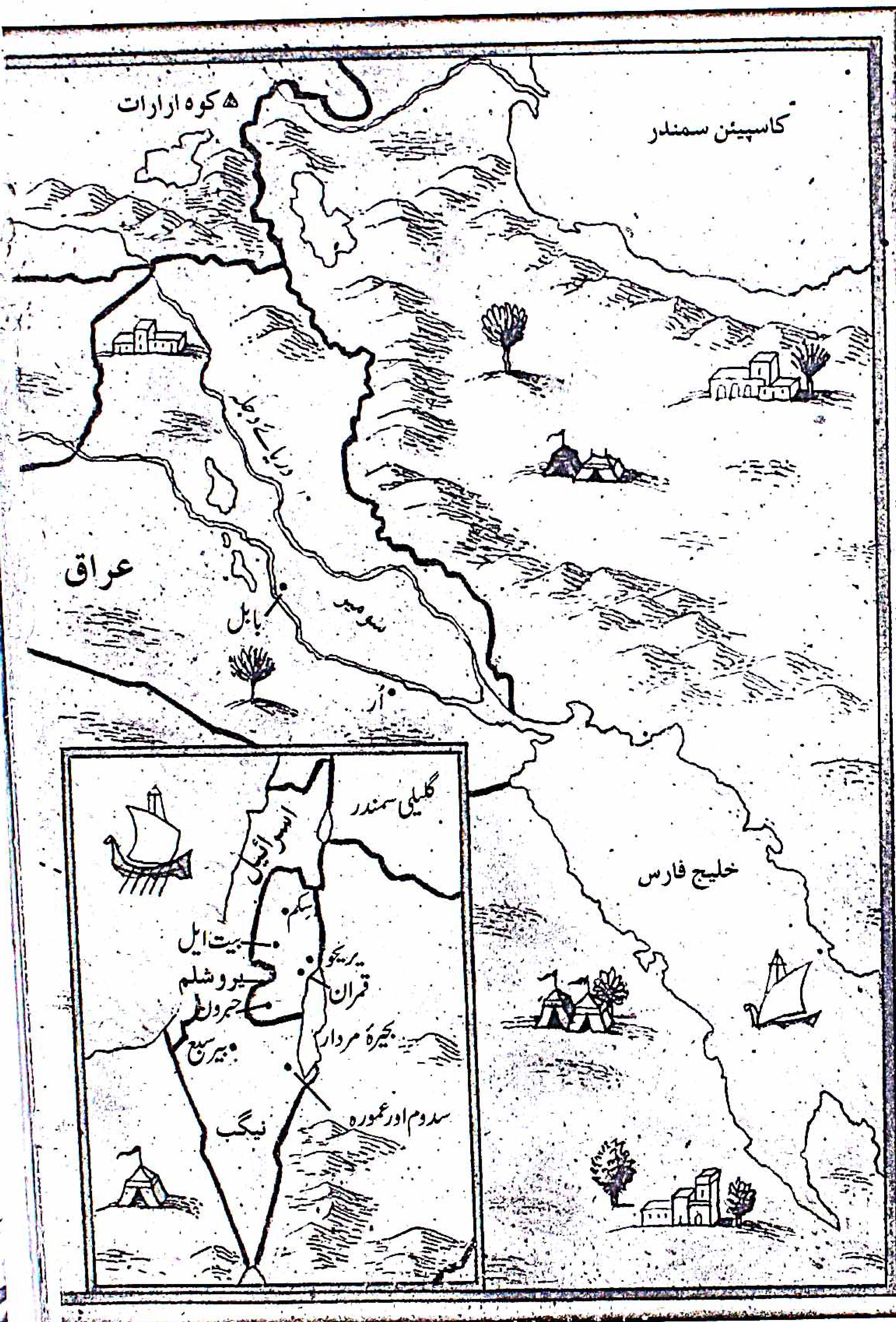
کوہ ارارات
کاسپیئن سمندر
عراق
بابل
اُر
گلیلی سمندر
اسرائیل
سکم
بیت ایل
یریحو
یروشلم
قمران
حبرون
بحیرۂ مردار
بیر سبع
سدوم اور عمورہ
نیگب
خلیج فارس

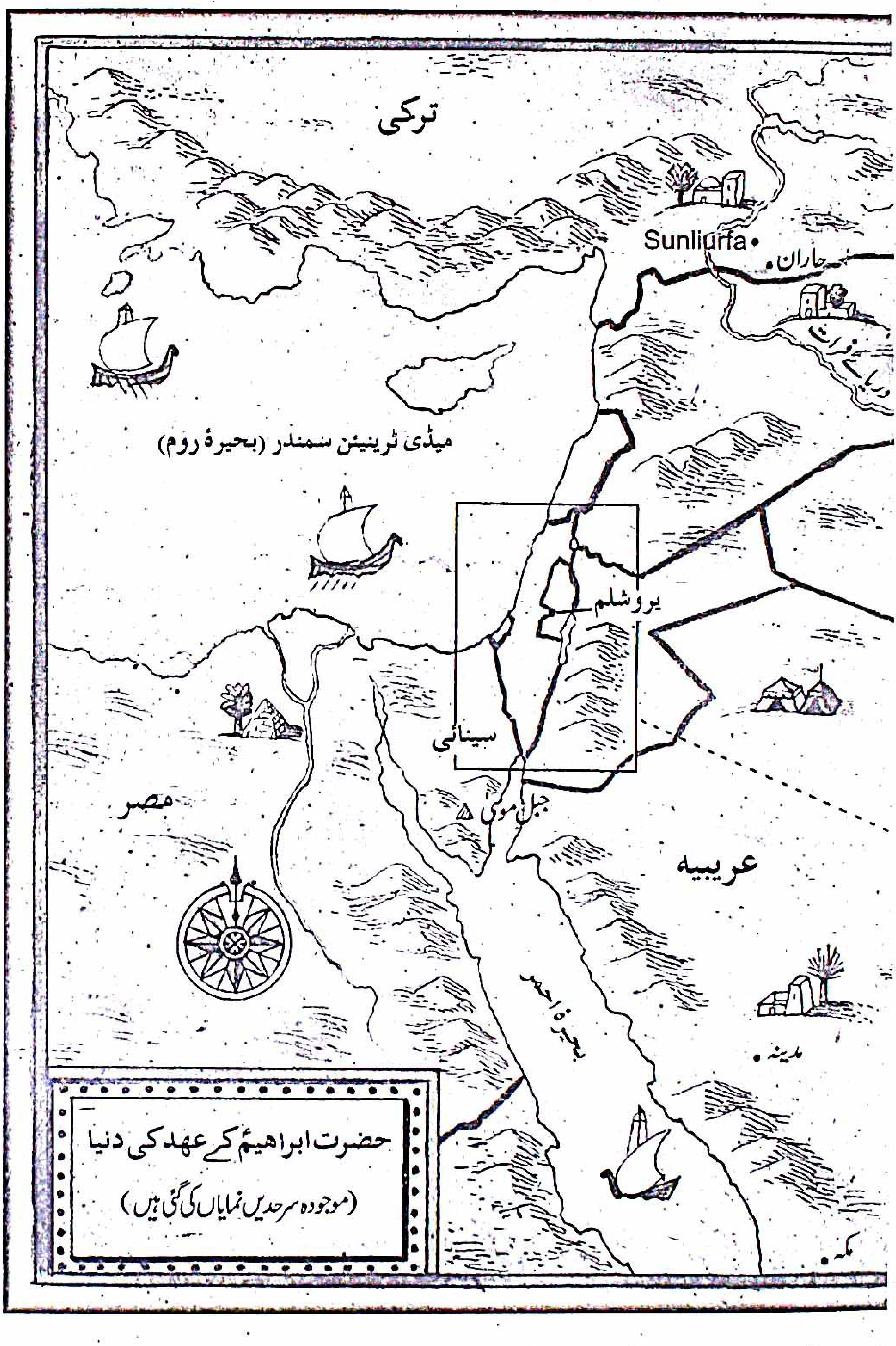

حضرت ابراهیمؑ کے عهد کی دنیا

(موجودہ سرحدیں نمایاں کی گئی ہیں)

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

یہ کتاب حضرت ابراہیمؑ کی اسطوریاتی اور ممکنہ تاریخی شخصیت کو کھوجنے کی ایک تحقیقی، دانشورانہ، صحافیانہ اور سیاحتی کوشش ہے۔ اس شخصیت کے ذریعے دنیا کے تینوں بڑے وحدانیت پرست مذاہب...... یہودیت، عیسائیت اور اسلام...... کے مشترکہ منابع کھوجنے، ان مذاہب میں ابرہام یا ابراہیم کی بدلتی ہوئی شناختوں کا موازنہ و تجزیہ کرنے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی بنیاد پر مذاہب کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کو کتاب کا بنیادی مقصد قرار دیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ ایسی شخصیت ہیں جو تینوں مذاہب میں ایک مثالی اور اساسی حیثیت اختیار کر گئے اور تفاسیر و کہانیوں کے ذریعے انہوں نے مختلف سیاسی حالات میں اپنے ماننے والوں کی خواہشات کے مطابق مختلف روپ دھارے۔ ان کے دو بیٹے حضرت اسحٰق اور حضرت اسمٰعیل بالترتیب دو بڑی قوموں یہودیوں اور عربوں کے جدامجد ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور ان سے متعلقہ کہانیوں اور روایات کے بغیر یہودیت، عیسائیت اور اسلام کا موجودہ روپ تصور میں نہیں لایا جا سکتا۔ مثلاً اسلام میں حج کی بہت سی رسوم (جیسے رمی، سعی، قربانی) حضرت ابراہیمؑ کی ذات سے

Marfat.com

منسلک ہیں۔ وہ خدا کی اطاعت، پاکیزگی، ایمان کی خاطر ترک وطن کرنے کی بدولت آئندہ مذہبی روایت میں اسی نوعیت کے واقعات کی حقیقی یا تمثیلاتی بنیاد بنے۔ انہوں نے باقاعدہ طور پر کسی مذہب کی بنیاد نہ رکھی لیکن تین مذاہب انہیں اپنا نقطۂ آغاز مانتے ہیں۔ حضرت اسحٰق، حضرت اسمٰعیل اور ان کی ماؤں حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کو بھی مذہبی روایت میں بے مثال مقام حاصل ہوا، بلکہ اولادِ ابراہیمؑ کے تناظر میں ابراہیمؑ کے خدوخال تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

اس قدر اساسی حیثیت کا حامل ہونے کے باوجود حضرت ابراہیمؑ کا ذکر مذہبی صحائف سے علاوہ کسی تاریخ ماخذ میں نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ ان کا عہد (2000 تا 1700 قبل مسیح) بھی متعین نہیں۔ بائبل میں جب پہلی مرتبہ ان کا ذکر آیا تو وہ پچھتر برس کے ہو چکے تھے۔ قرآن مجید میں ان کی اطاعت اور وحدانیت پرستی کا ذکر بطور حوالہ آیا۔ لہٰذا مصنف نے جابجا ان کی سوانح کو ایک مربوط کُل میں پیش کرنے میں درپیش مشکلات کا ذکر کیا۔ اس کے خیال میں صحائف کے تاریخی یا حوالہ جاتی کردار کی بجائے وہ 'ابراہیم' یا 'ابرہام' زیادہ اہم اور قابلِ شناخت ہے جسے تینوں مذاہب سے وابستہ لوگ مختلف لحاظ سے اپنائے رہے اور اب بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مصنف نے تینوں مذاہب میں ابراہیمؑ، اسحٰق اور اسمٰعیل سے متعلق کہانیوں پر بحث اور ان کا تجزیہ کرنے کے ذریعے یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی اجتماعی نفسیات دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ادبی، علامتی، افسانوی، تعبیری، تفسیری اور سیاسی سطح پر بھی حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے جنہوں نے تاریخ کے دوران اُن کی اولادوں میں مختلف رجحانات پیدا کیے یا پھر ان رجحانات کا جواز فراہم کیا۔ مصنف کی تحقیقات سے عیاں ہوتا ہے کہ مذاہب کی متعدد روایات کی طرح عوامی اعتقادات نے شخصی روپ دھارا یا پھر ایک شخصیت عوامی اعتقادات کا افسانوی ماخذ بن گئی۔ یہ دونوں چیزیں باہم مربوط ہیں اور ان کی تفہیم کے ذریعے ہی حضرت ابراہیمؑ یا کسی بھی قدیم پیغمبر کے کرداری عناصر کو سمجھا جاسکتا ہے۔ دراصل ہماری امنگیں، خواہشات، سیاسی حالات اور نفسیاتی رجحانات مخصوص شخصیات کو پسندیدہ یا ناپسندیدہ بناتے ہیں، اور اگر وہ ناگزیر ہوں تو انہیں تفسیر و تعبیر کے ذریعے یکسر نیا روپ دینے کے بعد قبول کرلیا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم گویا ان تمام چیزوں سے عبارت ہیں، اور ان کو سمجھے بغیر ان کو شناخت نہیں کیا جاسکتا۔

Marfat.com

بروس فیلر نے حددرجہ غیر جانب داری دکھاتے ہوئے ہر وحدانیت پرست مذہب کے اندر پیدا ہونے والے ''خدا کے واحد منتخب لوگ'' ہونے کے تصور کا بھی تنقیدی جائزہ لیا جو انہیں اپنی مشترکہ اساس کی شناخت سے روکتا ہے۔ ''اعلیٰ ترین لوگ'' ہونے کا خیال ہی شاید مذاہب کے اندر بھی فرقہ درفرقہ تقسیم کا باعث بنا، یعنی جس طرح ہر مذہب نے خود کو دیگر کے مقابلے میں مطلق اور صادق ترین بتایا، اسی طرح مذہب کے اندر مختلف درجات اور مراتب کے حامل لوگ اور ان سے منسلک افراد بھی فضیلتوں کے دعوے کرنے لگے اور ایک کے بعد دوسرا فرقہ بنتا گیا۔

مذاہب کے درمیان عقائد یا سیاست کی سطح پر افہام وتفہیم کا پرچار کرتے وقت (چاہے حضرت ابراہیمؑ جیسی اساسی شخصیت کے تناظر میں ہی سہی) چند باتوں سے اغماض نہیں برتا جا سکتا۔ اول: ہر مذہب کے اندر فرقہ پرستی اور مختلف مذہبی سلسلوں سے بالاتر ہو کر ایک بنیاد پر متفق ہونا عملاً اور نظریاتی طور پر بھی غیر ممکن نظر آتا ہے۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹس، مہایان اور ہین یان بودھی، قبالہ پسند اور شریعت پسند، شیعہ اور سنی وغیرہ اگر چھوٹی سطح پر اپنی فرقہ ورانہ شناخت اور وابستگی سے ماورا نہیں ہو سکتے تو بڑے پیمانے پر ان کے دیگر مذاہب کے ساتھ مل جل کر رہنے اور مفاہمت و برداشت کی زندگی گزارنے کے امکان کی بات کرنا کیسے ممکن ہے؟ دوم: اگر ہم مذہبی ہم آہنگی کے مشترکہ سوتے تلاش کرنے کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی تصوراتی یا تاریخی شخصیت کو بنیاد بنانے کی بات کرتے ہیں تو کیا چار ہزار سال کی بجائے اس سے بھی پہلے کی کسی تاریخی یا اسطوریاتی شخصیت (مثلاً مبدائے انسانیت حضرت آدمؑ) کو حوالہ بنا کر اور بھی زیادہ وسیع بنیاد پر بات نہیں کی جا سکتی؟ سوم: اتحاد اور خدا کی نظر میں مساوی اولاد ہونے کی خواہش ظاہر کرتے وقت اپنی علاقائی، مذہبی، فرقہ ورانہ، روحانی اور حتیٰ کہ نسلی شناخت کو بھی کیسے یکسر نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ اور آخری بات: سیاسی عوامل سے بالاتر ہو کر مذہبی اتحاد اور صلحِ کل کی بات کرنا محض ایک یوٹوپیا ہوگی۔

اپنے علاقے، دھرتی، نسل، قوم، مذہبی روایت، اپنے مذہبی پیشواؤں کو مطلق، ابدی اور لازوال ماننے اور خود کو ''خدا کے منتخب بندے'' سمجھنے کی صدیوں پرانی سوچ کے مقابلے میں استدلالی اور تجزیاتی غور وفکر کی جانب بڑھنے کا عمل شروع کرنا ضروری ہے۔ یہ عمل یقیناً ہماری زندگیوں بلکہ کئی پشتوں کی زندگیوں سے بڑا ہے، اور ابھی اس کا آغاز بھی نہیں ہوا۔ کانفرنسیں،

Marfat.com

سیمینار، اجلاس وغیرہ صدیوں پرانی اور ہمارے اندر شکار کے عہد سے چلی آرہی ''اپنے'' اور ''غیر'' کا فرق کرنے کی جبلتوں کا ازالہ نہیں کر سکتے۔ نیز ان سب باتوں کا تعلق غیر منطقی استدلال فکر یعنی شاؤنزم اور بیسویں صدی کی ایجاد کردہ صنعتی قوم پرستی اور زیادہ پرانی جاگیردارانہ وطن پرستی سے بھی جڑا ہوا ہے جو ہمارے اندر گہری نفسیاتی اور حتیٰ کہ حیاتیاتی جڑیں رکھتی ہیں۔ لہٰذا، مذاہب یا حتیٰ کہ فرقوں کے درمیان بھی مفاہمت پیدا کرنا ایک طویل نفسیاتی و مذہبی تربیت کے عمل کا نتیجہ ہو سکتا ہے نہ اس کا محرک۔ آپ دوسرے کو تبھی قبول کر سکتے ہیں جب خود کو اور اپنے سے متعلق سب روایات کو مطلق اور ابدی سمجھنے کے خیال سے دست برداری پر تیار ہوں۔

اس کے علاوہ مذاہب کوئی ٹھوس اور متعین نظریہ نہیں کیونکہ وہ ہر علاقے اور ہر خطے اور ہر ملک میں اپنی سیاسی اور روحانی روایت کے مطابق کہیں زیادہ تنوع اور رنگارنگی لیے ہوئے ہیں۔ مذہبی عقائد ایک بہت بڑی ناخواندہ یا نیم خواندہ اکثریت کی شناخت کا منبع بھی بن چکے ہیں۔ مصنف کی طرح ہم سب بھی اس ٹوٹتی بنتی شناخت کی الجھن کا شکار ہیں: ہم مسلمان پاکستانی ہیں یا پاکستانی مسلمان۔ یہ الجھن اس قدر شدید ہے کہ ہم بیک وقت دونوں پر اصرار کرتے ہیں اور ان کے باہمی تضاد کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہندوستان کے ساتھ تعلق میں ہم مسلمان پاکستانی ہیں اور سعودی عریبیہ کے ساتھ تعلق میں پاکستانی مسلمان۔ اور یہ مسلمان حضرت ابراہیمؑ کو بھی مثالی نمونہ مانتے ہیں، حالانکہ ان کا اپنا کوئی باقاعدہ مذہب تھا اور نہ وطن۔ انہوں نے بت پرستی کو مسترد کیا اور خدا کے حکم پر صحرا گردی کی زندگی قبول کی...... ایک غیر متعین ارض موعودہ کی طرف سفر جو آج تک انسانیت کی تصوراتی منزل بنی ہوئی۔ کیا بوسیدہ ہو چکی شناختوں کو مسترد کرنے اور ایک نئے کھلے پن کی جانب بڑھنے میں حضرت ابراہیمؑ کی زندگی ہمارے لیے زیادہ اہم بن سکتی ہے؟

☆......☆......☆

بروس فیلر نیویارک ٹائمز سے وابستہ صحافی اور سات مقبول کتب کا ایوارڈ یافتہ مصنف ہے:
اس کی دیگر کتب درج ذیل ہیں: ''Walking The Bible''، ''Dreaming Out Loud''،

Marfat.com

"Where God Was Born: A Journey by Land to the Roots of Religion"، "Under the Big Top"، "Looking for Class"، "Learning to Bow"۔ اس نے ساٹھ سے زائد ممالک میں سفر کیے اور مختلف ثقافتوں کا براہ راست تجربہ حاصل کیا۔ وہ سوانا ہ، جارجیا سے تعلق رکھتا ہے اور "Gourmet" اور "Parade" جیسے مقبول جرائد میں اس کی تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ پی بی ایس ٹی وی چینل اور نیشنل پبلک ریڈیو پر بھی اس کے پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ اسے میوزک جرنلزم میں ASCAP Deems Taylor ایوارڈ برائے اعلیٰ کارکردگی ملا۔ اس کے علاوہ کھانے اور ریستورانوں کے متعلق لکھنے کی وجہ سے اسے تین James Beard ایوارڈ بھی دیے گئے۔ اپنی تازہ ترین کتاب "Where God Was Born" میں وہ اسرائیل، ایران اور عراق میں سفر کرتے ہوئے معاصر مذہبی جنگ کے ماخذ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس نے ای میل کے ذریعے اس کتاب کا اردو ترجمہ ہونے پر مسرت کا اظہار کیا۔

☆......☆......☆

بروس فیلر کا انداز کہیں بیانیہ، کہیں دانشورانہ اور کہیں مکالمانہ ہے۔ اس نے واضح مگر پیچیدہ انداز میں اپنا تحقیقی سفرنامہ لکھا۔ ترجمہ میں اصل متن کی خوب صورتی اور گہرائی کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ ناموں کا تلفظ یہوددی-مسیحی اور مسلم روایت میں مختلف ہے، مثلاً

یہوددی-مسیحی	مسلم
ابرام اور ابرہام	ابراہیم
اشماعیل	اسمٰعیل یا اسماعیل
اضحاق	اسحٰق یا اسحاق
سارَی	سارہ

نیز انگلش میں حضرت اور علیہ السلام کا سابقہ و لاحقہ بھی نہیں لگایا جاتا۔ آسان ترین حل تو یہ تھا کہ اردو مقامی روایت میں مروج ناموں اور تلفظ کو ہی اختیار کر لیا جاتا۔ لیکن ہمارا مقصد ابرہام یا ابرام یا ابراہیم کو مختلف مذاہب کی روایت کے اندر رکھ کر دیکھنا ہے، نہ کہ صرف اپنی مرضی کا رنگ

Marfat.com

روپ دینا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے حصے میں ابرہام، اضحاق اور سارَی کے متعلق اسی طرح بات کی گئی جیسے ان کے مذہبی وسیکولر دانشور کرتے ہیں؛ جبکہ جہاں مسلم روایت کا ذکر آیا وہاں اردو کی مروج روایت کو ترجیح دی گئی۔ (یاد رہے کہ اردو کے برعکس عربی روایت میں بھی پیغمبروں کے ناموں کے ساتھ حضرت اور علیہ السلام کا اضافہ نہیں کیا جاتا۔) آخر میں چند مشکل اصطلاحات کی فہرست اور ان کی وضاحت دی گئی ہے۔

یاسر جواد ...... 2007ء (لاہور)۔

قبة الصخره

Marfat.com

Marfat.com

وطن

انہوں نے سورج نکلتے ہی چلنا شروع کیا۔ وہ گلیوں میں سے ہو کر گئے، پہاڑیوں پہ چڑھے اور غریبوں کے پھیلے ہوئے ہاتھوں میں چند سکے پھینکے۔ وہ اپنے مکان، زندگیاں، پڑوسی سب چھوڑ آئے ہیں اور دو دو یا تین تین ٹولیوں کی صورت میں ہیں۔ ان کے سر ڈھانپے ہوئے ہیں، ان کی آنکھیں نیچے دیکھ رہی ہیں۔ وہ اکیلے ہیں۔ اچانک وہ ایک روشن مقام پر پہنچتے ہیں، ایک جانا پہچانا مقام۔ وہ اپنے گھر میں ہیں۔ یروشلم میں کوئی بھی تنہا نہیں: حتیٰ کہ پتھر بھی آپ کے باپ کو جانتے ہیں۔

ایک مرتبہ اندر داخل ہو جائیں تو ٹولے تقسیم ہونے لگتے ہیں۔ عیسائی شمال کی جانب مڑتے ہیں۔ آج کرسمس سے پہلے کا جمعہ ہے اور اس دوپہر کو راہب صلیبیں اٹھا کر ایک غمگین جلوس کی صورت میں Via Dolorosa تک جائیں گے۔ یہودی جنوب کا رخ کرتے ہیں۔ آج حنوکہ (Hanukkah) کا آخری جمعہ ہے اور غروب آفتاب کے وقت ربی مغربی دیوار پر چھ شمعیں جلانے کی پُرمسرت رسم انجام دیں گے۔ آج رمضان کا آخری جمعہ (جمعة الوداع) بھی ہے اور دوپہر کے

Marfat.com

وقت مذہبی راہنما دولاکھ اہل ایمان کی جماعت کروائیں گے۔

آج کا دن کمیاب نہیں۔ یروشلم ایمان کی کسوٹی ہے، اور زمانے کی ابتدا سے ہی اسے یہ حیثیت حاصل رہی ہے۔ وحدانیت کی داستانیں ایک چیز کے بارے میں دوٹوک ہیں: ابتدائے آفرینش سے قبل پانی موجود تھا اور ایک تاریکی نے گہرائی کو ڈھانپ رکھا تھا۔ پانی میں سے زمین کا ایک ٹکڑا ابھرا۔ وہ زمین قبۃ الصخرہ (''Rock'') ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔ حضرت آدمؑ یہاں دفن ہوئے۔ سلیمانؑ نے یہاں محل تعمیر کروایا۔ مسیح نے یہاں عبادت کی۔ حضرت محمدؐ یہیں سے آسمان پر گئے۔

اور حضرت ابرہام/ ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو قربان کرنے یہاں آئے۔ آج یہ چٹان (راک) توحید کا مقناطیس ہے، لائم سٹون کا لکیر زدہ اور وقت دیدہ خول جسے آج معدودے چند زندہ لوگ دیکھتے، ان سے بھی کم لوگ چھوتے ہیں۔ ایک سنہری گنبد کے نیچے چھپا ہوا پتھر ہر وقت اردگرد موجود ہالۂ نور سے منور لگتا ہے۔ داستان کے مطابق خدا نے نور کی پہلی شعاع اسی پتھر سے نکالی تھی۔ شعاع نے تاریکی کو چیرا اور عالی شان سرزمین کو بھر دیا۔ یروشلم میں نور اس بیان کے عین مطابق نظر آتا ہے۔ موسم سرما کی بارشوں سے دھلی ہوئی، جیسا کہ اس صبح بھی ہے، ہوا شمع کی روشنی جیسا رنگ رکھتی ہے: گلابی، زعفرانی، سرخ؛ فیروزہ، یاقوت اور کانسی۔ یہ امر افسوس ناک ہے کہ روشنی میں یہ تمام رنگ موجود ہونے کے باوجود عبادت گزار زیادہ تر سفید اور کالے کپڑے ہی پہنتے ہیں، کہ جیسے ابھی انہوں نے سرچشمۂ ازل سے فیض یاب ہونا ہو۔

ان کے یہاں آنے کی اولین وجہ یہی ہے۔ پتھر کو دنیا کی ناف خیال کیا جاتا ہے، اور عموماً لگتا ہے کہ دنیا اس رخنے میں سے کہنیوں کے بل رینگ کر دوبارہ خدا کی کوکھ میں داخل ہونا چاہتی ہے۔ میرے ماہر آثار قدیمہ دوست اور ہمسفر انور گورین (Anver Goren) نے گلیوں میں تیز تیز چلتے اور شہر پر نظر ڈالنے کے لیے چٹان پر چڑھتے ہوئے کہا، ''یروشلم میں رہنے کا مطلب خود کو اور اپنی ہستی کو زیادہ جاندار محسوس کرنا ہے۔ یہ ایک اعزاز کے ساتھ ساتھ ایک بوجھ بھی ہے۔''

یہاں کھڑے ہوں، اور آپ ابدیت دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں کھڑے ہوں اور آپ سرچشمے کو چھو سکتے ہیں۔

Marfat.com

یہاں کھڑے ہوں، آپ گوشت کے جلنے کی بو سونگھ سکتے ہیں۔

صبح کے وقت ایک دھماکے کی آواز نے ہوا میں سے زندگی نچوڑ لی۔ میں نے انور سے پوچھا، ''بم؟ سونِک بم؟'' ''یہ ہوائی جہاز نہیں ہے،'' اس نے جواب دیا۔ گولیاں چلنے کی آواز آنے لگتی ہے، سائرن دہائی دیتا ہے۔ قدم ناپ کر چلتے ہوئے عبادت گزار بوکھلایا ہوا ہجوم بن جاتے ہیں۔ ہر ایک چیز باعث اشتعال ہے: عبادتی شال (tallit)، کفایہ، چھوٹی سی ٹوپی (کِپاہ)، صلیب۔ ہر پتھر ایک سنسناتا ہوا خطرہ ہے۔ مشین گن بردار اہل کار گشت کر رہے ہیں، کانوں میں واکی ٹاکی کے ریسیور لگائے، سگریٹ پھونکتے ہوئے۔ انور رک کر ایک عرب دکاندار سے گلے ملتا ہے۔ عبدل نے بتایا: ''آج ہم پریشان ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ اسرائیلی پولیس کچھ لڑکوں کو مشتعل کر دے گی اور لڑائی شروع ہو جائے گی۔ ہمیشہ رمضان میں حالات بہت خراب ہوتے ہیں۔

ہم ایک ہائی سکول کی بالائی منزل پر بالکونی میں کھڑے ہو کر دن کو چڑھتے ہوئے دیکھنے لگے۔ کالے کپڑوں میں ملبوس ایک نوجوان ہاسدی لڑکا جو شوا مسلمانوں کا جلوس دیکھنے اوپر آیا تھا۔ اس نے کہا، ''مجھے خوشی ہے کہ وہ مذہبی ہیں۔ وہ بھی ہمارے والے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن ان کی عبادت میری زندگی کو خطرے میں ڈال دیتی ہے...... پتھر اور چاقو، پولیس اہل کاروں کا قتل، خون اور نفرت کا کھیل۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ میں گلی میں جا رہا تھا اور دھماکے کی آواز سنی۔ میں پلٹ کر بھاگا تو ایک اور دھماکا ہوا۔ میں دوسری سمت میں بھاگنے لگا۔ تب کار بم پھٹا۔ میرا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ یوں لگا جیسے ابھی قے آ جائے گی۔ یہ پہلا موقعہ تھا جب میں نے سوچا کہ مجھے واقعی کچھ ہو جائے گا۔''

داستانوں کے مطابق دانش اور دکھ زندگی کے دو ستون ہیں۔ خدا نے یہ خاصیتیں دو ستونوں میں انڈھیلیں اور پھر بالائی سروں کو ایسے ملا دیا کہ دکھ کی اتھاہ کھائی علم کے جسم کو چھونے لگی۔ جس جگہ پر وہ دونوں آپس میں ملیں وہ کائنات کا مرکز ہے۔ وہ مرکزی نقطہ راک (قبۃ الصخرہ) ہے۔ یہیں پر بادشاہ داؤد نے امن کا ایک محل تعمیر کروایا۔ لیکن داؤد سے ایک غلطی ہو گئی۔ اس نے پتھر کو اپنی جگہ سے کھسکا دیا جس کے باعث ''پاتال کے پانی'' باہر نکل آئے۔ پتھر نے اعلان کیا: ''تم مجھے ہلا نہیں سکتے۔ میں پاتال کا منہ بند کرنے کے لیے یہاں رکھا گیا ہوں۔''

Marfat.com

''کب سے؟'' داؤد نے پوچھا۔

''جب سے خدا نے اعلان کیا: 'میں تیرا خداوند خدا ہوں۔''

داؤد نے خدا کا نام پتھر پر کندہ کیا اور اسے واپس اپنی جگہ پر کھسکا دیا۔ سیلاب اتر گیا۔ بس اس پتھر کو ہٹا دیں تو موت باہر ابل پڑے گی۔

صبح کافی دیر سے ایک سراسیمگی طاری ہے۔ انور اور میں حرم الشریف کے 35 ایکڑ پر محیط فلیگ سٹون پلازہ کے اوپر سے دیکھ رہے ہیں۔ جنوب کونے میں الاقصیٰ مسجد ہے، مسلمانوں کی تیسری مقدس ترین مسجد۔ شمال کی طرف عالی شان، ہشت پہلو قبۃ الصخرہ (ڈوم آف دی راک ہے) جس کے اوپر بنا 24 قیراط کا گنبد یروشلم کے مذہب دوست افق پر چھایا ہوا ہے۔ کافی اوپر کوہ زیتون اور گرجا گھروں کا ایک جھرمٹ یسوع مسیح کے آخری قدموں کی یاد ہیں۔ نیچے دوسرے معبد کے احاطے کی سنگین باقیات ہیں جنہیں مغربی دیوار کے طور پر تعظیم دی جاتی ہے۔ یروشلم کو بیان کرنے والی روحانی حقیقت یہ ہے: کوئی بھی منظر، کیمرے کا کوئی بھی زاویہ، ان مقدس مقامات کی کوئی بھی تصویر دوسروں کا کوئی نہ کوئی مقدس مقام ضرور دکھائے گی۔

لیکن یہ چیز بھی لوگوں کو ایک دوسرے کے مقدس مقامات کی بے حرمتی سے نہیں روک پاتی۔ کسی بھی روز آپ شکستہ دل عبادت گزاروں کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بیٹھ کر چاکلیٹ کھاتا ہوا کٹر یہودی لڑکا جوشوا ایک تخیل کا ارتکاب کرتا ہے۔ ''ہمارا ایمان ہے کہ مسیح آئے گا اور تیسرا معبد بنائے گا اور تمام یہودی وہاں آئیں گے۔ میں پہاڑ اور ان تمام مسلمانوں کی طرف دیکھتے ہوئے وہی منظر تصور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

اس قسم کے خواب صرف ہمارا ہی طرۂ امتیاز نہیں۔ جینز اور چمڑے کی جیکٹوں میں ملبوس چار سپاہیوں نے ہمیں ریلنگ سے پیچھے دھکیل کر میز رکھی تاکہ دوربینوں کی مدد سے منظر کا جائزہ لے سکیں۔ چھتوں اور ٹیلی ویژن اینٹینا ز کے پار نگاہ ڈالنے پر ان جیسے اور بھی بے شمار اہل کار دکھائی دیتے ہیں۔ ہر مقدس دن کا مقدس جنگ کا دن بن جانا عین ممکن ہے۔

لیکن عبادت کا تال میل غالب ہے۔ دوپہر قریب آنے پر لاکھوں افراد الحرم الشریف سے

باہر آتے اور صنوبر و کھجور کے درختوں تلے صفیں باندھتے ہیں۔ مؤذن پکارتا ہے اور اس کے ایسا کرتے ہی کتسمنی گرجا گھر کے گھنٹے بجنے لگتے اور کرسمس کے جشن کا اعلان کرتے ہیں۔ لگتا ہے کہ کسی نے بھی اس تضاد پر توجہ نہیں دی، اور شاید یہ تضاد ہے بھی نہیں: آخر شور ہی آہنگ کو کنٹرول کرتا ہے۔ الاقصیٰ کا امام اپنا خطبہ شروع کرتا ہے اور سکیورٹی کا سربراہ اشتعال انگیز جملوں کا ترجمہ کرتا جاتا ہے۔ آج یوم یروشلم ہے، جب دنیا بھر کی مساجد اس نفاق زدہ شہر القدس کے ساتھ وابستگی کا اعادہ کرتی ہیں۔

آخر کار اصل لمحہ آن پہنچتا ہے۔ خطبہ مکمل ہوا ہے، عبادت گزاروں کا جلوس قطاریں بنا کر کھڑا ہو گیا ہے۔ امام قرآن کی ابتدائی آیات پڑتا ہے، اور وہ جھکتے، کھڑے ہوتے، سجدے میں جاتے، اپنی پیشانیوں سے دھرتی کو چھوتے، دوبارہ چھوتے اور پھر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اوپر اور نیچے ہونے کا تاثر پر جلال ہے، جیسے دودھ کے سمندر میں لہریں اٹھ رہی ہوں۔ کچھ توقف کے بعد یہی مراحل دوبارہ دہرائے جاتے ہیں: رکوع، قیام، سجود.... اور پھر پاکیزہ ترین الفاظ: لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ (اللہ کے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے نبی ہیں)۔ بعد میں امام درود بھیجتا ہے: اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کماصلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم (اے اللہ تو محمدؐ اور آپؐ کی آل پر رحمتیں نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر [رحمتیں] نازل فرمائیں۔)

تب شہر اپنی سانس روک لیتا ہے۔

..

مَیں حالیہ برسوں کے دوران اکثر یروشلم گیا ہوں۔ میرے دورے جزوِ بائبل میں بیان کردہ علاقے میں گھومنے پھرنے کے ذریعے اپنی شناخت کے ماخذوں کو سمجھنے کی کوشش کا ایک وسیع تر تجربہ تھے۔ میں نے زیادہ تر سفر ایک کمیاب اور مختصر زمانۂ امن میں کیے جب ایک سے دوسری جگہ آنا جانا نسبتاً آسان تھا۔ اب امن کا وہ بلبلہ پھوٹ گیا تھا اور آنول کے ذریعے باہم متحد نظر آنے والی دنیا اچانک اُسی پرانے مرکز کے گرد بھٹک رہی تھی: مشرق اور مغرب؛ عرب اور اسرائیلی؛ یہودی، عیسائی اور مسلمان۔ اختتامِ وقت (apocalypse)، تہذیبوں کا تصادم، صلیبی جنگ، جہاد

Marfat.com

جیسے الفاظ شہ سرخیوں میں ظاہر ہونے لگے۔ عرب دکان دار عبدل نے کہا تھا: ''ہم ایک عالمی جنگ سے دوچار ہیں۔ ایک مذہبی جنگ سے، اور اس کا منبع میرے سامنے والے دروازے سے باہر نہیں۔''

خطے میں اپنے تجربے نے مجھے قائل کیا کہ حال سے نکل کر ماضی میں جانا اور اس کی تاریخی جڑیں تلاش کرنے کے ذریعے معاصر صورت حال کو سمجھنا ممکن...... بلکہ شاید لازمی ہے۔ بالخصوص ایمان کے معاملات میں جدید ترین اقدام بھی مخلوط عقیدے، خون اور تفہیم کی کئی صدیاں لیے ہوئے ہے۔

اور چار ہزار سال سے جاری اس آتشزدگی میں ایک نام کی بازگشت ہر گفتگو میں سنائی دیتی ہے۔ بعد کی ہر ایک کوشش کی ابتداً ایک ہی شخصیت سے ہوئی۔ ماضی کی سانس اور شاید مستقبل کی جہات بھی ایک ہی شخص کی داستان حیات میں مضمر ہیں۔

ابراہیم/ ابرہام یا ابرام۔

عبرانی بائبل کا عظیم جدامجد عہد نامۂ جدید کا جدامجد اور قرآن مجید کا عظیم مقدس پیغمبر بھی ہے۔ ابراہیم یہودیت، عیسائیت اور اسلام کا مشترکہ جدامجد ہے۔ وہ عرب اسرائیل تنازع کا دھرا ہے۔ وہ مغرب اور اسلامی انتہا پسندوں کے درمیان مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ دنیا بھر میں ایک کروڑ بیس لاکھ یہودیوں، دو ارب عیسائیوں اور ایک ارب مسلمانوں کا باپ ہے...... متعدد صورتوں میں مفروضاتی 'حیاتیاتی' باپ۔ وہ اولین توحید کی تاریخ ہے۔

اور وہ کافی حد تک غیر معلوم ہے۔

مَیں اُسے جاننا چاہتا تھا۔ میں اس کی میراث اور اس کی پکار کو سمجھنے کا خواہش مند تھا۔ میں یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنی بے شمار اولادوں کے لیے مشترکہ ماخذ کیسے بن گیا، حالانکہ وہ ایک دوسرے کو پیچھے دھکیل کر خود اس کے ساتھ تعلق کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں۔ میں یہ معلوم کرنے کا متمنی تھا کہ آیا وہ جنگ کا ایک مایوس کن منبع تھا یا سمجھوتے کا ممکنہ ذریعہ۔

لیکن میں اسے کہاں ڈھونڈ سکتا تھا؟ ابرہام یا ابراہیم اگر کبھی واقعی موجود تھا تو اس کی کوئی نشانی باقی نہیں بچی تھی...... کوئی گھر، کوئی قالین، اس کی بیوی کے محبت نامے، کچھ بھی نہیں۔ عبرانی بائبل

Marfat.com

اس کی زندگی کے متعلق بات کرتی ہے، اور اسی طرح عہد نامۂ جدید اور قرآن بھی...... اور اکثر وہ نہایت بنیادی معاملات میں بھی باہم متضاد ہیں۔ اس کے دورہ کردہ مقامات پر جانا بھی کچھ تحدیدات رکھتا تھا، کیونکہ ابرہام یا ابراہیم کا سفر ایک سے دوسری نسل، ایک سے دوسرے مذہب میں تبدیل ہوتا رہا۔

مجھے ایک غیر روایتی سفر کا منصوبہ تیار کرنا تھا۔ اگر خطے میں اپنے سابقہ تجربے کے دوران مجھے اس مقام سے بارہا گزرنا پڑا تھا...... تین براعظم، پانچ ممالک، چار جنگی زون...... تو یہ زمان اور مکان میں سفر تھا...... تین مذاہب، چار ہزار سال، ایک بھی نہ ختم ہونے والی جنگ۔ میں نے مطالعہ اور سفر کیا، دانشوروں سے ملا، مذہبی راہنماؤں سے بات کی، ابرہام کے علاقے میں گیا، بلکہ اپنے گھر بھی گیا، کیونکہ مجھے محسوس ہوا تھا کہ ابراہیم کو سمجھنے کے لیے اس کے ورثا کو سمجھنا ضروری ہے۔

اور اس کی اولاد اربوں کی تعداد میں ہے۔ تاریخ کے نظریات میں بے شمار انقلابات کے باوجود ابراہیم دنیا کے نصف اہل ایمان کا تعین کرنے والی شخصیت ہے۔ مسلمان روزانہ نماز میں اسے یاد کرتے ہیں، اور اسی طرح یہودی بھی۔ مسیحی عبادت میں اس کا نام بار بار آتا ہے۔ ابراہیم کی زندگی کی سب سے زیادہ مسحور کن کہانی...... خدا کے حضور بیٹے کی قربانی...... مسیحی سال کے مقدس ترین ہفتے میں، ایسٹر کے موقع پر کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ یہودیت میں مقدس ترین پندرھواڑہ شروع ہونے پر یہ کہانی دہرائی جاتی ہے، روش ہشنہ کے موقع پر۔ اسلام میں ایک مقدس ترین دن، عیدالاضحیٰ اسی کہانی کی یادگار ہے۔

تاہم، مذاہب اس بارے میں متفق نہیں کہ ابراہیم نے اپنے کونسے بیٹے کو قربان کیا تھا۔

ثابت صرف یہ ہوتا ہے کہ ابراہیم کو یہ مقدس مقام اس لیے حاصل ہے کہ وہ خدا کو واحد ماننے والا پہلا شخص تھا۔ یہ تہذیب میں اس کی عظیم ترین حصہ داری ہے، اور ابراہیمی مسالک کا مشترکہ وصف بھی۔ یہ اسے مقتدر بناتا لیکن ایک نقطۂ اشتعال بھی ہے، کیونکہ ہر کوئی اس اقلیم کا خواہش مند ہے۔ مسلمانوں کے لیے حضرت محمدؐ، عیسائیوں کے لیے یسوع مسیح، یہودیوں کے لیے حضرت موسیٰ یقیناً زیادہ محترم ہیں، لیکن تینوں روایات خود کو مشترکہ جدامجد سے ہی جوڑتی ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ ابراہیم ہی وہ پتھر ہے جس نے سب کو مشترکہ بندھن میں باندھ رکھا ہے، اعلیٰ ترین مقام، قدیم

Marfat.com

ترین جگہ۔ خدا سے قریب ترین مقام۔ اس پتھر پر کنٹرول حاصل کرلیں تو آپ کو ابرہام پر بھی کنٹرول حاصل ہو جائے گا۔ ابراہیم کو کنٹرول کرنے کا مطلب معبودِ مطلق کے مدخل کو کنٹرول کرنا ہے۔

چنانچہ میں واپس یروشلم آیا۔ میں ایک غیر یقینی منزل تک اکیلا آیا۔ میرے آنے کی وجہ یہ تھی کہ ابرہام کو سمجھنے کے لیے یہ بہترین جگہ ہے۔ یہاں یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اس نے خدا کے بارے میں کیا انکشاف کیا۔

نیز، یہ خود کو سمجھنے کے لیے بہترین جگہ بھی ہے۔

اس جمعے کے روز یروشلم میں شام جلدی ہو گئی۔ سورج اپنے پیچھے بادامی اور سرخ رنگ چھوڑ گیا جو بادلوں کو جگمگا رہے تھے۔ چار بجے تک تقریباً اندھیرا چھا چکا تھا۔

میں دیوار کے سامنے پلازہ تک چلتا ہوا گیا، جہاں پر خروش لوگ آٹھ یا نو شاخوں والا شمع دان (Menorah) روشن کرنے کے لیے جمع تھے۔ دن بے چینی سے مگر کسی خون خرابے کے بغیر گزرا تھا۔ شہر شکر گزار لیکن تھکا ہارا نظر آتا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ بم دھماکے بھی زیتون کے درختوں اور قدیم درختوں کی ہی طرح یہاں کے منظر نامے کا حصہ تھے۔ کل ہر چیز دوبارہ بیدار ہو گی اور ایک مرتبہ پھر سراسیمگی کا دکھ برداشت کرنا پڑے گا۔

لیکن اب جشن منانے کا وقت تھا۔ سفید ڈاڑھی، کالے کوٹ اور گول فردار ہیٹ میں ملبوس ایک شخص قبہ (Dome) کے نیچے چبوترے پر کھڑا تھا۔ اس کے سامنے لوہے کا دس فٹ لمبا شمع دان تھا، آٹھ فٹ اونچا جس پر پینٹ والی بالٹی کے سائز کے تیل سے بھرے نو ڈبے لگے تھے۔ اس نے ایک مشعل جلائی اور اسے ہوا میں بلند کیا۔ ہجوم حمد و ثنا کرنے لگا: ''خداوند خدا، ہم تیری تمجید کرتے ہیں، اے کائنات کے بادشاہ، جس نے ہمارے پرکھوں پر کرامات نازل کیں، بہت عرصہ پہلے، اسی موسم میں۔''

اور پھر وہ لمحہ آ گیا جس کی خاطر وہ لوگ وہاں آئے تھے۔ کوئی پانچ سو افراد ہیکلِ ثانی کے آثار میں جمع تھے۔ کوئی دو ہزار سال قبل اس جگہ کی بے حرمتی کی گئی، جب انقلابی یہودیوں کے ایک چھوٹے سے گروپ نے اس پر دوبارہ قبضہ کیا اور ''Rock of Ages'' گانے لگے۔ بچپن میں

Marfat.com

میری ماں بھی سب گھر والوں کو یہی گیت گانے کا کہا کرتی تھی۔ پھر بھی آج میں اسے گا نہ سکا: میں بس اسے سن ہی سکتا تھا..... آوازیں، پتھر، خوف سے دھڑکتے دل کی آواز۔ میں نئے سرے سے وہ الفاظ سن رہا تھا: ''اور جب ہماری ہمت جواب دے گئی تو تیرے الفاظ نے ان کی تلوار توڑ ڈالی۔''

وہاں کھڑے ہو کر دیوار پر جھکے عبادت گزاروں کو دیکھتے ہوئے مجھے محسوس ہوا کہ یروشلم سے باہر کی وحدانیت پرست دنیا میں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مقدس دن بہت خوشی کے ہوتے ہوں گے۔ لیکن یہاں وہ تکلیف سے بھرپور بھی تھے۔ رمضان فاقہ کشی اور خوشی کی کہانی بھی ہے۔ کرسمس جلاوطنی اور پیدائش کی داستان ہے، حنوکہ تباہی اور نجات کی کہانی ہے۔ یہی بات اس مقام، قبۃ الصخرہ پر بھی صادق آتی ہے..... ایسا مقام جہاں زندگی موت سے ملتی ہے۔ حضرت محمدؐ یہاں سے آسمان پر تشریف لے کر گئے اور واپس آئے؛ یسوع مسیح بھی زمین سے گئے اور واپس آئے۔ ابرہام/ ابراھیمؑ نے اپنے بیٹے کو یہاں زمین پہ لٹا کر چھری چلائی۔

تو کیا یہ ہے تقدس کا مثالی نمونہ، یہ ہے ابرہام کی میراث: کہ خدا کے نام پر قتل کے لیے تیار رہا جائے؟

چند منٹ بعد ایک آدمی آیا۔ وہ چھوٹے قد، تراشیدہ داڑھی والا اور سر پہ کالی کپاہ پہنے ہوئے تھا۔ ڈیوڈ ولنا نے لاس اینجلس کے ایک یہودی سکول اور پھر رومن کیتھولک یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ''Wheel of Fortune'' پر چودہ ہزار ڈالر جیتنے کے بعد اس نے سال بھر کے لیے اسرائیل آنے کا فیصلہ کیا۔ پندرہ سال گزر جانے پر بھی وہ واپس نہ گیا۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے ایک کہانی سنائی۔

ایک پہاڑی کی دو طرف دو بھائی رہتے تھے۔ ایک امیر تھا لیکن اس کے بال بچے نہیں تھے؛ دوسرا بڑے کنبے والا لیکن محدود کمائی کرتا تھا۔ امیر بھائی ایک رات کو اناج کی بوری ریڑھی پہ رکھ کر غریب بھائی کے گھر چھوڑ آیا۔ دوسرے بھائی نے سوچا کہ اس کے بہت سے بچے ہیں اور بھائی کے پاس کم از کم دولت تو ہونی چاہیے۔ وہ اناج کی بوری اپنے بھائی کے ہاں چھوڑ آیا۔ ہر رات وہ اسی عمل سے گزرتے اور ہر صبح دونوں دیکھتے کہ ان کے اناج میں کوئی کمی نہیں آئی۔ انجام کار ایک رات کو وہ پہاڑی کی چوٹی پر ملے اور اصل واقعے سے واقف ہوئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو

Marfat.com

گلے لگایا اور چوما۔

اسی لمحے آسمان سے ایک آواز آئی: ''یہی وہ مقام ہے جہاں میں زمین پر اپنا ایک گھر بنا سکتا ہوں۔''

ڈیوڈ نے کہا: ''یہ کہانی تینوں مذاہب میں مشترک ہے، اور روایت کے مطابق ہیکل سے بھی بہت پہلے، ابرہام سے بھی بہت پہلے کی یہ ہے وہ پہاڑی۔ اور کہانی اصل میں بتاتی ہے کہ اگر برادرانہ محبت اس حد تک ہوگی تو تبھی خدا خود کو دنیا پر آشکار کر سکے گا۔''

''تو کیا خدا خود کو دنیا میں آشکار کر سکتا ہے؟''

''آپ کوئی ایسا سکرپٹ نہیں لکھ سکتے تھے جس میں کہا گیا ہو کہ آج، ہزاروں برس بعد، اپنی تمام ٹیکنالوجی اور حساس آلات کے ساتھ ہم اس مقام کی خاطر، ابرہام کی میراث پر آپس میں بدستور جنگ کر رہے ہوں گے۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تعلق داری کا مقام ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں خدا کے ساتھ منسلک ہونا ممکن ہے۔ آپ خدا کے ساتھ تبھی منسلک ہو سکتے ہیں جب ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہونے کی تفہیم رکھتے ہوں۔

''دو انسانوں کا باہمی تعلق ہی خدا کے ساتھ تعلق بناتا ہے۔ اگر آپ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنے اور ساتھ چلنے کے قابل نہیں تو خدا کے ساتھ بھی تعلق نہیں بنا سکتے۔'' اس نے دیوار گریہ، گنبد اور گرجا گھروں کی جانب اشارہ کیا۔ وہ انسان کی بنائی ہوئی روشنی سے جگمگا رہے تھے۔ ان کی چکا چوند کچھ زیادہ ہی تیکھی تھی۔

تب وہ میری جانب پلٹا: ''تو سوال یہ نہیں کہ آیا خدا دنیا میں امن لا سکتا ہے یا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں؟''

Marfat.com

خداوندِ ابراهیم

1

پیدائش

وہ قدیم ہے۔ وہ بہت کم جگہ گھیرے ہوئے ہے۔ وہ بہ مشکل ہی فوری جواب دینے کا اہل نظر آتا ہے۔ تاہم، جب وہ اپنی آنکھ جھپکتا ہے تو بے جان کو زندگی اور مردے کو جوانی دے سکتا ہے۔ وہ بتوں کو توڑ بھی سکتا ہے۔

''سو، پروفیسر، آپ ابرہام کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ابرہام کے بارے میں ہماری تمام معلومات بائبل میں ہیں، زمین پر کچھ بھی نہیں،'' اس نے جواب دیا۔

ایوراہم بیران (Avraham Biran) اپنے دفتر میں بیٹھا پرانے شہر پر اوپر سے نظر ڈال رہا ہے۔ وہ تیس برس سے اسی دفتر میں ہے، کیونکہ وہ بطور سفیر اپنی ملازمت سے ریٹائر ہوا اور بائبلی ماہرین آثار قدیمہ کے شعبے کا غیر سرکاری سربراہ بن گیا۔ اس کا سویٹر سبز رنگ کا اور مسکراہٹ تمباکو سے داغ دار ہے۔ 93 برس کی عمر میں وہ اس شخص کی عمر کے قریب پہنچ چکا ہے جس نے اپنی زندگی یہ کھوج کرنے میں گزاری کہ وہ شخص تاریخ، کتاب پیدائش دوم میں پہلی مرتبہ کب ظاہر ہوا۔

''تو کیا اس کا مطلب ہے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں؟'' میں پہلی بار پروفیسر سے کئی سال قبل ملنے آیا تھا جب میں نے بائبل گردی شروع ہی کی تھی، اور اب میں ایک اور سفر کے آغاز پر دوبارہ یہاں موجود تھا۔ میں ابرہام کی مبہم ابتدائی زندگی پر کچھ روشنی ڈالنے اور ایک اہم ترین سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش میں یہاں آیا تھا: کیا ابرہام واقعی پیدا ہوا تھا؟ اگر ہوا تھا تو کب، اور کہاں؟

پروفیسر بیران نے کہا،'' اوہ ہاں، وہ موجود ہے۔ بس اپنے اردگرد نظر ڈالو۔ لیکن یاد رکھو کہ علم الآثار قدیمہ بائبل کو ثابت یا مسترد نہیں کرسکتا۔ میں ہمارے تحقیقاتی شعبے کے بانی البرائٹ کو مانتا ہوں جس کے مطابق الوہی الہامات کی ایک کتاب کے طور پر بائبل کو کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ ساتھ ہی ساتھ آپ بائبلی سرزمینوں میں آثاریاتی تحقیق نہیں کرسکتے، اور نہ ہی دریافتوں سے آگاہ ہوئے بغیر بائبل کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔''

''تو پھر میں کہاں تلاش کروں؟''

''تم شہادت کو دیکھو، تم اس ثقافت پر غور کرو جس نے اسے جنم دیا، تم متن پر سوچ بچار کرو۔''

''اور مجھے کیا ملے گا؟''

''دیکھو، میری نظر میں یہ شخصیات حقیقی ہیں۔ میرے پاس ان پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ میں نہیں جانتا اور پروا بھی نہیں کرتا کہ آیا تمام تفصیلات درست ہیں یا نہیں۔ اگر تم تاریخ میں تلاش کررہے تو مایوسی ہوگی۔ اگر تم ابرہام کی تلاش میں ہو تو مایوس نہیں ہوگے۔''

اس کی کوئی ماں نہیں۔ اس کا کوئی ماضی نہیں۔ اس کی کوئی شخصیت نہیں۔ دنیا کو نئے سرے سے متعین کرنے والا شخص کسی دھوم دھڑکے کے بغیر، کسی فاختہ کی پھڑپھڑاہٹ کے بغیر کتاب پیدائش باب 2 کی آیت 26 میں اچانک ظاہر ہوتا ہے: ''جب تارح کی عمر ستر برس ہوگئی تو وہ ابرام، نحور اور حاران کا باپ بنا۔'' (عبرانی زبان میں ابرام کا مطلب عالیشان باپ یا طاقت ور باپ ہے)۔ اس ہیروئی آغاز کے ساتھ ابرام پچھتر سال کی عمر میں اپنے باپ اور وطن کو چھوڑ کر کنعان جاتا، مصر کا سفر کرتا، دو بیٹوں کا باپ بنتا، اپنا نام بدلتا، اپنے عضو تناسل کا حشفہ کاٹتا اور

Marfat.com

نو جوان اور نو مولود کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتا ہے؛ پھر وہ اپنے بڑے بیٹے کو جلاوطن کرتا، دوسرے کو خدا کے حضور قربان کرنے کی کوشش کرتا، ایک جنگ لڑتا، کچھ زمین خریدتا، اپنی بیوی کو دفن کرتا، ایک اور کنبہ بناتا اور 175 سال کی عمر میں مر جاتا ہے۔

گزشتہ تقریباً چار ہزار سال کے دوران ابرہام کی کہانی پر تقریباً ہمہ گیر انداز میں یقین کیا جاتا رہا ہے...... بطور روایت، بطور مقدس قول، بطور کلام خداوندی، یا پھر تینوں کی حیثیت میں۔ تقریباً دو سو سال قبل بہت سے لوگوں نے ثبوت مانگا۔ یہودی اور عیسائی محققین کی پوری ایک نسل نے بائبل کو چھانا اور نتیجہ اخذ کیا کہ کہانی کی تہہ میں بہت کم حقائق موجود تھے، اور یہ الہامی ہونے کی بجائے مختلف منشیوں کی جوڑی ہوئی تھی۔ بائبل اور قرآن کے جرمن سکالر جولیئس ویلہاسین نے لکھا: ''ہمیں اجداد (پیٹریارکس) کے بارے میں کوئی تاریخی معلومات نہیں ملتی۔ بالخصوص ابرہام کی کوئی تفسیر پیش کرنا زیادہ مشکل ہے۔''

ماہرین آثار قدیمہ نے بھی کافی سر مارا۔ انہوں نے جدید دور کے عراق میں کھدائی کی جہاں کتاب پیدائش کے مطابق ابرہام نے جنم لیا تھا۔ انہوں نے جنوبی ترکی میں کھدائی کی، جہاں وہ کنعان کو روانگی سے قبل مقیم تھا۔ انہوں نے سکم (Shechem)، بیت ایل اور بیر سبع کی خاک چھانی جہاں اس نے ارض موعودہ میں خیمے لگائے تھے۔ ماہرین آثار قدیمہ کو کوئی ایسی جگہ تو نہ ملی جسے وہ ابرہام سے منسوب کر سکتے، لیکن انہیں ابرہام کو دوسرے ہزاریے قبل مسیح کے ابتدائی دور کے ساتھ منسلک کرنے کی شہادت مل گئی۔ 1949ء میں ولیم البرائٹ نے اعلان کیا: ''جدِ اعلیٰ کے بیانات کی ٹھوس تاریخی حقیقت کے بارے میں بہت کم شبہ کیا جا سکتا ہے۔''

یہ یقین پائیدار ثابت نہ ہوا۔ محققین کی ایک نئی نسل نے اپنے سے پہلے والوں کے پیش کردہ ثبوت کو ناکافی اور دعووں کو رومانوی قرار دیا۔ ابرہام کہانی لکھے جانے کے وقت کی بجائے پندرہ سو سال بعد، پہلے ہزاریے قبل مسیح میں بائبل تحریر کیے جانے کے دور کی پیداوار تھا۔ ٹی ایل تھامپسن نے 1974ء میں لکھا: ''تاریخی ابرہام کی تلاش بنیادی طور پر ایک لاحاصل مشغلہ ہے۔'' کہانی کی حیثیت ادبی روایات کے ایک مجموعے سے ''مشکل ہی کچھ زیادہ ہے۔'' اس کا بہترین موازنہ ہیملٹ یا کنگ لیئر جیسی دیگر کہانیوں سے کیا جا سکتا ہے۔ وہ خاک سے آیا تھا، اور خاک میں ہی جا سمایا۔''

Marfat.com

لیکن ابرہام نے اپنا کھویا ہوا مقام واپس حاصل کیا۔ شمالی عراق میں Nuzi اور دیگر مقامات سے ملنے والی الواح سے پتا چلا کہ کہانی میں بہت سی رسوم، مثلاً نوکرانی سے بچہ پیدا کرنا، اس دور میں جائز اور مقبول تھیں۔ 1800 قبل مسیح میں میسوپوٹامیا سے کنعان کی طرف وسیع عوامی ہجرتوں کا ذکر ملتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ نئی متفقہ رائے سامنے آئی کہ ابرہام کا کوئی قطعی ثبوت موجود نہیں، لیکن کہانی میں بے شمار مثالیں ایسے عمیق لسانی ماخذوں کی جانب اشارہ کرتی ہیں جو ابرہام کو اس کے وطن کی مٹی سے منسلک کر دیتے ہیں۔

آج کل زیادہ تر محققین متفق ہیں کہ ابرہام..... چاہے وہ ایک حقیقی شخصیت یا مخلوط ہو...... زرخیز ہلال کے بالائی بازو کے سامی قبائل کی دنیا سے تعلق رکھتا تھا۔ اگرچہ بائبل (اس کی زندگی کا سب سے مفصل بیان) ابرہام کی جائے پیدائش کا ذکر نہیں کرتی، لیکن متن کے مطابق اس کا بھائی حاران کالدی شہر اُر میں پیدا ہوا۔ یہودی اور مسیحی محققین اُر کو قدیم سومیر کا دارالحکومت اُر بتاتے ہیں؛ مسلمانوں کے مطابق یہ جگہ جنوبی ترکی میں عرفہ (Sanliurfa) ہے۔ حقیقی مقام کا علم نہیں۔

حاران کی موت واقع ہو جاتی ہے؛ ابرہام اور اس کا زندہ بھائی بیویاں منتخب کرتے ہیں؛ تب تارح (Terah) سارے قبیلے کو جمع کرتا اور وہ کنعان کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ وہ حاران، نزد شام کے قدیم چوراہے میں پہنچتے اور رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ سفر چرواہے خانہ بدوشوں کی زندگیوں سے پوری طرح میل کھاتا ہے جو اپنے ریوڑوں کو ساتھ لے کر خطے میں گھومتے، آبادیوں کے قریب وقت گزارتے اور پھر دیگر مقامات کی طرف ہجرت کر جاتے تھے۔ قدیم دستاویزات ایک باہمی تعاونی معاشرے کا پتا دیتے ہیں جس میں سیلانی قبائل کبھی شہری علاقوں سے دور نہیں ہوتے تھے جہاں سے وہ خوراک خریدتے اور اپنی اشیأ بیچتے۔ بائبل اس اندازِ حیات کی جانب اشارہ کرتی اور ابرہام کو عبرانی اور آرامی کا نام دیتی ہے۔ یہ اور دیگر بدلی ہوئی صورتیں 'آرامو' اور 'ارابو' اس وقت تک ''نیم خانہ بدوش'' کے لیے مستعمل رہیں جب تک کہ ان کی جگہ عرف عام ''عرب'' نے نہ لے لی۔

لیکن بائبل کو تاریخ کی نسبت ابرہام کی کہانی سنانے میں کہیں زیادہ دلچسپی ہے۔ یہ تاریخ کے عناصر لیتی، انہیں اسطورہ کے عناصر سے ملاتی اور ایک موضوع میں گوندھتی ہے۔ ابرہام ایک

Marfat.com

مستقل رہائشی یا سیلانی شخص نہیں ہے۔ وہ ان دونوں کا امتزاج ہے جو اپنی پرورش میں ہی اس پیغام کی تجسیم تھا جس کی اسے نمائندگی کرنا تھی: ایک اجنبی سرزمین میں دائمی مسافر، ایک غیر شخص جو اندر والے شخص کا متمنی ہے، ایک بے زمین جو زمین کا خواہش مند ہے، ایک زاہد جو اپنی غیر مختتم دردناک زندگی کے لیے خدا میں تسکین پاتا ہے۔

ابرہام کی شخصیت اس قدر مبہم ہونے کا امر اس نکتے کو اور بھی زیادہ اجاگر کرتا ہے۔ ہمیں اس کی کہانی کو سائنس کی بجائے ایمان کی بنیادوں پر قبول کرنا ہوگا۔ ہمیں چاہیے کہ اس کا ثبوت پیش کرنے کی بجائے اس پر ایمان لائیں، بالکل اسی طرح جیسے ہم خدا کو ''دیکھتے'' ہیں۔

❀ ❀ ❀

وہ بے اولاد ہے۔ اس کی عمر بڑھ رہی ہے۔ وہ حاران میں پھنسا ہوا ہے۔ ابرہام نے اپنی نصف سے زائد زندگی گزار لی ہے، اور اب بھی ایک ایسا کام کرنے والا ہے جس نے ہماری توجہ کو کھینچ لیا۔ ہم توجہ کیوں دیں؟

ابرہام کو سمجھنے کی راہ پر پہلا قدم رکھتے ہی تاریخ کے فقدان کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرا فقدان اس کے بچپن کے حوالے سے آیا۔ بائبل کے تاریخی سلسلے میں زیادہ تر بڑے کرداروں کا تعارف بچوں، نومولودوں یا حتیٰ کہ قبل از پیدائش بچوں کے طور پر ہی کروایا گیا ہے۔ کتاب پیدائش کے کئی ابواب میں اسمٰعیل اور اسحٰق (اضحاق) کی پیدائش سے قبل کی مفصل بحث موجود ہے۔ یعقوب اور عیسو اپنی ماں کی کوکھ میں کشتی کرتے ہیں۔ جوزف نوجوانی میں رنگ برنگ کوٹ کے ساتھ الجھتا ہے۔ نومولود موسیٰ جھاڑیوں میں چھپ جاتا ہے۔ نوجوان داؤد گولیاتھ سے لڑتا ہے۔ نومولود یسوع کو کپڑے میں لپیٹا جاتا ہے۔

ابرہام کا کوئی بھی واقعہ پیش آنے سے قبل اس کی عمر 75 برس ہو چکی ہوتی ہے۔ ہمیں بس یہ بتایا گیا ہے کہ وہ نوح کی اولاد میں سے ہے اور اولاد پیدا نہیں کر سکا۔ انسانوں، شجرہ ہائے نسب اور حکمرانوں کے متعلق تفاصیل سے بھری ہوئی کتابِ پیدائش میں ابرہام سے اس قدر لاپروائی حیرت انگیز ہے۔ اس سے ملنے پر ہم اس کی تعریف نہیں کرتے، بلکہ اس پر رحم کھاتے ہیں۔ وہ قطعی خالی

Marfat.com

تختی ہے: بے اولاد اور بچپن سے عاری۔

چونکہ بائبل میں باقی ہر ایک چیز با مقصد ہے، اس لیے یہ کہنا محفوظ معلوم ہوتا ہے کہ بچپن کا یہ فقدان بھی با مقصد ہوگا۔ چنانچہ مقصد کیا ہے؟

خدا کسی شخص کا متلاشی ہے۔ وہ کسی خاص شخص کو ڈھونڈ رہا ہے۔ کتاب پیدائش کی ابتدا میں غضب ناک، بارور ایجاد کی حالت میں خدا دنیا تخلیق کرتا ہے۔ وہ نور اور تاریکی بناتا ہے؛ زمین اور سمندر؛ چاند اور ستارے؛ ہر قسم کی مخلوق۔ وہ ہر ایک مرحلہ مکمل ہونے پر اپنی تخلیق کو ''اچھا'' قرار دیتا ہے۔ پھر اس نے نوع انسانی تخلیق کی، انہیں پھلنے پھولنے کی صلاحیت دی، دیگر مخلوقات پر قادر بنایا، اور پہلی مرتبہ اپنی تخلیق کو ''بہت اچھا'' قرار دیا۔ انسان واضح طور پر خدا کی دنیا میں مرکز ہیں۔ خدا کو ان کی ضرورت ہے۔ وہ زمین پر انہیں اپنا نمائندہ بنانا چاہتا ہے۔

لیکن انسان مایوس کرتے ہیں۔ آدم کا پھل چکھنا اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اس نے حوا کو خدا پر ترجیح دی؛ لہٰذا خدا نے اسے بہشت بدر کر دیا۔ دس پشتیں گزر گئیں اور خدا نے زمین کو برائی اور تشدد سے بھرپور پایا۔ اسے نوع انسانی تخلیق کرنے پر افسوس ہوا اور سب کچھ نئے سرے سے شروع کرنے کا سوچا۔ اس مرتبہ اس نے ایک راست باز شخص نوح کو منتخب کیا۔ لیکن نوح کا کشتی میں نشہ کرنا اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اس نے بوتل کو خدا پر ترجیح دی۔ خدا ایک مرتبہ پھر پیچھے مڑا۔ مزید دس پشتیں گزر گئیں، اس دوران خدا کو اس بات پر بہت غصہ آیا کہ انسان مل کر آسمانوں تک ایک مینار تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ خدا خود کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی اطاعت، خود سے محبت کیے جانے کا خواہش مند تھا۔

بہت سے ناکام تجربات کے بعد خدا کو ایک نئی قسم کے انسان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسے کسی وفادار کی ضرورت تھی جو اس کی حکم عدولی نہ کرے اور اس کی دی ہوئی برکات کا شکر ادا کرے۔ سب سے بڑھ کر خدا کو کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو خود اس کا ضرورت مند ہو اور اس کے متعین کردہ اعلیٰ معیاروں پر پورا اترے۔

خدا کو ابراہام کی ضرورت تھی۔

ابراہام نے انسانوں کی بیسویں پشت کا آغاز کیا۔ تاہم، وہ آغاز سے ہی سابقہ پشتوں سے

Marfat.com

مختلف نظر آتا ہے: وہ راست باز اور نہ ہی خاص آدمی ہے۔ وہ کسی بھی لحاظ سے الوہی نہیں۔ اس کے علاوہ وہ بے چین بھی ہے۔ اپنے گھر والوں اور بیوی ساری (سارہ، جس کا نام بعد میں شوہر کی طرح بدل کر سارہ ہو گیا) کے ہمراہ وہ ایک سے دوسری جگہ جاتا ہے۔ وہ بے یقینی کا شکار لگتا ہے۔ اس کی زندگی معلق اور شکستہ ہے۔ اس کا کوئی وارث نہیں کہ جو نسل کو آگے بڑھا سکے۔ ان سالوں کے متعلق واحد تفصیل یہ بتائی گئی ہے: ''اب ساری بانجھ تھی اور بچہ پیدا نہیں کر سکتی تھی۔''

بیٹے کی خواہش ابرہام کی زندگی پر غالب آ گئی۔ بیشتر ہیروئی کہانیوں کا آغاز ایک پیدائش سے ہوتا ہے، ایک پر امید آمد سے۔ مغربی تہذیب کے بانی کی کہانی کا آغاز بانجھ پن اور اتھاہ مایوسی کے ساتھ ہوا۔ ابرہام کو اپنی زندگی پر کوئی اختیار نہیں، لیکن وہ ہماری توجہ حاصل کر لیتا ہے۔ تخلیق کے متعلق ایک کہانی میں وہ تخلیق کرنے کا اہل نہیں۔ وہ ایک ضدِ خدا (Anti-God) ہے۔ معاملہ چاہے کچھ بھی ہو۔

جنگجوئی جوانی کی کہانیوں میں ہیرو اپنی محبوبہ کا ہاتھ حاصل کرنے کی خاطر بہادری کے جوہر دکھانے روانہ ہوتا ہے۔ متوسط عمر کا ہیرو ایک مختلف چیلنج سے نمٹتا ہے۔ وہ نسبتاً سانولا، زیادہ خود بیں مہم جو ہے جو رفعت تک پہنچتے پہنچتے دیوانگی کی حدوں کو چھونے لگتا ہے۔ ذرا ڈان کیہوٹی، ایڈیپس کو ذہن میں لائیں۔ متوسط عمر میں ایک جوان آدمی بوڑھا ہونے اور موت کی ناگزیریت محسوس کرنے لگتا ہے۔ جیسا کے ینگ نے کہا، متوسط عمر تولیدیت (generativity)، تخلیق کے ایک جاری و ساری عمل کا حصہ ہونے کے احساس اور جمود (پھنسے ہونے کا احساس) کے درمیان ایک تناؤ کی حالت ہے۔ کتاب پیدائش بنیادی طور پر تولیدیت کی کہانی ہے۔ اور ابرہام (باب 11) اس کہانی مین خلل پیدا کرنے کا خطرہ مول لیتا ہے۔ اس کی اپنی کوئی زندگی نہیں۔ یہ بحران ابرہام اور اس کے اجداد کے درمیان مرکزی فرق کو جگہ دیتا ہے: آدم اور نوح کے برعکس ابرہام کو خدا کی 'ضرورت' ہے۔ تخصیصی معنوں میں ابرہام کو تخلیق کی صلاحیت درکار ہے، اور اسے حاصل کرنے کی خاطر اسے خالق سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ 1966ء میں نوبیل انعام یافتہ جرمن شاعر Nelly Sachs نے ابرہام کو ایک انسانی نمائندہ تصور کیا جو تباہ شدہ زمینی منظر پر نظر دوڑاتا، شعلوں کے اُس پار جھانکتا اور الوہی ذات کی جستجو کا دکھ محسوس کرتا ہے:

Marfat.com

ابرام، تو نے مجھے پکارا۔

اور میں تیرا شدت سے متمنی ہوں۔

ابرہام کوئی فرد یا تاریخی انسان نہیں ہے۔ وہ ایک ur انسان ہے۔ ایسا انسان جو ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اگرچہ خدا نے انسانوں کے ساتھ آنول کا رشتہ کاٹ دیا، لیکن انسان اب بھی بالیدگی کے لیے خدا کے مرہون منت ہیں۔ یہی چیز ابرہام کو خدا کی نظر میں پرکشش بناتی ہے۔ وہ خدا نہیں، وہ انسان ہے۔ ابرہام کی ابتدائی زندگی کا سبق یہ ہے کہ انسان ہونا محفوظ یا باعث راحت نہیں۔ انسان ہونے کا مطلب متذبذب ہونا، ایک نامعلوم مقام کی جانب محوسفر ہونا ہے۔ ابرہام کی غیر حاضر جوانی کا خالی پن اس احتیاج کو شناخت کرنے کی فتح ہے۔ اس کے ابتدائی برس سوالات، جستجو، بے کلی اور آخر کار ایک منکسر درخواست سے عبارت ہیں۔

مدد!!

Avraham Biran کے ساتھ کافی گفتگو کے بعد اس نے مجھے ایک کہانی سنائی۔ وہ پہلی مرتبہ جوانی میں یروشلم آیا اور ان مقدس مقامات کی زیارت کی جن کے متعلق بچپن میں پڑھ چکا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں، ''اور میں نے کچھ بھی محسوس نہ کیا۔ مقامات نے بذاتِ خود مجھے متاثر نہ کیا۔ اصل متاثر کن چیز کہانیاں تھیں۔''

اور کہانیاں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔

ابرہام کے ابتدائی برسوں کی بے چینی...... جب اس نے خدا سے پرشوق دعائیں کی ہوں گی ......اس کی اولادوں کے لیے مایوس کن ثابت ہوئی اور اس نے حیات ابرہام کے زیادہ پیچیدہ حقائق میں سے ایک میں حصہ ڈالا: اس کا غیر مختتم ارتقاء۔ زیادہ تر تاریخی شخصیات اپنے پیچھے علم کا کافی بڑا ذخیرہ چھوڑ گئیں...... خطوط، مراسلے، یادداشتیں، شاگردوں اور ساتھیوں کی تحریر کردہ یادیں ...... جو درجہ بدرجہ ایک سے دوسرے انسان تک منتقل ہوتے ہوتے صدیوں بعد محض ایک دھندلا سا خاکہ رہ گئیں۔ ابرہام اس کے عین برعکس ہے: اس کی زندگی کے متعلق علم کا حجم وقت گزرنے پر بڑھتا چلا گیا۔

Marfat.com

ابرہام کے متعلق سنائی جانے والی کہانیوں کا ایک فیصد سے بھی کم بائبل میں ہے۔ زیادہ تر کہانیاں ابرہام کے عہد کے سینکڑوں، اور حتیٰ کہ ہزاروں برس گزر جانے سے پہلے وجود میں نہیں آئیں۔ اگر آپ ابرہام کے متعلق تمام کہانیوں کو زمانی لحاظ سے ترتیب دیں تو ایک میگافون جیسی صورت بنے گی، جس کا نظر نہ آنے والا ماؤتھ پیس دوسرے ہزاریے قبل مسیح میں کسی جگہ پیوست ہوگا۔

مواد اور کہانیوں کی یہ فراوانی میرے لیے ایک چیلنج تھی۔ ابرہام کو تلاش کرنے کا مطلب صرف اس کی جائے پیدائش تلاش کرنا ہی نہیں تھا۔ اِس کا مطلب ہر اُس دور میں دیکھنا تھا جب کسی نے اُس کی کہانی دوبارہ سنائی۔ نیز، ابرہام کو دیکھنے کا یہ واحد طریقہ تھا۔ نتیجتاً سفر پر روانہ ہونے اور کسی بھی انتہا پسند کے ساتھ ملنے سے قبل مجھے مختلف لائبریریاں کھنگالنا پڑیں۔ مجھے لوک ریت اور کبھی کبھی نفرت سے لبریز صفحات الٹنا پڑے۔ مجھے ابرہام کو ڈھونڈ نکالنا تھا جسے ہر روایت نے نئے سرے سے تعمیر کیا تھا۔

اس تفسیری عمل میں تینوں مذاہب نے مل کر کام کیا۔ یہودیوں نے یہ کام تیسری صدی قبل مسیح کے قریب شروع کیا ہوگا۔ ابرہام کی زندگی کا ہر پہلو نئے سرے سے بیان کیے جانے کے لیے میسر تھا۔ سب سے پہلی چیز: بچپن۔ کتاب پیدائش میں بچپن سے محروم کردہ ابرہام کو اپنا بچپن موت میں ملا؛ درحقیقت اس کے ایک سے زائد بچپن ہیں۔ ایک مفصل تاریخی تحلیلی نفسیات میں ابرہام کی اولاد نے اپنی زندگیوں کی بہتر تفہیم حاصل کرنے کی خاطر اپنے اجداد کی ابتدائی زندگی کی کہانی آہستہ آہستہ نئے سرے سے وضع کی۔ اس لحاظ سے ابرہام یسوع مسیح جیسا ہے...... اس کی موت کے بعد اس کے متعلق سنائی گئی کہانیاں اس کی زندگی کے دوران سنائی گئی کہانیوں سے زیادہ نہیں تو ان جتنی ہی اہم ضرور ہیں۔ یہ عمل ایک بھرپور پیراڈاکس کا آغاز کرتا ہے: خدا نے انسانوں کو اپنی صورت پر تخلیق کیا ہوگا؛ ہم انسانوں نے ابرہام کو اپنے مطابق بنایا۔

ابرہام کے متعلق سنائی گئی کہانیاں اس قدر دور تک جاتی ہیں کہ وہ عموماً اختراع کردہ لگتی ہیں، جبکہ بیشتر مفسرین نے محتاط انداز میں اپنے قصوں کو متن میں ہی پیوست رکھا۔ مثلاً ابرہام کے بچپن کا کوئی سراغ نہ ملنے پر مفسرین نے کتاب یشوع سے رجوع کیا جس میں خدا اسرائیلیوں سے کہتا ہے: ''تمہارے آبا، یعنی ابرہام اور نحور کا باپ تارح وغیرہ قدیم زمانے میں بڑے دریا کے پار

رہتے تھے۔اور میں نے تمہارے باپ ابرہام کو بڑے دریا کے پار سے لے کر کنعان کے سارے ملک میں اس کی رہبری کی اور اس کی نسل کو بڑھایا۔''

اہاہ! مفسرین نے کہا۔ابرہام ضرور اپنے رشتہ داروں سے مختلف ہوگا کیونکہ صرف اسے ہی دریائے فرات کے پار لیجایا گیا۔وہ کسی نہ کسی طرح جانتا تھا کہ بتوں کی پرستش کرنا غلط ہے۔اس سادہ سے تکلے پر کتابوں کے ڈھیر کاتے گئے۔دوسری صدی عیسوی کی غیر شرعی یہودی تحریر ''کتاب یوبل'' (Book of Jubilees) میں نوجوان ابرہام اپنے پجاری باپ سے سوال کرتے ہوئے ملتا ہے کہ بتوں کا کیا فائدہ، کیونکہ وہ منہ سے کچھ بھی نہیں بولتے۔تارح نے جواب دیا: ''بیٹے، یہ بات مجھے بھی معلوم ہے، لیکن میں ان لوگوں کا کیا کروں جنہوں نے مجھے ان کی پوجا کا حکم دیا ہے؟''

ابرہام کے خاتمۂ زماں یا Apocalypse (پہلی صدی عیسوی) میں نوجوان نے اپنے باپ کی بتوں کی دکان میں ایک زمین بوس بت دیکھا۔جب کاریگروں نے بت کو اٹھایا تو وہ دوبارہ گر پڑا اور اس کا سر ٹوٹ گیا۔کوئی مسئلہ نہ ہوا۔باپ نے فوراً ایک نیا جسم تراش کر پرانا سر اس پر لگا دیا۔ابرہام نے دل میں سوچا، ''میرا باپ یہ کیا بے کار کام کر رہا ہے؟ کیا وہ خود اپنے دیوتاؤں کا دیوتا نہیں؟ زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ بت اُسے سجدہ کریں۔''

یہ کہانیاں ایک زبردست اختراع پیش کرتی ہیں، لیکن اصل بات ان کا متن میں سے کہانی کی صورت میں ظاہر ہو جانا ہے۔کتاب پیدائش کے مطابق ابرہام کا خاندان کالدیوں کے شہر اُر میں رہتا تھا۔ماہرین آثار قدیمہ نے اس کا لفظی مطلب ہی لیا اور اُر کی جائے وقوع تلاش کرنے لگے۔لیکن ابتدائی مفسرین نے اِس کا اشتقاقی مفہوم اخذ کرتے ہوئے رائے دی کہ عبرانی زبان میں ''اُر'' کا مطلب آگ یا شعلہ بنتا ہے۔''میں تیرا خدا ہوں جو تجھے کالدیوں کے اُر (آگ) سے نکال لایا'' کی سطر نے یکدم ایک نیا مفہوم اختیار کر لیا۔

مفسرین کام میں لگ گئے۔جب ابرہام کا باپ تارح بتوں کے متعلق ابرہام کی رائے سن چکا تو بابل کے بادشاہ نمرود کو مطلع کیا جس نے نوجوان کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا۔لاکھوں لوگ منظر دیکھنے آئے۔صرف زیریں کپڑوں اور لنگوٹی میں ملبوس ابرہام کو بھٹی میں ڈالا گیا۔وہ تین دن اور

Marfat.com

تین رات تک آگ میں چلتا پھرتا رہا جو انجام کار سرد پڑ گئی۔ ''تم جلے کیوں نہیں؟'' نمرود نے پوچھا۔ ''آسمانوں اور زمین کے خدا نے مجھے بچالیا،'' ابرہام نے جواب دیا۔

سوانح نگاروں کو صرف ایک لفظ اُر نے ہی تحریک نہیں دلائی۔ زیریں میسوپوٹامیا میں واقع کالدیا قدیم زمانے میں علم الافلاک اور علم النجوم کا مشہور مرکز تھا۔ مفسرین کی نظر میں اس کا صرف ایک ہی مطلب ہو سکتا تھا: ابرہام ضرور ایک ماہر فلکیات رہا ہوگا! جیسا کہ کتاب یوبل میں بتایا گیا، ''ابرہام رات کے وقت بیٹھا ساتویں ماہ کے ستاروں کا مشاہدہ کر رہا تھا تاکہ اندازہ لگا سکے کہ اس سال بارشیں کیسی رہیں گی۔''

دیگر روایات کے مطابق ابرہام علم الافلاک سکھانے فنیقیا گیا۔ بہت سوں نے اسے مصریوں کو ریاضی اور دیگر علوم سکھانے والا بتایا، جن سے یونانیوں نے یہ سب سیکھا۔ 75 سالہ خانہ بدوش چرواہا ابرہام اچانک اپنے عہد کا البرٹ آئن سٹائن بن گیا جو بین الاقوامی لیکچر ٹور پہ روانہ ہو کر علم پھیلانے اور نوبیل انعام برائے علم الافلاک، ریاضی، شہابیات کے ساتھ ساتھ امن کے مساوی اعزازات بھی حاصل کرنے لگا۔

اس سارے عمل میں اہم بات یہ ہے کہ بائبل لکھے جانے کے چند سو برس بعد ہی ابرہام میں ایسی جہات پیدا ہونے لگیں جو متن میں منعکس نہیں ہوتیں۔ اس عمل میں پیچیدہ پہلو یہ ہے کہ ہر ایک مصنف ابرہام کو اپنی نسل یا سامعین کے متعلق کچھ نہ کچھ بلواتا ہے۔ ایک مصنف فلسفی ہے، لہٰذا وہ ابرہام کی منطق پر اصرار کرنا چاہتا ہے۔ کوئی دوسرا مصنف ربی ہے، چنانچہ وہ ابرہام کی پرہیز گاری کو اجاگر کرنا چاہتا ہے۔ ان روایات نے ابرہام کو شاید قارئین کی نظر میں زیادہ پرکشش بنا دیا ہو، لیکن وہ اسے دوسروں کی نظر میں کم پرکشش بنانے کا خطرہ بھی مول لیتی ہیں۔ مثلاً آج کل علم النجوم کا مذاق اڑایا جاتا ہے؛ اور ابرہام کو نجومی قرار دینا دراصل ہماری نسل کی نظر میں اس کی معتبریت کو گھٹانے کے مترادف ہے۔

یہ صورت حال ہمیں ایک چیلنج سے دوچار کرتی ہے...... ابرہام پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے بھی یہ تسلیم کرنا کہ ہم ایک ایسے منشور کے توسط سے یہ کام کر رہے ہیں جو ہمیں موضوع کی نسبت مصنف کے متعلق زیادہ کچھ بتاتا ہے۔ یہ الجھن مجھے ایک سطح پر مسحور کن، لیکن ساتھ ہی ساتھ

Marfat.com

حوصلہ شکن بھی لگی۔ ٹھہریں، کیا آپ مجھے بتا رہے ہیں کہ اگر میں ابرہام کو سمجھنا چاہتا ہوں تو مجھے چار ہزار تک ہر نسل میں ایک مختلف ابرہام کو سمجھنا ہو گا؟ اگر ہم بڑی فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فی صدی دو پشتوں کا اندازہ بھی لگا لیں تو مجھے کم از کم 80 مختلف ابرہام ملیں گے۔ کس قدر پاگل کر دینے والا کام ہے یہ۔

اور کس قدر قابلِ خواہش۔ حقیقی صورت حال اس سے بھی خراب ہے۔

80 مختلف ابرہام...... قدیم عہد سے لے کر موجودہ دور تک...... تو صرف وہ ہیں جنہیں یہوذیوں نے تخلیق کیا۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے اپنے اپنے ابرہام یا ابراہیم الگ سے ہیں۔ 80 کا ہندسہ فوراً 240 میں بدل جاتا ہے۔ اور ابرہام فوراً ناقابل تصور بن جاتا ہے۔ کسی کالدی کے لیے قابل فہم انداز میں بات کی جائے تو ابرہام قطبی ستارہ نہیں بلکہ ایک کہکشاں ہے۔

ایک مرتبہ پھر میرے پاس اس جنجال کا سامنے کرنے کے سوا کوئی اور راہ نہیں تھی۔ مجھے کتب خانوں کے ایک اور سیٹ اور محققین کے ایک اور گروہ کی ضرورت تھی۔ کئی اعتبار سے میرے اندر بیٹھے ہوئے سرپھرے...... اور انجام کار میرے اندر کے مہم جو نے بھی...... اس عمل کو ولولہ انگیز پایا۔ یہ سب کچھ ایک دیو قامت، سہ جہتی شکار کی کھیل کھیلنے جیسا تھا۔ یہودیت میں ہر اشارہ عیسائیت میں کسی متروک راہداری، اسلام میں کسی کھجور کے درخت تک لیجاتا ہے۔

اس جستجو کے اِس قدر ولولہ انگیز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے ابرہاموں کا تجزیہ کرنا...... عہد بہ عہد اس کے ارتقا کو سمجھنا...... ہر تین مذاہب کی اخذ کردہ اقدار کو سمجھنے کے مترادف ہے۔ اور اگرچہ ان میں سے بہت سے ابرہام ایک دوسرے کے ساتھ ناقابلِ موافقت نکلیں گے، لیکن ان سب میں ایک قدر ضرور مشترک ہے: ابرہام خدائے واحد پر یقین رکھتا تھا۔ اور بیش تر کا اتفاق ہے کہ اس نے لڑکپن میں ہی یہ نکتۂ نظر اختیار کر لیا تھا۔ یہ سوانحی تفصیل اس قدر وسیع پیمانے پر مانی جانے لگی کہ واقعی صحیفے کی شکل اختیار کر گئی۔

مسیحی مفسرین (بشمول ان کے جو عہد نامۂ جدید میں جمع ہوئے، مثلاً پال اور جان) ابرہام کی متاخر زندگی کی نسبت اس کے بچپن میں کم دلچسپی رکھتے تھے۔ اس کے برعکس اسلام نے ابرہام کے

لڑکپن اور نوجوانی میں دلچسپی لی۔ قرآن پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ پر تئیس سال کے عرصے میں نازل ہوا۔ پہلی آیت 610ء میں اتری۔ یہ وحی براہ راست اللہ کی جانب سے تھی اور حضرت محمد ﷺ نے اپنی جان کو مشکل میں گھرے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا (مفہومی ترجمہ): ''کبھی کوئی وحی اس حالت میں نہیں آئی کہ جب میں نے اپنی روح کو جسم سے نکلتے ہوئے نہ محسوس کیا ہو۔'' آپ ﷺ کو ابتدا میں اپنے ایک نئے مذہب کا بانی ہونے پر یقین نہ آیا، لیکن آپ ﷺ نے یہی سمجھا کہ آپؐ دین ابراہیمی کو ہی بحال کرنے آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی وضاحت کی کہ آپ ﷺ یہ نیا مذہب عربوں کے لیے لائے ہیں، جو مشرق وسطیٰ میں زرخیز علاقوں والے پڑوسیوں کے برعکس تب تک کسی پیغمبر سے محروم تھے۔

ہارورڈ یونیورسٹی میں مشرق قریب کی زبانوں کے شعبہ کے چیئرمین اور اسلام کے ایک سرکردہ مؤرخ بل گراہم نے کہا: ''وحدانیت کے سیاق وسباق میں میں اسلام کو ایک اصلاحی تحریک سمجھتا ہوں۔'' گراہم ایک بانکا، اور لڑکوں جیسا آدمی تھا جو ہیلمٹ پہنے بائیسکل چلاتا ہوا ہم سے ملنے آیا۔ اس نے مزید کہا، ''دوٹوک پیغام یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ دنیا کو سیدھی راہ پر واپس لانے کی خاطر قرآن لے کر عربوں کے درمیان مبعوث ہوئے۔''

چونکہ قرآن محض لوگوں کو پہلے سے معلوم سچائیوں کی ہی تجدید کر رہا تھا، اس لیے اس میں بیان کردہ کہانیاں ترتیب وار نہیں سنائی گئیں، بلکہ انہیں بطور حوالہ استعمال کیا گیا۔ مثلاً قرآن میں ابرہام یعنی حضرت ابراہیم کے متعلق کہانیاں شذروں کی صورت میں جابجا ملتی ہیں۔

گراہم کی رائے میں: ''قرآن ایک حوالہ جاتی انداز میں تخلیق (تحریر) کیا گیا۔ اس میں واقعات نئے سرے سے سنانے کی بجائے محض ان کا حوالہ دیا گیا۔ یہ امر یاد ہے جب ابراہیمؑ نے ایسا کیا.....' جیسے انداز تخاطب سے واضح ہے۔ اور اس 'جب' کا تعین آپ کو خود کرنا پڑتا ہے۔'' براہ راست بیانیہ انداز نہ ہونے کی وجہ سے قرآن میں کہانیاں تلاش کرنے کا تجربہ کتابِ پیدائش میں کہانیاں تلاش کرنے کی نسبت بہت مختلف ہے۔ لیکن تاثر ایک ہی جیسا ہے۔ ابرہام ایک تاریخی شخصیت کم اور ایک جیتا جاگتا انسان زیادہ ہے جو انسانی تاریخ کے متعلق نکات بتاتا جاتا ہے۔

''قرآن کا انداز کہانی سنانے سے زیادہ نصیحت کرنے کا ہے۔ ہر چیز اس تصور کی تابع ہے کہ

Marfat.com

ہم خدا کے خادم ہیں۔ چنانچہ ابراہیم کے متعلق بتائی گئی ہر بات ثابت کرتی ہے کہ ایک بت پرست دنیا کے درمیان وہ اپنے عقیدے کی مجسم مثال تھے،'' گراہم نے مزید بتایا۔

حتیٰ کہ لڑکپن میں بھی۔

ابراہیم کا بچپن بائبل نے نظر انداز کیا اور عہد نامۂ جدید میں اس کا ذکر تک نہیں۔ اب یہ صحیفے کی صورت میں سامنے آیا۔ اور یہ بچپن حیرت انگیز حد تک ان کہانیوں سے مشابہ ہے جو ایک ہزار سال سے جمع ہوتی آ رہی تھیں۔ چھٹی سورۃ میں ابراہیمؑ اپنے باپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ بتوں کو دیوتا کیوں سمجھتا ہے۔ باہر جا کر وہ ستاروں کو دیکھتے اور نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ دیوتا ہیں، حتیٰ کہ وہ غائب ہو جاتے ہیں۔ یہی صورت حال سورج اور چاند کے ساتھ بھی پیش آتی ہے۔ انجام کار انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان سب کے پیچھے خدائے واحد موجود ہے: میں تمہارے بتوں کو مسترد کرتا ہوں۔ میں اس کی سمت اختیار کروں گا جس نے آسمان اور زمین تخلیق کیے، اور راستی کی زندگی گزاروں گا۔ میں بت پرست نہیں۔

نوجوان ابراہیمؑ کی زندگی کا اگلا واقعہ اور بھی زیادہ جانا پہچانا ہے۔ ایک مشہور و معروف یہودی حکایت میں ابرہام یا ابراہیم عصا سے بتوں کو توڑ ڈالتا اور سارا الزام ایک بت کے سر پہ تھوپنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے باپ نے پوچھا، ''تم میرا مذاق کیوں اڑا رہے ہو؟ کیا ان بتوں کو کسی بات کا علم ہے؟'' سورۃ 21 میں بھی اسی قسم کی کہانی ہے، جہاں ابراہیمؑ بتوں کو توڑتے اور اعلیٰ ترین بت کو ان کی تباہی کا ملزم ٹھہراتے ہیں۔ ابراہیم نے کہا، ''ان سے پوچھو، اگر وہ تمہیں کچھ بتا سکیں۔'' باپ نے جواب دیا: ''تم جانتے ہو کہ وہ بول نہیں سکتے۔'' (مفہومی ترجمہ)

بیانات کی حیرت انگیز مشابہت دو مرکزی راہیں پیش کرتی ہے۔ ایک یہ کہ کہانی سچی ہے۔ ایک تو یہودیت کا کہنا ہے کہ ابرہام اور دیگر شخصیات کے متعلق زبانی روایت درحقیقت دوسرے ہزاریے قبل مسیح کے وسط میں کوہ سینائی پر خدا نے دیگر تحریروں کے ہمراہ عطا کی تھی۔ اسلام بھی قرآن کو کلام الٰہی مانتا ہے۔ دوسری آپشن یہ ہے کہ ابرہام کی کہانیاں خدا نے نہیں بلکہ خدا کے نشے میں سرشار لوگوں نے مرتب کی تھیں۔ آہستہ آہستہ یہ کہانیاں اس قدر عام ہوگئیں کہ یہودی اور عیسائی تاجروں کے ذریعے عرب تک پہنچ گئیں۔ اس صورت حال نے اِس دانشورانہ نکتۂ نظر کی توثیق کی

کہ اسلام نے خطے میں پہلے سے موجود عناصر اخذ کیے اور انہیں نئے اور وسیع تر سامعین کے لیے قابل رسائی بنایا۔

ہر دو صورتوں میں مشترکہ ورثے کی اہمیت واضح ہے: تینوں مذاہب ابرہام یا ابراہیم کے بچپن کو ایک ہی انداز میں دیکھتے ہیں۔ ابراہیم کی سوانح کی بنیاد میں ساری آل ابراہیم کے درمیان ہم آہنگی موجود ہے۔ اس ہمہ گیریت کی قدر و قیمت کو گھٹایا نہیں جا سکتا۔ تینوں مذاہب اور ہر دور میں ابرہام ایک سچا، مخلص، استنباطی استدلال کا اہل، عقیدے کی خاطر جدوجہد پر آمادہ اور صرف خود کو سمجھ آنے والا پیغام پھیلانے کے لیے پر جوش نظر آتا ہے۔ وہ پیغمبرانہ، ہیروئی، کرشماتی ہے۔ وہ خدا کے شایان شان ہے۔

اس ہمہ گیریت سے وابستہ ایک قوائی مسئلہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔ ابرہام کے بچپن کا ایک نادانستہ سبق یہ ہے کہ افراد جھوٹے مذاہب سے نجات پانے کے لیے خود کو آزاد محسوس کریں، چاہے اہلِ خانہ، اہل قوم یا سیاسی راہنما بھی مخالفت کیوں نہ کریں۔ یہ نکتۂ نظر ایک تناؤ کی توثیق کرتا ہے جو آج بھی موجود ہے؛ نوجوان لوگ اپنے والدین کا خدا مسترد کر کے اپنا خدا اپناتے ہیں۔ ابرہام نہ صرف مشترکہ ماخذوں بلکہ بنیاد پرستی کا مثالی نمونہ بھی بن جاتا ہے۔ ابرہام نے لڑکپن میں ہی اپنے عقائد کی وجہ سے سزا پائی اور بھٹی میں ڈالا گیا۔ بہ الفاظ دیگر ابرہام محض پہلا وحدانیت پرست ہی نہیں، بلکہ پہلا شہید بھی ہے۔

Marfat.com

2

پُکار

اکتوبر 1977ء کے اواخر میں ہفتہ وار کی ایک چمکیلی صبح میں مَیں نے بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ سواناہ، جارجیا میں Mickve Israel کینسہ کے چبوترے پر قدم رکھا۔ مَیں ایک نئے نویلے گہرے نیلے سوٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس تھا؛ میں نے سرخ نیلی اور سفید دھاریوں والی بڑی ٹائی باندھ رکھی تھی۔ میرے لہر یے دار سنہری بال کانوں کے اوپر لہرا رہے تھے۔ میں پریشان تھا۔

جب رنگ دار شیشوں والی کھڑکی میں سے ایک تیز روشنی چمکی تو میں نے چھوٹے سے سٹیج کے سامنے رکھی کھلی ہوئی آرک (مقدس طاق) میں سے توریت اٹھائی۔ مَیں نے ہینڈلوں سے نقرئی پوائنٹر، کراؤنز اور غلاف اتارے۔ نپے تلے انداز میں انجام دیا گیا ہر مرحلہ توقع سے زیادہ طوالت اختیار کرتا گیا۔ میں نے بکل کھولا اور طومار کھول کر سٹینڈ پر پھیلایا۔ ایک مختصر دعا پڑھنے کے بعد مَیں نے نقرئی پوائنٹر کو اپنی مٹھی میں بھینچا، ربی کی ہدایت پر عمل کیا اور ٹھہری ہوئی لرزاں آواز کے ساتھ عبرانی میں تلاوت کی: ''Vayomer hashem el-Avram lech-lecha.....''
(خداوند نے ابرام سے کہا تو نکل پڑ.....)۔

میری عمر تیرہ برس تھی۔

میں نے کتاب پیدائش باب 12 کی ابتدائی سطور پڑھی تھیں: ''خداوند نے ابرہام سے کہا، آگے بڑھو......''

میرے خاندان میں بارمتزواہ یعنی مذہب میں داخلے یا بیعت کی رسم ایک ''اہم موقع'' تھی۔ میں نے کئی برس پہلے ہی عبرانی کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ میں نے موسم گرما میں کیمپ میں اپنے حصے کی مشق کی۔ ملک بھر سے عزیز و اقارب جمع ہوئے۔ یہودی لڑکوں کے لیے مذہب میں داخلے کی رسم میرے لیے اور بھی زیادہ معنی رکھتی تھی کیونکہ میرے تلاوت کردہ حصے میں خداوند ابرہام کو اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر ارض موعودہ کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیتا ہے اور تین سال قبل میرے بھائی نے اپنی بارمتزواہ میں بھی یہی سطور پڑھی تھیں۔ ابرہام کی حیاتیاتی زندگی کو شروع کرنے والی یہ کہانی میرے ننھیالی خاندانی نام Abeshouse (ابرہام کا گھر) میں بھی بازگشت رکھتی تھی۔

میں نے تقریب کے اہم ترین حصے میں اپنی نظر میں ان دونوں روابط کا ذکر کیا۔ عبادت اور تلاوت کے بعد ربی بیٹھ گیا اور میں نے اکیلے پوڈیم (چبوترے) پہ جا کر مختصر کلمات شکر ادا کیے (جو خود ترتیب دیے تھے)۔ جب میں تین سو لوگوں کے سامنے تنہا کھڑا ہوا تو عبادت گاہ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میرے گھر والے کوئی نصف صدی سے اس کمرے میں عبادت کرتے آ رہے تھے۔ گرد کے ذرات سے لبریز دھوپ اور ہوا میں انتظار کی شدت موجود تھی، لیکن روایت کی ملائم اور استقبالی بغل گیری بھی پرجوش تھی۔

اور اچانک میری گھبراہٹ دور ہو گئی۔ میں نے ماں کی ہدایت کے مطابق لوگوں کے سروں کے اوپر سے نظر دوڑائی، بڑے سائز کے پیلے صفحات پر سبز روشنائی سے لکھے حروف پڑھتے ہوئے میرا نیا سوٹ ایک دم معدوم ہو گیا، میرے صفائی سے تراشے ہوئے بال موجود نہ رہے۔ درحقیقت بولنے کے لیے منہ کھولتے ساتھ ہی میرا سارا جسم تحلیل ہو کر میرے الفاظ بن گیا۔

اگر ہم ابرہام کی ابتدائی زندگی سے کچھ سیکھ سکتے ہیں تو وہ یہ ہے: جب انسان پکاریں تو خدا سن رہا ہوتا ہے۔ وہ حاران میں ابرہام کی درخواست سنتا اور جواب میں پکارتا ہے۔ کتابِ پیدائش

Marfat.com

باب 12 کے ابتدائی حروف عبرانی بائبل کے نہایت مسحور کن الفاظ میں شامل ہیں، نوع انسانی کی تاریخ میں ایک تقلیبی رخنہ۔ ابرہام کی ساری اولاد، اپنے میلانات سے قطع نظر ایک چیز پر متفق ہے: خدا نے ان الفاظ کے ذریعے نہ صرف ابرہام بلکہ ہر متلاشی شخص سے بات کی۔

لیکن حقیقت میں خدا کیا کہہ رہا ہے؟ اس سوال نے ماہرین الٰہیات، مذہبی علماء اور بارمتزواہ کے امیدواروں کو پشت در پشت سوچ میں ڈالے رکھا ہے۔ یہ پکار ایک کوڈ ہے، انسانیت کے لیے ایک مرموز بنیادی خاکہ۔ بس ان الفاظ کی گتھی سلجھالیں تو آپ خدا کی رحمت تلے زندگی گزاریں گے؛ انہیں نظر انداز کریں اور آپ مینار بابل کی طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

الفاظ اپنے آپ میں سادہ اور براہ راست ہیں:

اور خداوند نے ابرام (ابرہام) سے کہا کہ
تو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں کے بیچ سے
اور اپنے باپ کے گھر سے نکل کر
اس ملک میں جا جو میں تجھے دکھاؤں گا۔
اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا
اور برکت دوں گا،
اور تیرا نام سرفراز کروں گا،
سو تو باعث برکت ہو۔
جو تجھے مبارک کہیں میں ان کو برکت دوں گا
اور جو تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کروں گا،
اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔

خدا نے ان الفاظ کے ساتھ دنیا کو نئے سرے سے تخلیق کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ پہلے کی طرح وہ دنیا کو ہست میں لانے، انتشار میں سے ٹھوس زمین پیدا کرنے کے لیے صرف الفاظ استعمال کرتا ہے۔ صرف اس بار ابرہام دنیا کی ناف ہے، مقدس نقطۂ آغاز۔ قبۃ الصخرہ (دی راک)۔

سادگی اور سلیس پن کے باوجود ان الفاظ کے متعلق بہت سی چیزیں حیرت انگیز ہیں: اول، وہ

Marfat.com

ابرہام کے متعلق کیا بتاتے ہیں؛ نیز وہ بدلے میں کیا دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ میثاقات (Covenants) قدیم دنیا میں دو پارٹیوں کے درمیان باقاعدہ معاہدوں کے طور پر کافی مشہور تھے۔عموماً ان میں باہمی فرائض کی ادائیگی کا حلف اٹھایا جاتا۔کئی صورتوں میں اگر معاہدوں کا تعلق فرائض کی ادائیگی سے ہوتا تو مخصوص برکات حاصل ہوتیں، اور کوتاہی کے نتیجے میں لعنت ہوتی۔

اگرچہ ابرہام کی پکار کو عموماً ایک میثاق قرار دیا جاتا ہے، لیکن پہلی نظر میں یہ وصول کنندہ کی جانب سے کسی مرئی فرائض کی ادائیگی پر مشتمل نظر نہیں آتا۔مثلاً کوہ سینائی پر دیے گئے میثاق کے برعکس یہ معاہدہ کوئی احکامات یا قوانین نہیں رکھتا جن پر عمل کرنے کے ذریعے ہی ابرہام خدا کی برکات وصول کرسکتا ہو۔یہ خدا کی جانب سے ایک خالص فیاضی کا اظہار لگتا ہے، یک طرفہ وعدہ۔

قریب سے جائزہ لیا جائے تو ابرہام کو معاہدے میں دو کام کرنے کو کہا گیا۔اول، اسے اپنا آبائی وطن اور باپ کا گھر چھوڑنا ہوگا۔یہ کسی بھی سطح پر ایک غیر معمولی درخواست ہے، لیکن ابرہام کے بڑھاپے، بیوی کے بانجھ پن اور منزل سے لاعلمی کے پیش نظر یہ اور بھی زیادہ عمیق ہو جاتی ہے۔اس کی منزل صرف وہ ملک بتائی گئی ''جو میں تجھے دکھاؤں گا۔'' اگرچہ بعد میں خدا نے ابرہام سے وعدہ کیا کہ اس کی اولادوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہوگی اور وہ فرات اور نیل کے درمیان کی ساری زمین پر بسیں گے، لیکن اِس وقت خدا نے کافی رمزیہ انداز اختیار کرتے ہوئے بہت زیادہ کچھ کا مطالبہ کیا۔

یہ رمزیت ابرہام سے تقاضا کردہ دوسری چیز تک لیجاتی ہے: اسے معاہدہ پیش کرنے والے فریق کی جائز حیثیت قبول کرنا ہوگی۔یہ کوئی چھوٹا چیلنج نہیں اور کوہ سینائی پر اسرائیلیوں کی نسبت ابرہام کے لیے کہیں زیادہ سخت معلوم ہوتا ہے۔وہاں خدا وبائیں نازل کر چکا ہے، اس نے سمندر کو پاٹا، آسمان سے من وسلویٰ اتارا اور صحرا میں سابق غلاموں کی مدد کی۔پھر وہ پہاڑ پر طوفان برق وباراں کے طور پر ظاہر ہوا، مگر اسرائیلی اب بھی سنہری بچھڑا ڈھالتے اور میثاق میں شمولیت سے گریز کرتے ہیں۔

اس کے برعکس ابرہام کوئی طبعی مظہر نہیں دیکھتا...... کوئی جلتی ہوئی جھاڑی، کوئی مردہ مینڈک، کوئی الواح اور نہ ہی پتھر میں سے پھوٹتا ہوا پانی۔بدترین بات یہ کہ آواز نے اپنا تعارف بھی نہیں

Marfat.com

کروایا۔ بعد کی بائبلی شخصیات نے جانا کہ یہ غیر مجسم خطاب ''ابرہام کے خدا'' کا تھا اور انہیں خدا کا مختصر تعارف بھی میسر تھا۔ ابرہام کو ان میں سے کوئی بھی سہولت میسر نہ آئی۔

سو ابرہام کے خیال میں یہ وعدہ کون کر رہا ہے؟ آئندہ پشتوں نے خیال قائم کیا کہ ابرہام کو معلوم تھا کہ یہ آواز خدا، بالخصوص واحد اور اکیلے خدا کی ہے۔ اس نقطے پر تینوں مذاہب کی رائے واضح ہے۔ لیکن درحقیقت بائبل واضح نہیں۔ اگر کچھ ہے تو اس کے برعکس۔ ابرہام کو کنعان کی طرف بلانے والی آواز خداوند یعنی یہواہ کی ہے۔ بعد میں ابرہام نے ایل شدائی یا قادر مطلق خدا کی درخواست پر ختنے انجام دیے۔ اس نے ایل اولام یعنی ''ابدی خدا'' کے ایماء پر تمرس (جھاؤ، tamarisk) کا پودا لگایا۔ بہ الفاظ دیگر ابرہام متعدد دیوتاؤں کی خدمت کرتا نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ یہواہ نے بھی ایک کثیر صورتی کی توثیق کرتے ہوئے موسیٰ کو بتایا کہ وہ ابرہام پر ایل شدائی بن کر ظاہر ہوا تھا۔

ان اقتباسات سے پتا چلتا ہے کہ ابرہام (موسیٰ جیسا مکمل وحدانیت پرست ہونا تو درکنار) ہنوز اپنے اجداد کی کثرت پرستی کی بازگشت لیے ہوئے ہے۔ وہ ایک عبوری شخصیت ہے، دو دنیاؤں کی کشتیوں میں سوار۔ یہ حالت بھی یہواہ پر اس کا یقین کہیں زیادہ واضح کرتی ہے۔ کثرت پرست معاشرے...... ایسی دنیا جہاں دیوتا صورت اور ہیئت کے حامل تھے اور انہیں روزمرہ زندگی کی مرئی حقیقتوں، مثلاً چٹانوں اور درختوں کے ساتھ شناخت کیا جاتا تھا...... میں جڑیں رکھنے والا ابرہام ایک غیر مرئی، غیر جسمانی، ناقابل ادراک، ناقابل ثبوت دیوتا پر ایمان لانے کو تیار ہے۔ ابرہام ایک خیال پرست ہے۔

ان میں سے کوئی بھی نقطہ اہم ترین ہو سکتا ہے۔ تاہم، اس نے آواز کو سمجھا۔ پکار اب بھی ابرہام کے لیے ایک یادگار آزمائش ہے۔ اسے مافوق الفطرت ماخذ کا کوئی علم نہیں، اس نے اپنا بچپن تاریخ کا مطالعہ کرنے میں نہیں گزارا، اسے اس کے ساتھ کوئی لگاؤ بھی نہیں؛ لیکن ابرہام اس تجریدی درخواست سے مافوق الانسان وابستگی ظاہر کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ سورماؤں کی کہانیوں کے نوجوان کی طرح ابرہام کو بھی اپنی محبوبہ کا ہاتھ جیتنے کی خاطر پہلے عملی طور پر اپنی محبت کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔

⊙ ⊙ ⊙

Marfat.com

لیکن کس قسم کی کشش! اگر خدا ابرہام سے دنیا طلب کر رہا ہے تو اس نے جواب میں ایک دنیا پیش بھی کی۔ قبل ازیں خود کو نسل کُش غضب کا حامل قصاب ظاہر کر چکا خدا اب خود کو پر جلال خصوصیات کے لائق ظاہر کرتا ہے۔ وہ واضح طور پر ابرہام سے اپنی تجویز قبول کروانا چاہتا ہے۔ درحقیقت اس کی پیش کش کی وسعت بتاتی ہے کہ اسے بھی ابرہام کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی ابرہام کو اس کی۔

اپنے پیمان کی ایک علامت کے طور پر خدا نے ابرہام سے وعدہ کیا کہ وہ چار چیزیں پائے گا: وہ ایک بہت بڑی قوم کو جنم دے گا، وہ برکت پائے گا، اس کا نام عظیم ہوگا، اور اس کا نام دوسروں کے لیے باعث برکت ہوگا۔ خدا نے یہ وعدہ بھی کیا کہ جو ابرہام کو مبارک کہیں وہ ان کو برکت دے گا اور جو ابرہام پر لعنت کرے اس پر وہ لعنت کرے گا۔

عنایات کی اس فہرست میں حیرت انگیز بات اس کا مخصوص سے ہمہ گیر کی طرف جانے کا انداز ہے۔ خدا کہتا ہے، ''اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا۔'' یوں وہ ابرہام کو ایک بیٹا عطا کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ خالق خدا ابرہام کو بھی ایک خالق بنائے گا اور ایسا کرتے ہوئے اپنی کچھ رفعت کو زمین پر منتقل کر دے گا۔

خدا کا ابرہام کو منتخب کرنا بہت بڑے خطرات بھی پیدا کرتا ہے۔ تخلیق کے ساتھ خدا نے ایک ایسی دنیا تخلیق کی جس میں انسان دیگر مخلوقات پر تو اختیار رکھتے تھے، لیکن ایک دوسرے پر نہیں۔ اب اسے درجات کے نظریے سے متعارف کروایا جاتا ہے: ''جو تجھے مبارک کہیں میں ان کو برکت دوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کروں گا۔'' انسانوں کا ایک گروہ خدا کی برکات حاصل کرتا ہے؛ اور دوسرا محروم رہتا ہے۔ خدا تو اب بھی ایک ہی ہے، لیکن انسانوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ابرہام اور اولاد کے درمیان کوئی بھی تنازع کھڑا ہونے سے قبل ہی اس کی اولاد اور ہر دوسرے شخص کے درمیان ایک بہت بڑا ممکنہ مسئلہ موجود ہے۔

خدا اس ممکنہ ناکامی سے آگاہ لگتا ہے، کیونکہ وہ اسے متعارف کرواتے ساتھ ہی فوراً اسے منسوخ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حیاتیاتی زرخیزی کے لیے ابرہام کی انفرادی ضرورت پوری کرنے کے وعدے کے بعد خدا نے ابرہام کو پیشکش کی کہ وہ ساری دنیا کو متبادل، روحانی زرخیزی

Marfat.com

مہیا کر دے۔ یہ بات ان الفاظ میں کہی گئی...... ''اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔'' یہیں پر خدا نے ابرہام کو ابد تک کے لیے رفیع الشان حیثیت عطا کر دی۔

ابرہام اب محض انفرادی ضروریات والا ایک فرد نہیں رہا۔ وہ زمین پر خدا کا نائب بن گیا ہے۔ یہ علامتیت اس قدر عمیق ہے کہ صدیوں تک اثر انداز ہوتی رہی اور پشت در پشت بڑھتے بڑھتے آج اربوں لوگوں کی دعاؤں میں اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے: ابرہام کو اپنی خاطر نہیں بلکہ دنیا کی خاطر منتخب کیا گیا تھا۔

یہ پکار کی مطلق طاقت ہے: یہ اہل ایمان کو خدا کی طرف آنے کا بلاوا ہے۔ خدا نے ایک مرتبہ پھر انسانیت کو زیتون کی ایک ڈالی بھیجی۔ وہ مشورہ دیتا ہے کہ اگر تم اپنی زندگی میرے اختیار میں دیدو تو جزا پاؤ گے۔ چونکہ انسانوں نے ماضی میں اس ڈالی کا مذاق اڑایا، اس لیے خدا ایک پیشگی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے: آج کیے ہوئے عمل کا پھل تم آنے والے کل میں پاؤ گے۔

ثبوت کا یہ مطالبہ ایک خوفناک رخنہ متعارف کرواتا ہے۔ خدا کے بلاوے میں قربانی اور حتیٰ کہ انعام بھی معلوم ہے، لیکن راستہ، جائے وقوع اور حتیٰ کہ پیغام دینے والا بھی نامعلوم ہے۔ ابرہام کی اولاد ہونے کا مطلب اس رخنے میں زندگی گزارنا ہے...... اپنے آبائی وطن پر ایک نظر ڈالنا، اپنی بے نام منزل کی جانب غور سے دیکھنا اور سوچنا کہ کیا مجھ میں آگے بڑھنے کی ہمت ہے؟

ابرہام نے آگے کی جانب جست لگائی اور یوں خود کو ہمیشہ کے لیے محفوظ بنالیا۔ متن اس قدر ناقابل تردید ہے کہ اہمیت کو تقریباً چھپا لیتا ہے: ''سو ابرام خداوند کے کہنے کے مطابق چل پڑا۔'' اس نے یہ کام خاموشی سے کیا اور اپنے الفاظ کی بجائے قدموں کے ذریعے معاہدے کو قبول کیا۔ سیلانی آدمی وہی کام کرتا ہے جو سب سے اچھا کر سکتا ہو، وہ چلتا ہے۔ بس اب خدا اس کے ہمراہ ہے۔ اور ایسا کرنے کے ذریعے ابرہام امٹ نقوش پا چھوڑ گیا: وہ خدا پر یقین نہیں رکھتا، وہ خدا کو مانتا ہے۔ وہ ثبوت نہیں مانگتا، بلکہ مہیا کرتا ہے۔

خدا کے ساتھ ابرہام کا اَن کہا میثاق اس قدر عالیشان ہے کہ یہ تینوں ابراہیمی مذاہب میں

Marfat.com

ایک مرکزی شہتیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ مفسرین نے بحث کی کہ تعلق کا آغاز خدا نے کیا یا ابرہام نے؟ عبرانی بائبل کی متاخر کتب یہ رفعت خدا سے منسوب کرتے ہوئے لگتی ہیں۔ عبرانی پیغمبر یسعیاہ نے خداوند کے ابرہام کو ''نجات دلانے'' کے متعلق بات کی؛ پیغمبر نحمیاہ نے خداوند کی تعریف کی کہ اس نے ابرہام کو ''چنا'' اور اسے اُر سے نکال لایا۔

روایتی طور پر پکار کو ہجرت کے ایک عمل کا نقطۂ آغاز خیال کیا گیا جس کا نقطۂ عروج ابرہام کا ارض موعودہ میں پہنچنا تھا۔ جیسا کہ نحمیاہ نے کہا، ''تو نے اس کا دل اپنے حضور وفادار پایا اور کنعانیوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرزیوں اور یبوسیوں اور جرجاسیوں کا ملک دینے کا عہد باندھا تا کہ اسے اس کی نسل کو دے اور تو نے اپنے سخن پورے کیے کیونکہ تو صادق ہے۔''

بعدازاں جب یہودی ارض موعودہ سے نکالے گئے تو یہودی مفسرین نے زور دیا کہ ابرہام کا روانہ ہونا ایک زیادہ داخلی، روحانی سفر کا نمائندہ تھا۔ ابرہام اب خدا کی نظر میں موزوں بنتا ہے۔ مثلاً قرون وسطیٰ کے ربیوں نے کہا کہ ''نکل پڑو'' (lech-lecha) کی تفسیر ''اپنے آپ کی طرف جاؤ'' ہونا چاہیے، جیسا کہ اپنی جڑوں تک جاؤ، اپنی حقیقی توانائیت کو دریافت کرو۔ دیوار گریہ کے پاس ڈیوڈ ولنا نے وضاحت کی تھی: ''بطور یہودی ہم ترقی اور نشوونما کے لیے پرعزم ہیں، لیکن یہ درست وجوہ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ ہمیں یہ کام اپنے لیے کرنا ہوگا۔''

دریں اثناء اسلام خدا کے سامنے ابرہام/ ابراہیم کی اطاعت پر زور دیتا اور پکار کو اس کی بھگتی کا انعام خیال کرتا ہے۔ ''بے شک ابراہیم ایک جماعت تھا اللہ کا فرماں بردار ایک طرف کا۔'' (سورۃ 16، النحل) لفظ 'مسلم' کا مطلب اصل میں ''خدا کا اطاعت گزار'' ہے، اور صحیفے میں ارشاد ہوا کہ ابراہیم ایسی مثالی اخلاقیات کے حامل تھے کہ بابل میں لڑکپن کے دوران بھی حنیف تھے، یعنی خالص وحدانیت کے پیروکار۔

قرآن کے مطابق ان بنیادی خصائل کے اعتراف میں ہی خدا نے ابراہیم کو منتخب کیا اور ایک عظیم قوم کا راہنما بنایا۔ ''اور جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند کاموں کے ساتھ آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دکھایا۔ فرمایا، میں تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ کہا، اور میری اولاد میں بھی۔ فرمایا، میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچے گا۔'' (سورۃ 2) متن میں اِس موقعے کو مسلمانوں کی

Marfat.com

ایک قوم کا نقطۂ آغاز بتایا گیا جو حضرت محمد ﷺ پر منتج ہوا۔

نیویارک سٹی میں مسجد الفرح کے امام اور اسلام پر ایک بین الاقوامی لیکچرر شیخ فیصل عبدالرؤف نے کہا، ''ہم حضرت ابراہیمؑ کو اسلام کا بانی سمجھتے ہیں۔'' نہایت متین شیخ عبدالرؤف کی پیشانی کشادہ، داڑھی تراشی ہوئی ہے اور وہ مسحور کن انداز میں بات کرتا ہے۔ اس نے مین ہیٹن میں مجھے اپنے لیونگ روم میں خوش آمدید کہا جہاں بدوی چٹائیاں بچھی تھیں۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس نے اپنی بات جاری رکھی: ''میں خدا کے ساتھ ابراہیم کے عہد کو ایک ذاتی عہد نہیں سمجھتا۔ یہ عہد ایک نظریہ ہے۔ جس کی توثیق ابراہیم کو کرنا تھی کہ ایک خدا پر یقین ان کے ساتھ ہی دنیا سے رخصت نہ ہو جائے۔ کہ وہ یہ پیغام اپنی اولاد کو منتقل کریں گے اور لوگوں کی ایک قوم تعمیر کریں گے جن کا اجتماعی شعور خدا کی اطاعت کے ذریعے متعین ہوتا ہے۔ ابراہیمؑ کا نظریہ امریکی عہد وفاداری جیسا ہے: خدا کے ماتحت ایک قوم۔''

چونکہ ابراہیم نے مکمل اطاعت اختیار کی، اس لیے خدا نے اسے چنا اور سیدھی راہ پہ چلا کر بابل سے باہر لایا اور شام تک پہنچایا...... ایک جغرافیائی علاقہ جس میں کنعان بھی شامل ہے۔ قرآن میں اس سرزمین کو ''ساری نوع انسانی کے لیے بابرکت'' قرار دیا اور بتایا گیا کہ ابراہیم نے خدا کی پرستش کی خاطر جانے پر رضامندی ظاہر کی۔

یہودیت کی طرح اسلام بھی اسے خارجی کے ساتھ ساتھ ایک داخلی سفر بھی سمجھتا ہے۔ شیخ عبدالرؤف نے کہا، ''روحانیت کی جانب رجحان رکھنے والے تمام مسلمان کہتے ہیں کہ ہمیں سنت ابراہیمی کے مطابق عبادت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمیں دنیا کی جانب ابراہیمی طرز عمل اپنانا چاہیے۔ ہمیں اپنی ہستی میں ابراہیمی بننا چاہیے۔''

اور سنتِ ابراہیمی کو وہ کیسے بیان کرتا ہے؟

''اول، خدا سے مکمل لگاؤ، چاہے اس کی خاطر گھر اور شہر ہی کیوں نہ چھوڑنا پڑے۔ دوم، خدا کے ساتھ اپنا ذاتی عہد باندھنا۔ ہم میں سے ہر شخص خدا کے ساتھ ایک عہد کرتا ہے: میں تجھے خدا مان کر تیری عبادت کرتا ہوں اور تو میری مدد کرے گا۔ اور سوم، عمیق ترین سطح تک خود کو جاننا۔ مذہب کا بنیادی مقصد خدا کو جاننا ہے، لیکن ایسا کرنے کا واحد طریقہ خدا کو اپنے شعور کے اندر

Marfat.com

دریافت کرنا ہے۔ ابراہیمؑ کے ساتھ ایسا ہی ہوا، اور ہمارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ ایسا کرنے والا کوئی بھی شخص خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر زندگی گزارنے کی راہ منتخب کرے گا۔''

اگر یہودی اور مسلمان پکار کو اہم خیال کرتے ہیں تو عیسائیوں کے نکتۂ نظر میں یہ ابرہام یا ابراہیم کی زندگی کو متعین کرنے والا فعل ہے۔ یروشلم کے لیے روانگی سے قبل میں اپنے آبائی شہر میں کچھ بوڑھے عزیز واقارب سے ملنے گیا۔ سب سے پہلے میری ملاقات جان لائنز (Lyons) سے ہوئی جو میرے بچپن کے گھر کے سامنے رہتا تھا۔ نو آئرش کیتھولک بہن بھائیوں میں سب سے بڑے جان نے کافی غور وخوص کے بعد پادری بننے کا فیصلہ کیا تھا۔ میری ماں نے اسے فیصلہ کرنے کے دوران کافی مدد دی۔ ماں کی بنائی ہوئی ایک پینٹنگ میں اس کے تذبذب کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔

فادر جان نے کہا، ''ابرہام کی پکار خدا کے تمام بچوں کے لیے اہمیت کی حامل ہے۔'' تقریباً پچاس سالہ جان کے تیزی سے گرتے ہوئے بال سرخ رنگ کے تھے اور وہ اپنی فلالین شرٹ میں پادری سے زیادہ ایک لکڑ ہارا دکھائی دیتا تھا۔ ''پکار کو قبول کر کے ہی وہ عقیدے کا بانی بنا۔''

میں عیسائیت میں ایمان کے ایک نظریے پر بات کرنے آیا تھا جس کے متعلق پڑھا تو تھا لیکن پوری فہم نہیں تھی۔ بہت سے ابتدائی عیسائیوں کے لیے ایمان کا منبع ابرہام کی روانگی کی کہانی میں تھا۔ شروع میں یہ تعلق پہلی صدی عیسوی کے یہودی پال (پولوس) نے جوڑا جو عیسائیت کے تادیب کنندہ کی بجائے مبلغ بن گیا۔ پال کی نظر میں ابرہام کی اولیت یہ تھی کہ خدا کے ساتھ اس کا عہد ایمان پر مبنی تھا، بالخصوص خدا کے وعدے سے ''امیدِ لاحاصل'' لگانا کہ وہ اپنے بڑھاپے کے باوجود اولاد پیدا کرے گا۔ رومیوں میں پال لکھتا ہے: ''وہ اپنے مردہ سے بدن اور سارؔی کے رحم کی مردگی پر لحاظ کرنے کے باعث ایمان میں ضعیف نہ ہوا۔''

پال نے زور دیا کہ غیر یہودی لوگ اس قسم کا ایمان لانے کے قابل تھے، چنانچہ انہیں الوہی نجات کے دائرۂ عمل میں لایا جا سکتا تھا۔ ابرہام کی اولاد ہونے کا مطلب خدا کی پکار کا جواب دینا ہے، ایک سفر شروع کرنا، ایک مسافر بن جانا۔ آج آدھی دنیا کا مذہب عیسائیت ہونے کی وجہ سے

Marfat.com

ہم بہ آسانی بھول چکے ہیں کہ ابتدائی عیسائیوں نے بیگانے پن کے ایک طاقت وراحساس کا تجربہ کیا۔ روانگی عیسائی شناخت کا طرۂ امتیاز ہے۔

فادر جان نے سادہ اور غیر مکلّف آواز میں وضاحت کی: ''ابرہام کا دیا ہوا سبق یہ ہے کہ آپ کو سب کچھ داؤ پر لگانا ہوگا۔ آپ کو سب کچھ خدا پر چھوڑ نا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ عہد نامۂ جدید میں یسوع مسیح نے کہا کہ جب تک تم خدا کی بادشاہت کی خاطر شوہر، بیوی، ماں، باپ اور بچوں کو چھوڑنے کے قابل نہ ہو جاؤ، تب تک میرے پیروکار بننے کے اہل نہیں۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ اگر آپ بہت زیادہ آرام پسند، یا بہت زیادہ محفوظ یا چیزوں پر بہت زیادہ مقتدر ہیں تو آپ خدا پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہوں گے۔

''اور بائبل کہتی ہے، 'ابرہام، میں چاہتا ہوں کے تم مجھ پر کامل بھروسہ رکھو۔' تم کو معلوم نہیں ہو گا کہ اگلا کھانا کہاں سے آئے گا۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارا گھر کہاں ہے۔ اگر تم میرے ساتھ عہد باندھنا چاہتے ہو تو بدن کے ایک ایک روئیں کے ساتھ مجھ پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ اور اگر تم نے ایسا کر لیا تو میں تمہیں برکت دوں گا۔' ''

یہودیوں اور مسلمانوں کی طرح عیسائیوں کے لیے بھی پکار میں ایک داخلی سفر ملوث ہے۔ جیسا کہ فادر جان نے کہا، ''ہم میں سے زیادہ تر لوگ کبھی بھی ایسا خطرہ مول لینے پر تیار نہیں ہوں گے، لیکن ہمیں آمادہ ہونا ہوگا۔ ہمیں کہنا پڑے گا: 'اے خدا، اگر تو مجھے پکارتا ہے تو میں تیری رحمت قبول کرنے کے لیے عبادت کروں گا۔' ضروری نہیں کہ آپ جسمانی سطح پر ہی ایسا کریں، آپ روحانی سطح پر خدا سے کہہ سکتے ہیں: 'تیری پیروی کرنے سے مجھے اس علم کی طمانیت ملے گی کہ میری زندگی بھی باوقعت ہے۔'

''یہ خداوند کی دعا (Lord's Prayer) جیسی ہے۔ جب میں تبلیغ کرتا ہوں تو لوگوں سے کہتا ہوں کہ یہ بہت خوفناک دعا ہے۔ کیونکہ جب آپ دعا کرتے ہیں کہ 'خدا کی منشا پوری ہو،' تو آپ کہہ رہے ہوتے ہیں: 'ٹھیک ہے، اے خدا، میں تیری مرضی کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں۔' تاہم، ہم میں سے زیادہ تر لوگ اپنی مرضی کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ زیادہ تر لوگ چیزوں پر قابو پانے کو بے قرار ہیں۔ ہم یہ جاننے کا تحفظ چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک مکان، ملازمت، بچوں کے

Marfat.com

لیے تحفظ، بینک میں کچھ رقم موجود ہے۔ اور خدا کہتا ہے کہ یہ چیزیں زندگی میں درکار حقیقی تحفظ نہیں دلا سکتیں۔''

''لیکن یہ کیسے پتا چلتا ہے کہ خدا آپ کو واقعی پکار رہا ہے؟'' مَیں نے پوچھا۔

''کتنا اچھا ہوتا اگر خدا کی جانب سے آنے والی ای میلز میں کہا جاتا، 'میں چاہتا ہوں کہ تم ربی، مصنف، پادری بنو۔' میں نوجوانوں کو بتانے کی کوشش کرتا ہوں کہ خدا انہیں کیا سمجھانا چاہتا ہے، آپ کو خاموش رہنے اور اپنی زندگی پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔ کل میں اپنی بھانجی مالی کے ساتھ کار پر شہر میں گھوم رہا تھا۔ وہ ہائی سکول میں سال دوم کی طالبہ ہے۔ اُسے میری گاڑی میں پڑی سی ڈیز پسند نہ آئیں۔ میں نے کہا، 'ہم خاموش رہ سکتے ہیں۔' وہ بولی، 'اوہ، نہیں! خاموشی بہت بور کرتی ہے!'

''ہم میں سے زیادہ تر لوگ خاموشی پر مطمئن نہیں ہوتے۔ ہم گھر میں داخل ہوتے، سٹیریو آن کرتے، ٹی وی کی آواز سن کر جاگتے، ٹی دیکھتے ہوئے سوتے ہیں، ہم سب پر موسیقی اور الفاظ کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ یسوع مسیح اور ابرہام نے صحرا کا رخ کیا۔ وہ توجہ غصب کرنے والی تمام چیزوں سے دور چلے گئے۔

''کچھ ہی عرصہ پہلے ایک خاتون میرے پاس آئی اور کہنے لگی، 'مجھے یہ فیصلہ کرنے میں مدد چاہیے کہ اپنا ہارٹ ٹرانس پلانٹ کرواؤں یا نہیں۔' میں نے کہا، 'میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ میں صرف یہی بتا سکتا ہوں کہ تمہیں چھٹی کے روز کسی اور جگہ جا کر خاموش بیٹھنے اور عبادت کرنے کی ضرورت ہے۔ تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے بات کرو...... اپنے ڈاکٹر اور اپنے شوہر سے۔ لیکن اپنے ساتھ اور خدا کے ساتھ طمانیت صرف خاموشی میں حاصل ہوگی۔'''

''تو ابرہام کا پیغام ہے کہ بس نکل پڑو؟''

''ابرہام کا پیغام تنہا، خاموش ہونا اور سننے پر توجہ دینا ہے۔ اگر آپ کو پکار ہی نہ سنائی دی تو کبھی نہیں جان سکیں گے کہ آپ کو کس سمت میں روانہ ہونا ہے۔''

فادر جان سے ملاقات کے بعد مَیں Mickve اسرائیل میں رکا جو ملک کا تیسرا قدیم ترین

کینسہ اور میری زندگی میں فیصلہ کن کردار ادا کرنے والی جگہوں میں سے ایک ہے۔ آرنی Belzer میرے بچپن کے ربیوں میں سے ایک نہیں تھا، لیکن وہاں تعیناتی کے برسوں کے دوران اس نے میری بہن کی شادی کی تقریب انجام دی، میرے دادا کی مدح لکھی اور میرے چچا کو یادگار بنایا۔ وہ ایک دوستانہ اور فصیح البیان شخص اور خوب صورت کاروں کا شوقین ہے۔ ہم ہمیشہ کی طرح گرم عبادت گاہ میں بنچوں کی گدیوں پر بیٹھ گئے۔ گوتھک محرابوں کو نیا نیا بادامی رنگ کیا گیا تھا۔ ہم نے کتاب پیدائش کا باب 12 کھولا۔

''جو چیز ہمیشہ میری توجہ اپنی جانب کھینچتی ہے وہ ابرہام کا ایک نامعلوم خدا کی پکار پر عمل کرنا تھا۔ اور اس نے کوئی سوال نہ کیا: کہ مجھے کوئی چیز دکھاؤ، کوئی نشانی! تمہارا نام کیا ہے؟..... حتیٰ کہ یہ سوال موسیٰ نے بھی پوچھا۔ یہ بہت زور دار ہے-- غیر معمولی بھروسے کی ایک مثال۔ لیکن یہ یہودیانہ نہیں لگتی۔ ہم عموماً اُس ابرہام پر زور دیتے ہیں جس نے بعدازاں خدا سے دلیل بازی کی۔ لیکن یہ مکمل اطاعت کو سراہنے والے اسلام کے لیے ایک عظیم مثالی نمونہ ہے؛ اور عیسائیت کے لیے بھی جو ایمان کو اولیت دیتی ہے۔''

''میں سوچتا ہوں کہ کیا یہ زندگی کے لیے بھی ایک اچھا مثالی نمونہ ہے یا نہیں۔ اس نے خاندان سے ناتا توڑنے کے ذریعے اپنے خاندان کو پایا'' میں نے کہا۔

ربی Blezer نے جواب دیا: ''ناتا توڑے بغیر آپ پروان نہیں چڑھتے۔ جب میں ربیوں کے مدرسے میں تھا تو ایک ماہر نفسیات نے مجھے بتایا: جس لمحے میں آپ بڑے ہوں، ضروری نہیں کہ وہ لمحہ آپ کے والدین کی نظر میں بھی اہمیت کا حامل ہو۔ یہ بات میرے لیے ایک انکشاف سے کم نہ تھی۔ اس نے کہا، 'ٹھیک ہے، آپ اپنے والدین سے محبت کرتے ہیں، آپ کو ہمیشہ اپنے والدین سے محبت ہے، لیکن اگر وہ آپ کے کسی عمل کی منظوری نہیں دیتے تو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اگر آپ اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر کہیں چلے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ہوسکتا ہے انہیں مایوسی ہو۔ وہ آپ کی کمی بھی محسوس کریں گے، لیکن اب آپ بڑے ہو چکے ہوتے ہیں۔'

''میں ایک شخص کو جانتا ہوں جس کی عمر اب پچاس برس ہے، اور وہ ابھی تک بڑا نہیں ہوا۔ ٹھیک ہے، ابرہام نے بڑے اور بالغ ہونے کے لیے اپنی زندگی میں کافی دیر تک انتظار کیا۔ لیکن

Marfat.com

ہم سب کو اپنے والدین سے جدا ہونا پڑتا ہے، چاہے تشبیہاتی طور پر ہی سہی۔ مَیں اُس شخص سے یہ نہیں کہنا چاہتا: ’جلد ہی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمہارے والدین آ رہے ہیں۔‘ لیکن ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی شخص اسے ’lech-lecha‘ (نکل پڑو) کہے۔‘‘

’’تو ابرہام ایک مثالی نمونہ ہے؟‘‘

’’ ’میں تجھے برکت دوں گا، اور تیرا نام سرفراز کروں گا، جو تجھے مبارک کہیں میں ان کو برکت دوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کروں گا۔ اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔‘ واضح طور پر وحدانیت کی برکت یہی ہے جس پر یہاں بات کی جا رہی ہے۔ خدا کہتا ہے، ’ابرہام، تیری بدولت میرے متعلق علم ساری دنیا میں جا رہا ہے۔‘ مجھے لگتا ہے کہ یہ الفاظ میرے، آپ کے اور ہم سب کے لیے لکھے گئے تا کہ ہم پیچھے مڑ کر دیکھیں اور سمجھیں۔ ’میں اس تسلسل کی کڑی ہوں۔ مَیں اب بھی بقیہ ساری دنیا کے لیے برکت ہوں۔‘ ‘‘

مَیں نے اس سے پوچھا کہ کیا ابرہام کا خدا توحید والا خدا تھا یا کچھ اور۔

’’اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں ہمیشہ ایک نظر نہ آنے والے دیوتا اور ایک وحدانی خدا کو اکٹھا رکھتا ہوں۔ غیر مرئی دیوتا کی اہمیت یہ ہے کہ وہ کسی مخصوص مقام سے منسوب نہیں؛ یہ مکمل اور کُلی طور پر انتقال پذیر ہے۔ آپ اسے دنیا میں کسی بھی جگہ لیجا سکتے ہیں۔ آپ اس سے جدا نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ آپ کے سنگ رہے گا۔ ہم ایک مکمل طور پر نقل پذیر مذہب تعمیر کر رہے تھے۔‘‘

’’اور وہ مذہب کیا ہے؟‘‘

’’ ’ابرہام ازم‘ (ابرہامیت)‘‘ وہ کہتا ہے کہ اپنی سرزمین میں موجود نہ ہونا کوئی مسئلہ نہیں، سرے سے کوئی وطن نہ ہونا بھی کوئی بات نہیں۔ اس نے یہ جانتے ہوئے اپنے باپ کا گھر چھوڑ دیا کہ وہ ہمیشہ اس کے دل میں رہے گا۔ میں کہیں اور جا کر کچھ نیا تلاش کروں گا۔ میں اپنی قسمت ایک نقل پذیر دیوتا کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں گا...... جو ہر کسی کا، ہر کہیں کا خدا ہے۔‘‘

’’اگر آپ کی بات کو درست مان لیا جائے تو ابرہام کی ساری کہانی میں پکار سب سے زیادہ ہمہ گیر اقتباس ہے،‘‘ میں نے کہا۔

’’بالکل۔ پکار میں کہا گیا ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق جانی پہچانی چیزوں کی بجائے اجنبی پن کے

Marfat.com

ساتھ تعلق کا نام ہے۔ ہم سب بیگانے اور اجنبی ہیں۔ ابرہام بابرکت ہے...... دنیا کی قومیں برکت یافتہ ہیں...... کیونکہ اس نے کسی اور جگہ جانے اور اجنبی بننے کی ہمت دکھائی۔ میری بات کا یقین کریں کہ اپنی زندگیوں میں کسی نہ کسی وقت ہم سبھی کو دوسری جگہ جانا اور خود کو اجنبی بنانا پڑتا ہے۔''

جب اس نے اپنی بات مکمل کی تو میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ رنگ دار شیشے والے طاق میں روشنی جل رہی تھی، دیوار پر میرے خاندان کے مرچکے افراد کے ناموں کی تختیاں لگی تھیں۔ میری ماں اب بھی اس یادگار کے قریب بیٹھنا پسند کرتی ہے۔

مجھے اپنی بار متزواہ کی رسم یاد آئی۔ اس چھٹی کے روز ہونے والی تمام کارروائیوں میں سے ایک مجھے خصوصاً یاد رہی۔ ہفتے کی شام کو تقریب کے بعد میرے والدین نے تقریباً ستر عزیز و اقارب کو گھر پر مدعو کیا تھا۔ میں نے کارڈرائی (Corduroy) کا موٹا سوٹ اور واسکٹ زیب تن کر رکھی تھی۔ پارٹی کے نصف میں باپ نے مجھے بار کے پاس بلایا جو باورچی خانے کے نزدیک بنائی گئی تھی۔ اس نے ایک جن کا آرڈر دیا اور جام میرے ہاتھ میں تھما کر کہا، 'بیٹے، اب تم ایک مرد ہو۔ تم اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہو۔''

کنیسہ میں بیٹھے ہوئے مجھے بچپن کا وہ لمحہ یاد آیا۔ اچانک مجھے اس کمرے کی مٹی سے مربوط طاقت، توریت کی آیتوں کی تلاوت، اپنے باپ کے الفاظ کا مفہوم اچھا لگنے لگا۔ میں دریافت کر رہا تھا کہ ابرہام کی میراث کا ایک حصہ ایک گرمائش والی جگہ سے مربوط لیکن اس جگہ کو چھوڑنے کی تیاری کرنا بھی تھا۔ کسی روز اپنا خاندان پانے کا واحد طریقہ پہلے اپنے خاندان سے جدا ہونا ہے۔ آپ اس عمل کے باعث ہمیشہ پیچھے چھوڑے ہوئے خاندان سے قریب تر ہو جاتے ہیں۔ کم از کم میرے معاملے میں علیحدگی کے دھچکے نے مجھے ان احساسات کی قدر افزائی کرنے میں مدد دی جو بصورت دیگر محو ہوتے ہوئے لگتے تھے۔ تنہا ہونے کے دکھ نے مجھے گھر کی میراث دریافت کرنے کے قابل بنایا جو میں ہر جگہ ساتھ لیے پھرتا ہوں۔ اور اپنے والدین سے جدائی نے مجھے محسوس کروایا کہ ماں باپ کا ہونا ایک برکت ہے...... اور خود مختار ہونے کا احساس زیر سرپرستی ہونے کے احساس سے غیر مطابق نہیں۔

جوانی میں ابرہام کی کہانی دوبارہ پڑھنے کے بعد ہی مجھے متن میں تہہ در تہہ مشن یا زندگی میں

Marfat.com

اس کے مقصد کی تفہیم حاصل ہوئی۔ خوش قسمتی سے میرے والدین نے یہ بات پہلے سمجھ لی۔ میں لڑکپن میں اِس جگہ آیا تھا، اور میرے باپ نے ہی اصرار کیا تھا، ”نکل پڑو۔“

Marfat.com

آلِ ابراہیم

Marfat.com

3

اسمٰعیل

آج کی صبح صحرا سرسبز ہے۔ رنگ آنکھوں کو خیرہ کیے دے رہا ہے۔ اونٹوں کی ایک قطار بے خبری کے عالم میں قریب سے گزر رہی ہے۔ ایک عقاب لاپروائی سے منڈلا رہا ہے۔ لیکن نیچے سنگلاخ دریائی گزرگاہ میں کوئی چھ ماہ سے سورج کی تمازت میں جھلسا ہوا سبزہ پیاسی زمین میں ہی پرسکون ہے: موسم سرما آ گیا ہے۔ پانی آ گیا ہے۔

رامی حروبی نے کہا، ''یہ بیر سبع (Beer-sheba) کا صحرا ہے۔ یہ ابرہام کا صحرا ہے۔''

رامی حروبی اُس بین الاقوامی نسل سے ہے جو بالخصوص مشرق وسطیٰ میں عام ہے: ایسا شخص جو فطری شاعری کا مداح، ریت کی زبان میں خواندہ اور اکثر خاک آلود رہتا ہے۔ ایک صحرائی شخص، نیم eco-developer، نیم فلسفی اور ایک پرانا دوست رامی حروبی نیگیب (Negev) میں رہتا اور دائمی بیابان بہشت کے خواب دیکھتا ہے۔ وہ دراز قد، سفید ہوتے بالوں والا اور پرجلال ہے۔

اس نے بھیڑوں کے ریوڑ کو ہنکاتے ہوئے گڈریے کی جانب اشارہ کر کے کہا، ''آپ بالکل ان بدوؤں کی طرح ابرہام کو چلتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ آج پہلی بارش کو تین ہفتے گزر چکے ہیں۔

اسے سونگھیں۔'' اس نے بہ مشکل نم مٹی کا ایک ڈھیلا اٹھا کر کسی لذیذ شئے کی طرح سونگھا۔'' میں نے اس کو ایک خصوصی نام دیا ہے۔ 'کنواری دھرتی۔' اب کے بعد ہم دھرتی کو بیدار ہوتا محسوس کرتے ہیں۔ مٹی میں اتنی نمی موجود ہے کہ بیج پھوٹ سکیں۔ اس میں چیونٹیوں کے لیے بھی کافی نمی ہے تاکہ وہ اپنے انڈے دے سکیں۔ کیڑے مکوڑے اسی لمحے کے منتظر ہیں...... اور ہم بھی۔ ہمارے آئندہ چھ ماہ خوش وخرم ہوں گے۔''

رامی حروبی مجھے بیر سبع کے نزدیک صحرا میں لایا جہاں ابرہام نے خطے میں سفر کے دوران قیام کیا تھا۔ وہ مجھے دکھانا چاہتا تھا کہ اچانک طغیانی سے کیا ہوتا ہے۔ وہ حیات ابرہام کے قلب میں موجود سوالات پر بھی بات کرنا چاہتا ہے: کیا اس کا ایک بیٹا پیدا ہوگا؟ کیا اس کے ایک سے زائد بیٹے ہوں گے؟ اگر ایسا ہے تو اس کا وارث کون ہوگا؟ ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش عبرانی بائبل کے علاوہ عہد نامۂ جدید اور قرآن میں بھی ابرہام کی بقیہ ساری زندگی پر محیط ہے۔ ان معاملات کو نمٹانے کا انداز ہی بنیاد ڈالے گا کہ اولاد ابرہام ابد تک ایک دوسرے کے ساتھ خود کو کیسے مربوط کرے گی۔

رامی نے کہا، ''میں اکثر اپنے گھر والوں کو پہلی بارش کے وقت یہاں رات بھر کے لیے لاتا ہوں۔ اگر آپ اپنے سر زمین پہ رکھیں تو تقریباً دو کلومیٹر دور سے آتے ہوئے پانی کی صدا سنائی دیتی ہے۔'' اس نے ایک گرد باد یا بگولے جیسی آواز نکالی۔ ''یہ پتھروں اور کاروں کو لڑھکا سکتا ہے، اور اگر آپ بہت نیچے سوئے ہوئے ہیں تو خود کو میڈی ٹرینین میں پائیں گے، یا پھر کھو بیٹھیں گے۔''

''اور جب پانی آتا ہے تو آتا رہتا ہے۔ آپ کو بس اسے پکڑنے، اسے تھامنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹھہرو، ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔'' وہ دریائی گزرگاہ میں میرے اردگرد ٹہلتے ہوئے بولا جہاں چھوٹی چھوٹی کنکریوں میں پانی نام کو بھی نہیں تھا۔ زیادہ تر زمین پر خشکاؤ کا جالا بنا ہوا تھا۔ ''جانور جوہڑوں میں سے پانی پیتے ہیں، لہٰذا یہ کبھی باقی نہیں بچتا۔ حقیقی پانی کنکریوں کے نیچے ہے۔ اگر آپ کو یہاں زندہ رہنا ہے تو کھیل کے اصولوں کو سمجھنا ہوگا۔''

وہ اپنا ایک ہاتھ ہوا میں لہراتا ہے، ''یہ صحرا ہے۔'' وہ اپنا دوسرا ہاتھ پہلے ہاتھ کے اوپر رکھ کر بولا، ''یہ یہاں کے رہنے والے لوگ ہیں۔ لوگوں اور صحرا کے درمیان پانی ہونا ضروری ہے۔

Marfat.com

ابرہام کی کہانی پانی کی کہانی ہے۔اس نے یہاں دو کام کیے: اس نے ایک درخت لگایا اور ایک کنواں کھودا۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ پانی کی فہم رکھتا تھا، کہ وہ پانی بن گیا۔ اس نے ہم سب کو زندگی دی۔"

اگر صحرا میں پانی تلاش کرنا مشکل ہے، تو پھر صحرا میں ابرہام کو تلاش کرنا کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس کے سوتے غائب ہو چکے ہیں، اس کی معاون ندیاں کناروں سے باہر چھلک چکی ہیں۔ لیکن اس کے متعلق مواد کی طغیانی میں ایک سچائی واضح ہے۔ تینوں مذاہب ایک ہی ماخذی متن پر انحصار کرتے ہیں۔

متاخر عبرانی بائبل کے پیغمبروں نے کتاب پیدائش کے ابرہام کا حوالہ دیا، اناجیل میں اس کا ذکر ہے، حتیٰ کہ قرآن میں "کتاب کے" ابراہیم کا حوالہ موجود ہے۔ درحقیقت ابرہام کی زندگی پر کوئی بیانیہ کتاب پیدائش میں ہی ملتا ہے۔ دیگر صحائف نے فرض کر لیا کہ قاری کو بنیادی کہانی سے پہلے ہی واقفیت ہے۔

یہ مفروضہ بائبلی ورژن کو ابرہام کی کہانی میں ایک خصوصی اولیت دیتا لیکن ایک مسئلہ بھی اٹھاتا ہے۔ بائبل جامع پن کے لیے کوشاں نہیں۔ کیونکہ کہانی میں ہر ایک تفصیل شامل ہے، حتیٰ کہ کوئی عام قاری درجن بھر 'تفاصیل' کو حذف کر دینا چاہے گا۔ قاری چلا کر پوچھتا ہے، "ٹھہریں! اس سے پہلے کہ آپ آگے بڑھیں، کیا میں چند سوالات پوچھ سکتا ہوں؟" بطور تاریخ بائبل ناکام ہو گی: بطور دستاویز یہ مایوس کن ہے۔ لیکن شاید اسی لیے یہ بطور کہانی اور بطور صحیفہ کامیاب ہوئی۔

ابرہام کی بائبلی کہانی ادبی نقطوں (......) کی فتح ہے: متن بس اتنی معلومات دیتا ہے کہ اپنے ہزاروں پیغامات منتقل کر دے، اور ایک بھی حرف فالتو نہیں۔ نتیجتاً مجھے فوراً محسوس ہو گیا کہ اگر میں ابرہام کو سمجھنا چاہتا ہوں، چاہے وہ مسیحی اور اسلامی روایت والا ابرہام یا ابراہیم ہی کیوں نہ ہو، تو مجھے کتاب پیدائش میں بیان کردہ کہانی کے محتاط مطالعے سے آغاز کرنا ہو گا۔

یہ کہانی ایک پرجوش پکار کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔

جب ابرہام نے حاران کو خیرباد کہہ دیا تو کہانی تحیر خیز شکل پا نظر ہی...... "اس ملک میں جا جو

Marfat.com

میں تجھے دکھاؤں گا''......کی بجائے عملی بن گئی......''میں کہاں جارہا ہوں؟''متن اس تبدیلی کو فوراً منعکس کر دیتا ہے۔ ابرہام اپنی بیوی، بھتیجے لوط کو اور سارا مال اسباب لے کر ''سرزمین کنعان کی جانب'' روانہ ہو جاتا ہے۔ بالکل اگلی آیت میں لکھا ہے: ''اور وہ اس ملک سے گزرتا ہوا مقام سکم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا.... تب خداوند نے ابرہام پہ ظاہر ہو کر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا۔'' یہ وعدے پر دوسری مرتبہ مہر تصدیق ہے؛ اور پہلی مہر جو ابرہام کو ایک خصوصی علاقے سے منسوب کر دیتی ہے۔ یہ ورژن کہانی میں ایک نئی جہت بھی متعارف کرواتا ہے: ارضی–سیاسی (جیوپولیٹکل)۔

خود کو عالمی سیاست کے مرکز میں پانے کے لیے ابرہام کی قابلیت نئی نہیں؛ اس کا آغاز قدیم دور میں ہوا۔ قدیم مشرق قریب کی تاریخ کی ساری وسعت نے زرخیز ہلال نامی باریک سی پٹی پر انحصار کیا۔ زرخیز ہلال کا بالائی بازو میسوپوٹامیا تھا، یعنی دجلہ وفرات کی درمیانی سرزمین جس میں سومیر، بابل اور اشوریہ کی سلطنتیں شامل ہوا کرتی تھیں۔ زیریں بازو مصر اور فراعین کی دریائے نیل پر مبنی تہذیب تھی۔ درمیان میں خال خال بارشوں والا میڈی ٹرینئین کا ساحل تھا......ایک نسبتاً غیر مستحکم سرزمین، بڑے دریاؤں یا طغیانی سے محروم، اور نتیجتاً ایسی بڑی سلطنتوں سے محروم جو پڑوسیوں کو خوفزدہ کر سکیں۔ زرخیز ہلال میں موجودہ دور کا لبنان، شام، اسرائیل اور فلسطینی علاقے آتے ہیں۔ اس کی مرکزی پٹی خطے کا سٹریٹجک قلب تھی اور دونوں بازو اسے زیر اختیار لانے کی کوشش سے تھکے ہوئے تھے۔ کوئی بھی بازو زیادہ عرصہ تک اختیار قائم نہ رکھ سکا اور رقابت مزید بڑھتی گئی۔

کتاب پیدائش میں بیان کردہ ابرہام کی کہانی اس لڑائی کی تقریباً کامل تصویر پیش کرتی ہے۔ یہ ارض موعودہ پر قابو پانے کے لیے جدوجہد کے متعلق ایک کہانی ہے، زرخیزی کے پالنے میں زرخیزی کی جنگ۔ ابرہام کی پیدائش میسوپوٹامیا میں ہوئی۔ زمین اور تخم سے محروم ہو کر اس نے ارض موعودہ کا رخ کیا، جہاں وہ فوراً ہی علاقے پر دعویٰ جتا دیتا ہے۔ ایک قحط نازل ہوا اور ابرہام نے مصر میں پناہ لی۔

بقیہ کہانی ابرہام کی اولاد پر افسانوی لڑائی کی کہانی ہے جو دو عورتوں کے درمیان لڑی گئی......

Marfat.com

ایک میسوپوٹامیائی سارَی (سارہ) اور دوسری سارَی کی مصری لونڈی یا خادمہ ہاجرہ۔ خوشحال سرزمین سے نکالے جانے پر ابرہام کے لیے زرخیزی کی طاقت کو بلانا لازمی تھا۔ یہ کام کرنے کی خاطر اس نے اپنی زندگی خدا کے سپرد کردی۔ جیسا کہ رامی نے کہا، ''ابرہام کی اختراع دریاؤں کی سرزمین چھوڑ کر کسی نئی جگہ جانا تھی جہاں وہ ایک نئی زندگی تخلیق کرتا۔''

مصر پہنچ کر ابرہام کو خوف ہوا کہ فرعون اسے سارَی کی وجہ سے مار ڈالے گا جو ''دیکھنے میں خوب صورت'' تھی۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ اپنا تعارف اس کی بہن کے طور پر کروائے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور فرعون نے فوراً اسے اپنی جانب رجھالیا، اور ابرہام کو مال و اسباب اور مویشی دیے۔ تب خدا سارَی کو اس کی تکالیف کا صلہ دینے کی خاطر فرعون پر بلائیں نازل کرتا ہے۔ جواب میں فرعون خاندان کو ملک بدر کر دیتا ہے۔

کنعان واپس پہنچنے پر ابرہام کا قافلہ اس قدر بڑا ہو گیا کہ اسے اور لوط کو جدا ہونا پڑا۔ ابرہام نے لوط کو سدوم اور عمورہ کے ساتھ ساتھ بہتر زمینیں دیں۔ پانچ بادشاہوں کے خلاف چار بادشاہوں کی جنگ میں حصہ لینے کے دوران جب لوط قیدی بنا تو ابرہام نے فوجی اتحاد کی قیادت سنبھال کر اسے رہائی دلائی۔ ہمارا لاچار، بے اولاد اور ضعیف بزرگ اچانک ایک جنگی سورما بن جاتا ہے!

اور دنیا توجہ دیتی ہے۔ وہ مقامی راہنماؤں کے ساتھ امن سمجھوتوں کے لیے مذاکرات کرنے لگتا ہے۔ ایک کنعانی شہر صدق سالم (Melchizedek) کا بادشاہ ''روٹی اور مے لایا اور وہ خدا تعالیٰ کا کاہن تھا، اور اس نے اس کو برکت دے کر کہا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے ابرام مبارک ہو۔'' تب ابرام نے اپنی تمام چیزوں کا دسواں حصہ اس کو دے دیا۔ آپ کا جی چاہتا ہے کہ ابرہام کی پرداخت، اس کی عظمت اور طاقت کی بناء پڑنے پر خوشی منائیں۔ ابرہام محض صاحب ایمان ہی نہیں، وہ طاقت اور بردباری کا حامل انسان بھی ہے۔ وہ میکیاویلی جیسا شیخی باز، ڈریکولا جیسا ڈراؤنا یا نپولین جیسا فتح کا دلدادہ نہیں۔ وہ ابراہیمی ہے...... نپا تلا، اخلاقی اور متوسط و معتدل۔

لیکن ابھی اس کی تسلی نہیں ہوئی، اور وہ اپنی ساری بے چینی خدا پر نکالتا ہے۔ عسکری مہم کے

بعد خدا رویا میں نازل ہوتا اور لاپروائی سے اپنے وعدے دوہراتا ہے: ''میں تیری سپر ہوں اور تیرا بہت بڑا اجر ہوں۔'' جواب میں ابرہام کہتا ہے: ''تو مجھے کیا دے گا، کیونکہ میں تو بے اولاد جاتا ہوں۔'' پھر اس نے لاچاری کے عالم میں کہا، ''دیکھ تو نے مجھے کوئی اولاد نہیں دی؛ اور دیکھ میرا خانہ زاد میرا وارث ہوگا۔'' چپ بیٹھا ابرہام انجام کار بول اٹھا تھا اور اس کے ابتدائی الفاظ مایوسی اور حتیٰ کہ شک کا اظہار کرتے معلوم ہوتے ہیں۔

خدا نے فوراً اور ڈرامائی انداز میں اپنا برسوں پرانا وعدہ بڑھا دیا: جو تیرے صُلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہوگا۔ ''تیری نسل کے لوگ ایسے ملک میں جوان کا نہیں پردیسی ہوں گے اور وہاں کے لوگوں کی غلامی کریں گے.... بعد میں وہ بڑی دولت لے کر وہاں سے نکل آئیں گے..... دریائے مصر سے لے کر دریائے فرات تک.....کا علاقہ میں نے تیری اولاد کو دیا ہے۔''

انجام کار ابرہام کو اجر مل گیا...... دنیا کی سب سے زیادہ باعث تحریص سرزمین اب اس کی اولاد کی ہے۔ اور اسے یہ اجر اپنے سابقہ صبر کے عوض نہیں بلکہ ایک نئی غیبی آواز کی اطاعت کرنے سے ملا۔ خدا سے مکالمہ بازی، اپنے ڈولتے ہوئے ایمان کو بیان کرنے کے ذریعے ابرہام اور بھی زیادہ انسانی، اور بھی زیادہ پرکشش ہو جاتا ہے۔ وہ بدن، کردار اور جذبات کا حامل ہے۔ وہ سرزمینوں کو پھاندتا، لیکن سب سے زیادہ ایک بیٹے کا متمنی ہے۔

یوں اس نے شک کرنا شروع کیا۔ ابرہام کا تزلزل کہانی میں ایک نیا موڑ لاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک عظیم قوم کا باپ بننے سے قبل بھی ابرہام ایک عظیم روایت کا بانی بن گیا، خدا کے ساتھ ایک باہمی تعاونی تعلق، ایک جدوجہد۔ یکمشت ادائیگی کر چکنے کے بعد ابرہام بدلے میں اِسی کا تقاضا کرتا ہے۔ بھروسہ، مگر تصدیق۔ وہ خدا کو اشارہ دیتا ہے، مجھے ایک بیٹا دو ورنہ میں تجھ پر بھروسہ نہیں کروں گا۔

رامی کے ساتھ گفتگو میں مَیں نے پوچھا کہ اس کے خیال میں ابرہام کی کہانی بچوں کے ساتھ اس حد تک منسلک کیوں تھی۔ اِس نے کہا، ''صحرا میں آپ کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا۔ آپ ہمہ وقت سفر میں رہتے ہیں۔ آپ کا کوئی گھر ہوتا ہے اور نہ زمین۔ بس ایک یہی رشتہ ہے: بیٹا، اس کا

بیٹا، اس کا بیٹا.....اور نسل۔ آپ کو کسی چیز سے لازماً مربوط ہونا پڑتا ہے، چنانچہ آپ اپنے خاندان سے جڑ جاتے ہیں۔''

ابرہام کا کوئی خاندان نہیں۔ کتاب پیدائش، باب 16 کی ابتدائی سطور ہمیں دوٹوک الفاظ میں بتاتی ہیں: ''ابرام کی بیوی ساری کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔'' لیکن اب سارہ (ساری) نے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ وہ ابرہام کو بتاتی ہے: ''خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے، سو تو میری لونڈی کے پاس جا، شاید اس سے میرا گھر آباد ہو۔'' اگرچہ شرعی لحاظ سے سارہ کا اقدام متبادل ماں کے قدیم مصری دستور سے مطابقت رکھتا ہے، لیکن اخلاقی اعتبار سے باعث تکلیف ہے۔ الفاظ سے تو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ سارہ نے لونڈی کا نام نہیں لیا، اور نہ ہی وہ تسلیم کرتی ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ دوسری عورت کا ہوگا۔ اس نے کہا تھا: ''شاید اس سے میرا گھر آباد ہو۔''

مزید برآں، سارہ اپنی نوکرانی کو لیتی اور عین اسی انداز میں ابرہام کو دیتی ہے جیسے حوا نے پھل توڑ کر آدم کو دیا تھا۔ یہاں بھی اشارہ ناقابل گریز ہے: سارہ تخلیق پر کنٹرول چھیننے کی کوشش میں ہے جس پر ابرہام اور خداوند زور آزمائی کر چکے ہیں۔ شاید ابرہام کا ایمان متزلزل ہوا ہو، لیکن لگتا ہے کہ سارہ نے اپنا ایمان ترک کر دیا ہے۔ اس کا اقدام بے لوث سہی، لیکن غیر ایماندارانہ بھی ہے۔

ابرہام کا اس قدر مجہول بن جانا اور بھی زیادہ باعث تکلیف ہے۔ جو شخص ابھی خدا کے حضور بہادرانہ انداز میں کھڑا تھا، اب بڑی انکساری کے ساتھ سارہ کی درخواست کچھ کہے بغیر سن لیتا ہے۔ جنگی سورما گھر میں بھیگی بلی ہے۔ اٹلانٹا میں ایموری کینڈلر سکول آف تھیالوجی میں ایک پروفیسر کیرول نیوسم نے کہا، ''اس کہانی میں مجھے ہمیشہ ششدر کر دینے والی ایک چیز یہ ہے کہ کہانی کی اخلاقی ہمدردی ہاجرہ اور اسمٰعیل کے ساتھ لگتی ہے، حالانکہ مصنف کو معلوم ہے کہ ہماری بنیادی شناخت ابرہام، سارہ اور اسحٰق کے ساتھ ہوتی ہے۔'' دبلے پتلے، سفید بالوں والے الہامی نیوسم نے ہارورڈ سے پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔ وہ بائبل میں عورتوں کے سرکردہ مفسرین میں سے ایک اور متن میں خاندانی تعلقات کا باریک بین تجزیہ نگار ہے۔ ''تاہم، کہانی متواتر ان کی لاعلمی، نقائص اور چھوٹی موٹی رقابتوں کو عیاں کرتی رہتی ہے۔ یہ بات حیرت انگیز ہے۔ سادہ شناخت رکھنے کی بجائے ہمیں ایک لحاظ سے دوہری شناخت کے لیے کہا گیا ہے۔''

Marfat.com

ساری (سارہ) کے فعل سے پیدا ہونے والا تناؤ تاریخ میں ہمیشہ کے لیے جگہ پا گیا۔ ابرہام کی باعث پریشانی پدریت کو اب باعث پریشانی مادریت نے مزید پراگندہ کر دیا ہے۔ نیوسم نے کہا، ''ادبی اصطلاحات میں بات کی جائے تو آپ کے پاس دو کردار ہیں جو ایک ہی جگہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ سارہ کہتی ہے، 'چلو ہاجرہ کو میری جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔' لیکن آپ متن کو کاٹ کر او پر دوبارہ نہیں لکھ سکتے تھے۔ یہ حربہ ناکام ہوتے ساتھ ہی آپ کو وجہ معلوم ہو جاتی ہے۔''

ہاجرہ کو حمل ٹھہرتے ہی ساری حسد کرنے لگی۔ قابل پیش گوئی طور پر اس نے ابرہام کو برا بھلا کہا، ''جو ظلم مجھ پر ہوا ہے وہ تیری گردن پر ہے! میں نے اپنی لونڈی تیری آغوش میں دیدی، لیکن اس نے خود کو حاملہ دیکھا تو میں اس کی نظروں میں حقیر ہو گئی۔ سو خداوند تیرے اور میرے درمیان انصاف کرے۔'' ابرہام نے ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا: ''تیری لونڈی تیرے ہاتھ میں ہے، جو تجھے بھلا دکھائی دے سو اس کے ساتھ کر۔''

متن میں بتایا گیا ہے کہ سارہ نے ہاجرہ پر سختی کی اور بالکل وہی الفاظ استعمال کیے جو بعد ازاں یہ بیان کرنے کے لیے استعمال ہوئے کہ مصر میں فراعین اسرائیلیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ ہاجرہ نے بالکل اسرائیلیوں کے انداز میں جواب دیا، یعنی صحرا میں نکل گئی۔ وہ شُور کے بیابان میں پہنچی جہاں اسرائیلی بحیرۂ احمر پار کرنے کے فوراً بعد پہنچے تھے۔ بائبل ایک مرتبہ پھر نہایت لطیف پیغام دیتی ہے۔ خدا کے تمام بچے کسی نے کسی انداز میں سختی سہتے ہیں۔ اور جب ایسا ہو تو خدا ان کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

جیسے اسی نکتے کی توثیق کرنے کی خاطر اگلی ہی سطر میں خداوند کا ایک فرشتہ ہاجرہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ مگر اس مرتبہ خدا نے اسے سختی سہنے کے لیے واپس جانے کا کہا۔ ''تو اپنی بی بی کے پاس لوٹ جا اور خود کو اس کے قبضہ میں کر دے۔'' یہ تحفظ اسرائیلیوں کو دیے گئے تحفظ سے کمتر ہے۔ پھر بھی خدا واضح طور پر ہاجرہ کا خیال رکھتا ہے: یہ لونڈی صحیفے میں پہلی ایسی شخص ہے جس کے پاس قاصد فرشتہ آیا، اور خدا کے قاصد نے ہی پہلے ہاجرہ کا نام لیا (''ہاجرہ، تو کہاں سے آئی اور کدھر جاتی ہے؟'') درحقیقت خداوند اسے ایک ایسی برکت دیتا ہے جو اپنی وسعت اور پیچیدگی میں ابرہام کو دی گئی برکت کو چیلنج کرتی ہے۔

سب سے پہلے تو ہاجرہ کے ساتھ لاتعداد بچوں کا وعدہ کیا گیا۔ ''میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا، یہاں تک کہ کثرت کے سبب اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔'' لیکن خدا یہاں صرف ہاجرہ کی بات کر رہا ہے۔ ''تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا اور تو اس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔'' اسمٰعیل کا لفظی مطلب ''خدا سنتا ہے'' بنتا ہے۔ خداوند کہتا ہے کہ ''وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا؛ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے۔''

ان الفاظ کے مفہوم کے حوالے سے محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ زیادہ تر نے گورخر (wild ass) کی اصطلاح پر اتفاق کیا۔ ان کے خیال میں یہ اصطلاح ناپسندیدگی کی بجائے بدوی کردار کا حوالہ رکھتی ہے کیونکہ جنگلی صحرائی گدھے ریوڑوں کی صورت میں پھرتے ہیں۔ اگلی سطر (''اس کا ہاتھ سب کے خلاف.....'') کی تعبیر یہ کی گئی کہ اسمٰعیل کا جنگلی انداز حیات اسے دنیا کے ساتھ جھگڑوں میں ڈال دے گا۔

پھر بھی یہاں دیا گیا پیغام بہت مبہم ہے۔ ہاجرہ کو پتا چلتا ہے کہ اس کا بیٹا (اضحٰق کی پانی والی سرزمین کی بجائے) صحرا میں رہے گا، لیکن اسے یہ بات براہ راست خدا سے پتا چلی۔ ہاجرہ واحد عورت ہے جسے ذاتی طور پر اولاد کی الوہی بشارت موصول ہوئی۔ یوں وہ ایک مونث جدامجد بن جاتی ہے۔ جیسا کہ کیرول نیوسم نے کہا، ''قبل ازیں ساری کی ہم مقام ہاجرہ اب ابرہام کی ہم رتبہ ہوگئی۔''

اور تب ہاجرہ جیسے اپنی حیثیت کی خوشی منانے کی خاطر براہ راست خدا سے مخاطب ہوئی: ''تو ایل روئی ہے۔'' (یعنی اے خدا تو بصیر ہے۔) ہاجرہ بائبل کی واحد ایسی شخص......مرد یا عورت ...... ہے جس نے کبھی خدا کو نام لے کر پکارا۔ ساری تو شاید ابھی اپنی مثل پر کسی کو تخلیق کرنے کے قابل نہیں تھی، لیکن ہاجرہ نے خدا کو اپنی شبیہ پر تخلیق کر لیا۔

ساری اور ہاجرہ کے اردگرد یہ سارا ڈرامہ اہم نقطے کو دھندلا دیتا ہے: اب ابرہام کو ایک وارث مل گیا ہے! پُروقار باپ کی عمر 86 برس ہو چکی ہے۔ اس کی عظیم قوم کو بالآخر اپنا پہلا شہری ملا۔ اور قدیم مشرق قریب میں پہلا بیٹا یقیناً بہترین تھا۔ کوہِ سینائی پر خدا کی جانب سے موسیٰ کو دی

Marfat.com

گئی شریعت کے مطابق پہلے بیٹے کو دوہری میراث ملتی ہے اور وہ اپنے باپ کی جگہ خاندان کا سربراہ بنتا ہے۔ کتاب استثنیٰ میں کہا گیا ہے کہ یہ اصول ہر حالت میں مستند ہے، چاہے پہلے بیٹے کی ماں غیر پسندیدہ ہی کیوں نہ ہو۔ کتابِ خروج میں خدا اور بھی آگے تک جاتا ہے: ''اسرائیلیوں کے ہاں ہر کوکھ کا پہلا پھل میرا ہے۔''

اولین پھل کے لیے خدا کی بدیہی ترجیح کو پیش نظر رکھ کر بات کی جائے تو کتاب پیدائش میں انہیں اس قسم کے خراب سلوک کا مستحق کیسے دکھایا گیا؟ قابیل نے اپنے بڑے بھائی ہابیل کو قتل کیا اور بھگوڑا شخص بن کر زندگی گزارنے کی بددعا کا مستحق ٹھہرا۔ عیسو کے چھوٹے جڑواں بھائی یعقوب نے اسے پیدائشی حق سے محروم کر کے ارض موعودہ سے باہر جلاوطن کروا دیا۔ یعقوب کا بڑا بیٹا روبن زنا بالمحرمات کا مرتکب ہوا، یوسف کو بطور غلام فروخت کرنے کے عمل میں حصہ دار بنا اور بعدازاں اس کے باپ کے ہاتھوں معزول ہوا۔ ان پہلے بیٹوں کا انجام ابرہام کے اپنے پہلے بیٹے اسمائیل (اسمٰعیل) کے ساتھ حیرت انگیز طور پر مشابہت رکھتا ہے: اسمٰعیل کو صحرا میں نکال دیا گیا۔

یہ متواتر رجحان ایک جواب پیش کرتا ہے۔ دریاؤں اور سلطنتوں میں اپنی تمام تر دلچسپی کے باوجود بائبل کو اس قسم کے آباد مقامات پر بھروسہ نہیں۔ درحقیقت متن عمومی طور پر پانی والی زمین کی جانب بے یقینی کا رویہ اپنائے ہوئے ہے۔ اس کے برعکس بائبل لوگوں کو نجات یا کفارے کے لیے ہمیشہ صحرا میں بھیجتی ہے، کیونکہ وہ آبادی کی باسہولت زندگی سے دور صحرا میں ہی خدا سے رجوع کرتے ہیں۔

کتاب پیدائش کا خدا اپنے عوام کے لیے زندگی بخش پانی بننا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کرۂ ارض پر اس کی قوم محفوظ ہو، لیکن اس کی ضرورت مند بھی رہے...... یعنی اسے ملک تو مل جائے لیکن جدوجہد بھی کرنا پڑے۔ یہ خواہش پیچیدہ چالوں کی متقاضی ہے۔ فطری طور پر خصوصی اہمیت کے حامل پہلے بچے اپنی سہل زندگی سے جدا کر کے مستقل بنیادوں پر بے گھر کیے جانے کے ذریعے یہ توازن حاصل کرتے ہیں۔ فطری طور پر کم اہمیت کے حامل دوسرے بچے زمین ورثہ میں پانے کے ذریعے یہ توازن پاتے ہیں، لیکن وہ ہمیشہ اجنبیت محسوس کرتے رہتے ہیں۔ یوں یہ دونوں قسم کے بچے، انسان کی اولاد، خدا کی اولاد بن جاتے اور ایک پیہم احتجاج کی حالت میں زندگی گزارتے

Marfat.com

ہیں؛ انہیں گردوپیش اور نہ ہی اپنے نسب کے ذریعے کوئی راحت ملتی ہے؛ وہ متواتر الوہی نجات کے خواہش مندر ہتے ہیں۔

لیکن اس قسم کی ابدی جستجو بھی خدا کے لیے کافی نہیں۔ وہ انسانی گوشت بھی چاہتا ہے۔ خدا تیرہ برس بعد ظاہر ہوتا اور ابرہام کو اپنے عضوتناسل کا حشفہ کاٹ ڈالنے کا حکم دیتا ہے۔ نیز، آئندہ تمام نسل کے ہر بیٹے کے لیے آٹھ سال کی عمر میں ختنے کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ زرخیزی کی خاطر کشمکش اب گوشت اور خون کی سطح تک پہنچ گئی تھی۔ خدا اپنے لیے انسانی تخلیق کا چھوٹا سا جزو مانگتا ہے۔ وہ ہر مرد پر اپنی ایک علامت چھوڑ دیتا ہے۔ یوں خدا تخلیق کے ہر عمل کے ساتھ متحد ہو گیا۔

لیکن وہ یہ کام اکیلا انجام نہیں دے سکتا تھا، لہٰذا اولین کام ابرہام کو کرنے کا کہا۔ خالق کو اپنے انسانی ساجھے دار کی جانب سے مدد چاہیے جس نے باپ بن کر خود کو بھی ایک خالق ثابت کر دیا ہے۔

اور ابرہام فوراً خود کو ملنے والے حکم پر عمل کرتا ہے۔ وہ 99 برس کی عمر میں اپنے، تیرہ سالہ بیٹے اسمٰعیل اور پھر اپنے خاندان کے ہر ایک فرد، بشمول غلام، کے ختنے کرتا ہے۔ اس حکم کی اہمیت کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ابرَہام نیا جامع معاہدہ وصول کرنے والا پہلا شخص ہے، لیکن اسمٰعیل دوسرے نمبر پر ہے۔ اضحاق (اسحٰق) کی ابھی تک جھلک کی نظر نہیں آئی۔ نیز، ابرہام نے اپنے حلقے میں موجود ہر ایک شخص پر یہ نشان کندہ کر دیا ہے، چاہے وہ کسی بھی نسل سے ہو۔ خدا کی رحمت صرف ابرہام کی اولادوں تک ہی محدود نہیں جنہیں زمین ورثہ میں ملے گی؛ یہ رحمت یا برکت اس کے گھرانے سے منسلک ہر ایک شخص تک جاتی ہے۔ ختنے بعدازاں ابرہام کی زندگی کے متنازع ترین اوصاف میں سے ایک بن گئے۔ ابرہام نے اس اعتبار سے نہایت وسیع القلبی دکھائی۔

اس نئے اور وسیع خدوخال کے ثبوت کے طور پر ختنوں نے ہی ابرہام کو اس کا نیا نام دلوایا۔

''اور تیرا نام پھر ابرام نہیں کہلائے گا بلکہ تیرا نام ابرہام ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرا دیا ہے۔'' (لفظ ''ابرہام'' کا لغوی مطلب ''کئی قوموں کا باپ'' ہے۔) تارح کا بیٹا ابرام اب خدا کے بیٹے کے طور پر دوبارہ تخلیق کیا گیا ہے۔ اپنی زندگی اور جسم میں بھی خدا کے نفوذ کر جانے پر وہ خدا کا وعدہ نبھانے اور دنیا کا باپ بننے کو تیار ہے۔

Marfat.com

حیات ابرہام کی زندگی کا ایک گڑبڑا کر رکھ دینے والا پہلو اس کا بہت کم حصہ مشہور ہوتا ہے۔ ابرہام بہ مشکل ہی آرٹ یا تفریح کی تاریخ میں کوئی منارہ نما شخصیت رہا ہے۔ مائیکل اینجلو کا تراشا ہوا کوئی ''ابرہام'' موجود نہیں کہ جسے ہر کوئی اپنے تصور میں بسا سکے، جیسا کہ داؤد کے معاملے میں ہوا؛ سسٹائن گرجا گھر کی چھت پر اس کی انگلیاں پھیلی ہوئی نظر نہیں آتیں، جیسا کہ آدم کی نظر آتی ہیں۔ جوزف (یوسف) ٹامس مان کی ایک ٹرائیلوجی اور اینڈریو لائڈ ویبر کے میوزیکل کا (اور ڈانی اوسمنڈ کی ہوم ویڈیو بھی) حق دار بن گیا۔

ہالی ووڈ نے ابرہام سے خصوصی لاپروائی برتی۔ موسیٰ کو سیسل بی مک ملے کی رزمیہ داستان اور ایک ڈریم ورکس اینی میٹڈ بلاک بسٹر کا حق دار سمجھا گیا۔ سٹیون سپلبرگ اور ہیریسن فورڈ نے گمشدہ آرک آف دی کووینینٹ تلاش کرنے میں پوری فلم گزاری۔ اور یسوع مسیح، اسے تو.....

لیکن کوئی ابرہام نہیں۔

پھر بھی ابرہام کی زندگی ہالی ووڈ کو مطلوب تین ایکٹ ماڈل کے لیے موزوں لگتی ہے۔ پہلا ایکٹ ابتدائی زندگی ہے جو خدا کی پکار پر اپنے عروج کو پہنچتا ہے۔ دوسرا ایکٹ مصر جاتے اور واپس آتے ہوئے راستے میں اس کے سورمائی کارنامے، خدا سے بڑھتی ہوئی برگشتگی، اس کے بیٹے کی آمد اور ڈرامائی ختنے کرنا شامل ہیں جو اس کی مردانگی کا نقطۂ عروج ہیں لیکن قوت مجامعت کو مشکوک بنا دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی تیسرا ایکٹ شروع ہوتا ہے.....سب سے زیادہ ایکشن والا ایکٹ جس میں ابرہام محبت کی ایک مہلک تثلیث میں پھنس جاتا، اپنے پہلے بیٹے کی زندگی یا موت کا فیصلہ کرتا اور پھر دوسرے بیٹے کے معاملے میں بھی اس قسم کا فیصلہ کرتا ہے۔

ہالی ووڈ کے لیے الجھن یہ ہے کہ ابرہام، اس کی عورتوں اور ان کے بیٹوں پر مشتمل سارے ایکشن کے لیے ابرہام کی اصل کہانی درحقیقت پرانے انداز کی بڈی پکچر (دوستی پر مبنی فلم) سے ملتی جلتی ہے جس میں خدا اور ابرہام ملوث ہیں۔ دونوں شخصیات کسی باہمی اشتراک کے بغیر سنگین ترین حالات میں اکٹھی ہوتیں اور اپنی فطری جبلتوں کے خلاف ایک راہ ڈھونڈ نکالنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ دنیا کو بچانے کی خاطر انہیں آپس میں تعاون کرنا پڑتا ہے۔ کیسا زبردست ڈرامہ! آسکر ایوارڈ جیتنے کا کس قدر اچھا موقعہ! لیکن ان میں سے ایک کردار غیر مرئی ہونے کی وجہ سے کہانی کو فلمانا واقعی

دقت طلب کام ہوگا۔

کتاب پیدائش میں ابرہام اور اس کے غیر مرئی ہادی کے درمیان موجود پس وپیش ہی کہانی کو زوردار بناتی ہے۔ اور یہ جدوجہدابھی محض شروع ہی ہوئی ہے۔ ختنوں کے بعد خداوند تین مردوں (فرشتوں) کی صورت میں ابرہام پر ظاہر ہوتا ہے۔ ابرہام فوراً اپنے خیمے کے پردے کھول دیتا، ایک بچھڑا ذبح کرتا اور ساری (سارہ) سے کھانا تیار کرنے کو کہتا ہے۔ وہ مہمان بطور انعام وعدہ کرتے ہیں کہ ساری جلد ہی ایک بیٹے کی ماں بنے گی۔

لیکن وہ ہنستی ہے: ''تب ساری نے اپنے دل میں ہنس کر کہا کہ کیا اس قدر عمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لیے شادمانی ہوسکتی ہے حالانکہ میرا خاوند بھی ضعیف ہے؟'' خدا فوراً غضب ناک ہوکر پوچھتا ہے: ''کیا خداوند کے نزدیک کوئی بات مشکل ہے؟'' جواب میں ساری درحقیقت خدا سے جھوٹ بولتی ہے: ''تب ساری انکار کرگئی کہ میں نہیں ہنسی۔'' لیکن خدا نے اس کی بات پر یقین نہ کیا: ''نہیں تو ضرور ہنسی تھی۔'' اور پھر تینوں مہمان چلے گئے۔

خدا نے ساری کی بے عزتی جبکہ ابرہام کی عزت افزائی کی۔ خداوند رخصت ہوتے وقت ابرہام کو ایک راز بتانے کا فیصلہ کرتا ہے: وہ سدوم اور عمورہ کو ان کے گناہوں کی وجہ سے تباہ وبرباد کرنے کا سوچ رہا ہے۔ ابرہام نے ایک ایسی حرکت کی جس کے متعلق چند برس پہلے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا: وہ خدا پر تنقید کرنے لگتا ہے۔ ''کیا تو نیک کو بد کے ساتھ ہلاک کرے گا؟ شاید اس شہر میں پچاس راست باز ہوں۔ کیا تو اسے ہلاک کرے گا اور ان پچاس راست بازوں کی خاطر جو اس میں ہوں اس مقام کو نہ چھوڑے گا؟ ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے۔ کیا تمام دنیا کا انصاف کرنے والا انصاف نہ کرے گا؟''

اور بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خدا ابرہام کے ساتھ 'مذاکرات' کرنے لگتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ اگر وہاں پچاس نیک لوگ ملے تو تب بھی شہر کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر پینتالیس ہوئے تو؟ ابرہام نے پھر سوال اٹھایا۔ اچھا، ٹھیک ہے، پینتالیس ہوئے تو تب بھی بخش دوں گا۔ اور پھر چالیس، تیس، بیس کا ذکر آتا ہے۔ انجام کار وہ دس پر رضامند ہوجاتے ہیں۔

انسانی زندگی کی یہ الٹی نیلامی ابرہام کی ساری کہانی، اور غالباً ساری کتابِ پیدائش میں سب

Marfat.com

سے زیادہ حیرت انگیز اقتباس ہے۔ جنگجو ابرہام یک دم قدیم دنیا کا بے باک ترین اور ماہر ترین سفیر بن جاتا ہے: نتیجتاً وہ زندگی 'تخلیق' کرتا ہے جسے خالق تباہ کرنے والا تھا۔ سابقہ بانجھ مرد ابرہام اب خدا جتنا ہی زرخیز بن گیا ہے۔ ایک لاولد شخص ایسی قوم کا باپ بن جاتا ہے جنہیں وہ جانتا تک نہیں، اور اس کی وجہ صرف اخلاقی ہوگی۔ نتیجتاً انسانوں کو کرۂ ارض پر ایک محافظ ثانی مل گیا: اگر خدا منہ موڑ لیتا تو انسان ابرہام سے رجوع کر سکتے تھے۔ اب تخلیق صرف دریاؤں یا خدا کی خصوصی اقلیم نہیں رہی تھی۔

ابرہام بھی تخلیق کر سکتا تھا۔

ظاہری بات ہے کہ ابرہام کا نیا حاصل کردہ قد و قامت مزید زرخیزی پر منتج ہوتا ہے۔ ابرہام دوسری مرتبہ سارٰی سے کہتا ہے کہ وہ لیٹ جائے اور خود کو اس کی بہن بتائے...... اس مرتبہ اسے یہ بیان جرار کے بادشاہ ابی ملک کے سامنے دینا تھا۔ خدا ایک مرتبہ پھر اسے انعام دیتا ہے۔ ''سارٰی حاملہ ہوئی اور ابرہام کے لیے اس کے بڑھاپے میں اسی معین وقت پر جس کا ذکر خدا نے اس سے کیا تھا، اس کے بیٹا پیدا ہوا۔'' (ان دونوں واقعات میں قریبی مشابہت کے پیش نظر کچھ مفسرین نے اضحاق/ اسحٰق کی پدریت پر سوال اٹھایا ہے۔) پھر بھی ابرہام نے لڑکے کا نام اضحاق (''وہ ہنستا ہے'') رکھا اور آٹھویں روز اس کے ختنے کیے۔ لیکن متن میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں بتایا گیا۔ ہم نے پچیس برس تک اس لمحے کا انتظار کیا، اور بائبل اسے تقریباً بالکل نظرانداز کر گئی۔ سارٰی یقیناً خوش ہے۔ ''خدا نے مجھے ہنسا دیا۔'' لیکن ابرہام نے بیٹے کو ماں کی گود سے چھیننے میں دیر نہ کی؛ حتیٰ کہ ''اضحاق کا دودھ چھڑوانے کے دن ابرہام نے ایک بڑی ضیافت کی۔''

مگر سارہ کو کہنی مار کر باہر نہیں نکالا گیا۔ اگر وہ خدا کے حضور کھڑی ہونے پر آمادہ تھی تو یقیناً ابرہام کے سامنے بھی تن کر کھڑی ہوگی۔ ایک روز اسمٰعیل اور اسحٰق اسے کھیلتے ہوئے ملے۔ کچھ مفسرین کی رائے میں ''کھیل'' سے جنسی بدسلوکی مراد ہے کیونکہ اسمٰعیل شباب کی منزل حاصل کر چکا ہے۔ لیکن لفظ metzachek اسحٰق کے نام اضحاق سے مشتق ہے جس کا مطلب لڑکپن کی ٹھٹھے بازی بنتا ہے۔

ہر دو صورتوں میں سارٰی تیزی سے اور مہلک انداز میں عمل کرتی ہے۔ اس نے ابرہام سے

Marfat.com

کہا، ''اس لونڈی اور اس کے بیٹے کو نکال دے کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔''

تاہم، اسحٰق کو ترجیح دینے میں ابرہام سارؔی کا ہم خیال نہیں۔ اسمٰعیل اب بھی پہلی اولاد ہے۔ متن میں کہا گیا: ''ابرہام کو یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی۔'' لیکن خدا ایک حیرت انگیز اعلان کے ساتھ ابرہام کو تسلی دیتا ہے۔ ''تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے۔ جو کچھ سارؔی تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا۔ اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا، اس لیے کہ وہ تیری نسل ہے۔''

خدا نے ایک مرتبہ پھر ملا جلا پیغام دیا۔ ایک طرف وہ زیادتی کرنے والے کا ساتھ دیتا اور ابرہام کو حوصلہ دلاتا ہے کہ اپنے پہلے بیٹے سے میراث چھین لے۔ دراصل خدا نے اسحٰق کو نام لے کر پکارا اور بتایا کہ اسی کے ذریعے سے ابرہام کی اولاد شمار کی جائے گی۔ بہ الفاظ دیگر ملک کا وارث دوسرا بیٹا ہوگا۔

اس کے برعکس اسمٰعیل بے وارث رہتا ہے، اگرچہ خدا نے اس سے ایک قوم بنانے کا وعدہ کیا تھا، عین وہی وعدہ جو ابتداً میں ابرہام سے بھی کیا تھا۔ اسحٰق کو کوئی مساوی جاگیر نہیں ملتی۔ اسمٰعیل بھی اپنے باپ ابرہام کی نسل ہے۔ ان پیچیدگیوں اور الجھنوں کا حتمی نتیجہ ایک غیر تسلی بخش مگر بامقصد توازن ہے: اسحٰق کو ملک ملا، لیکن وہ اپنی ماں کے بغض کی بدولت اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اسمٰعیل کو ملک چھوڑنا پڑا، لیکن اس نے یہ کام خدا کی اعلیٰ ترین برکت اور ابرہام کے عمیق ترین پچھتاوے کے ساتھ کیا۔

درحقیقت ابرہام نے اپنے بیٹے کو صحرا میں بھیجنے سے بچانے کی خاطر ہر حربہ آزمایا۔ ختنے انجام دینے کے برعکس (جو اس نے اسی روز کر لیے جب خدا نے حکم دیا تھا) اس مرتبہ ابرہام نے توقف کیا۔ اگلی صبح اس نے روٹی اور پانی کی ایک مشک لے کر ہاجرہ کو دی، پھر سامان کو اس کے کندھوں پر رکھا؛ اس کے بعد بچے کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔

''سو وہ چلی گئی اور بیرسبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی۔ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا اور خود اس کے سامنے ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور

کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔'' تب ہاجرہ چلا چلا کر رونے لگی۔

اور خدا ایک مرتبہ پھر آواز سن لیتا ہے۔ خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا: ''مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے، اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اس کو اپنے ہاتھ سے سنبھال۔'' خدا نے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا تھا۔ اسمٰعیل نے موت کا سامنا براہ راست کیا۔ وہ باپ کی وجہ سے اس حالت کو پہنچا لیکن خدا نے آخری لمحے میں اسے بچالیا۔ پکار کے بارے میں اس کا نکتۂ نظر یہ ہے: اپنے باپ کے گھر سے نکالے جانے پر وہ صرف خدا کی نگہبانی کی بدولت بچ گیا۔ ابرہام نے اسے تخلیق کیا تھا تو خدا نے دوبارہ تخلیق کیا۔ خدا تخلیق کی قوت سے بالکل ہی محروم ہو جانے کو تیار نہیں لگتا۔

یہ صورت حال ایک اہم سبق دیتی ہے، ایسا سبق جس کی بازگشت ایک آئندہ واقعے میں ہوئی جب ابرہام نے اضحٰق کو بھی تقریباً ہلاک ہی کر ڈالا۔ پچیس برس تک ابرہام کی کہانی میں اصل قوت محرکہ کا کردار رکھنے والے اضحٰق اور اسمٰعیل پیدا ہونے کے بعد بہت کم اہمیت کے حامل رہ گئے۔ عشروں تک اولاد کی خاطر خدا کی مہربانی کا طالب ابرہام اپنے بیٹوں کو خدا پر فوقیت دینے پر تیار نہیں ہے۔

یہاں بھی اس کا رویہ پائیدار نتائج کا باعث بنا۔ ابرہام کے بچوں کو اپنے باپ کی محبت کا دعویٰ کرنے کی کوشش میں زندگیاں گزارنا ہوں گی۔ تاہم، ابرہام خدا سے رحمت طلب کرنے میں اس قدر مصروف ہے کہ اسے اپنے بیٹوں کی محبت طلب جستجو کا احساس نہ ہوا۔

اسمٰعیل اور اضحٰق کی کہانی کی شاید سب سے زیادہ واضح چیز اس کا توازن ہے: کوئی بھی بیٹا قطعی فاتح یا قطعی شکست یافتہ نہیں۔ تاہم، ادبی تصورات نے ان کی اولادوں کے لیے غیر مختتم مسائل پیدا کر دیے۔

یہودی مفسرین اسرائیل کی وجہ سے گڑبڑاہٹ کا شکار ہوئے۔ انہوں نے اتفاق کیا کہ بچپن میں اسمٰعیل اپنے والد کے لیے گہری اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً جب ابرہام نے اسمٰعیل اور خانہ زادوں کا ختنہ کیا تو ''فالتو کھلڑیوں کا ایک ڈھیر لگا دیا۔ سورج کی دھوپ سے کھلڑی میں سڑاند پیدا ہوئی

اوران کی بولوبان کی مہک کی طرح خداوند تک گئی۔'' خدانے اعلان کیا،'' جب میرے بچے گناہ گاری میں بھٹکیں گے تو میں اس مہک کو ان کے حق میں یاد رکھوں گا اوران پر محبت نچھاور کروں گا۔''

لیکن جب اسحٰق پیدا ہو گیا تو یہودی مفسرین نے اپنی توجہ اسمٰعیل کی جانب کی۔ کتاب پیدائش بتاتی ہے کہ جان بچ جانے کے بعد اسمٰعیل نے ایک مصری عورت سے شادی کی اور بارہ قبیلوں کا باپ بنا۔ پہلے ہزار یے قبل مسیح کے اواخر میں یہ اولادیں مشرق وسطیٰ کے آس پاس بدوی قبائل سے منسوب کی جانے لگیں، پہلے نیکب اور بعد ازاں عریبیہ میں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کو اس تعلق کا خیال بھی آنے سے کافی پہلے یہودی مصنفین نے اسمٰعیل کو عربوں کا جدامجد شناخت کر لیا تھا۔ پہلی صدی عیسوی کا یہودی مؤرخ جوزیفس (جو روم میں رہتا تھا) نے لکھا کہ اسمٰعیل کے تمام بارہ قبائل دریائے فرات سے بحیرۂ احمر تک کی ساری زمین پر آباد تھے۔'' وہ ایک عرب قوم ہیں اور اپنے قبیلوں کے نام اسی کی مناسبت سے دیتے ہیں کیونکہ وہ نہایت پاکباز ہیں اور باپ ابرہام کی عزت کے پاسبان بھی ہیں۔''

چونکہ ان قبائل کو اسرائیلیوں کے دشمن خیال کیا گیا، اس لیے یہودی مفسرین نے ان کے ساتھ ہر قسم کے برے اوصاف منسوب کر دیے۔ نسلی اعتبار سے یہ برے اوصاف ان کے جدامجد پر بھی لاگو ہوئے۔ تفسیر'' Midrash Esther Rabbah '' میں کہا گیا،'' حماقت کے دس حصوں میں سے نو حصے اسمٰعیلیوں کو اور باقی ایک حصہ پوری دنیا کو دیا گیا۔ اسی طرح اسمٰعیلیوں کو جسمانی طاقت اور چستی کے نو حصے اور باقی ساری دنیا کو ایک حصہ ملا۔''

پہلے سے ہی بدخواہ ہو چکی تفسیری روایت میں ہی پیغمبر ﷺ اسلام کا دور آیا۔ یہودی مفسرین نے اسمٰعیل کو عربوں کے ساتھ جوڑا تھا، جبکہ عرب مفسرین نے ایسا نہ کیا۔ اسلامی عربی ماخذوں میں ابرہام کی نسل سے تعلق رکھنے والے بدوؤں کے متعلق کچھ بھی نہیں ملتا۔ تاہم، حضرت محمد ﷺ کے ابتدائی سوانح نگاروں نے آپ ﷺ کے قبیلے کا سلسلۂ نسل اسمٰعیل اور یوں ابراہیمؑ اور آدمؑ سے جوڑا۔ آپ ﷺ تمام عربوں کو اپنے قبیلے قریش کے ماتحت متحد کرنا چاہتے تھے، اور ایسا کرنے کی خاطر ان کے ورثے کو ایک مقدس ماخذ سے جوڑنے کی ضرورت تھی۔

اس زنجیر میں اسمٰعیل ایک اہم کڑی تھا، حالانکہ وہ قرآن میں کوئی اہم شخصیت نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

قرآن کی 114 سورتوں میں اسمٰعیل کا ذکر صرف بارہ مرتبہ آیا ہے۔ سورۃ 19 (مریم) میں ارشاد ہوا:
''اسمٰعیل وعدے کا سچا اور تھا رسول اور نبی، اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا اور تھا اپنے رب کے یہاں پسندیدہ۔'' (آیت 54،55)

پھر بھی مسلم مفسرین آنحضرتؐ کا مقام بے مثال بنانے کی خاطر اسمٰعیل کا رتبہ بھی بلند کرنے میں لگ گئے۔ وہ ہاجرہ کو دوبارہ مقبول بنانے لگے۔ نویں صدی کے ایک ممتاز محقق ابن سعد نے کہا کہ ہاجرہ فرماں روا (غالباً کوئی فرعون) کی سب سے زیادہ اعتبار والی خادمہ تھی۔ نسبتاً زیادہ اختراع پسند مفسر الکسائی کا کہنا ہے کہ ہاجرہ اصل میں فرماں روا کی بیٹی ہے۔ ہر دو صورتوں میں ہاجرہ اب شاہی تعلقات کی حامل بن گئی ہے۔

شاہی شجرۂ نسب اسمٰعیل کو متاثر کرتا ہے۔ الکسائی بتاتا ہے کہ جب ابرہام اور ہاجرہ نے جنسی فعل (جس میں اسمٰعیل کا حمل ٹھہرا) ختم کیا تو ایک آسمانی آواز نے کہا، ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں۔'' الکسائی کے بقول ابرہام نے بھی اپنی پیدائش کے وقت یہ الفاظ خود کہے تھے۔

اسمٰعیل کی زندگی میں قرآن اور اس کے مفسرین کی سب سے بڑی حصہ داری کا تعلق اسے کعبہ میں لا کر بسانا ہے۔ ابرہام ہاجرہ اور اسمٰعیل کو نیگب میں جلاوطن کرنے کی بجائے دراصل انہیں ساتھ لے کر مکہ گیا، انہیں وہاں بسایا اور پھر واپس وطن چلا آیا۔ صحرا میں تنہا رہ جانے پر ہاجرہ پانی کی تلاش میں دو چٹانوں کے درمیان سات مرتبہ دوڑی۔ تب ایک فرشتے نے ظاہر ہو کر اس کی جان بچائی۔ یہاں ایک اہم تبدیلی کا عمل موجود ہے، زرخیز ہلال سے عریبیہ میں آتے آتے کہانی کا محور تبدیل ہو رہا ہے۔ لہٰذا اسمٰعیل ترقی پا کر ایک ممتاز عرب بنا۔ ابرہام اسمٰعیل سے اس کے نئے گھر میں ملنے بھی گیا۔ سارّی نے اسے جانے کی اجازت دی، بشرطیکہ وہ اپنے خچر سے نیچے نہ اترے۔

ابرہام کے پہلی مرتبہ آنے پر اسمٰعیل شکار کرنے گیا ہوا ہے، چنانچہ ابرہام اس کی بیوی سے بات چیت کرتا ہے جو کنجوس اور غیر مہمان نواز ہے۔ اسے ابرہام میں کوئی دلچسپی بھی نہیں، اور نہ ہی وہ اس کا نام پوچھتی ہے۔ ابرہام اپنے بیٹے کے نام پیغام چھوڑ جاتا ہے: ''اپنے مکان کی دہلیز تبدیل کرو۔'' اسمٰعیل واپس آتا، اپنے باپ کی مہک محسوس کرتا اور پیغام کا مطلب اپنی بیوی کے

Marfat.com

لیے ناپسندیدگی کے طور پر اخذ کرتا ہے۔ وہ فوراً اُسے طلاق دیتا اور دوسری شادی کر لیتا ہے۔

ابرہام دوبارہ آتا، اس کی نئی بیوی سے ملتا اور اسے خوب صورت اور مہمان نواز پاتا ہے (اگرچہ وہ بھی اس کا نام نہیں پوچھتی)۔ حتیٰ کہ نئی بہو اس کا سر دھوتی اور اس میں تیل بھی لگاتی ہے، جبکہ ابرہام اپنے خچر پر ہی سوار رہتا ہے۔ وہ اپنے پیچھے ایک پیغام چھوڑ جاتا ہے: ''تمہارے گھر کی دہلیز مستحکم ہے۔'' اسمٰعیل واپس آتا، اپنے باپ کی مہک سونگھتا، پیغام سنتا اور اپنی بیوی کو بتاتا ہے: ''تم میرے باپ کو پسند آئی ہو۔''

ہوسکتا ہے کہ اسمٰعیل کے متعلق مسلم روایات یہودی روایات سے متصادم نظر آئیں۔ لیکن یہودیوں نے اِسے اس انداز میں نہیں دیکھا۔ درحقیقت بعثِ اسلام کے بعد کی صدیوں میں بہت سی مسلم روایات یہودی کتب میں ظاہر ہونے لگیں۔ آٹھویں صدی کی ''Midrash Pirqe Rabbi Eilezer'' میں اسمٰعیل صحرا سے ایک بیوی لیتا ہے۔ ابرہام اپنے بیٹے سے ملنے جاتا ہے اور پھر پہلی اور دوسری بیویوں کے ساتھ وہی کچھ ہوتا ہے؛ جس پر اسمٰعیل نے نتیجہ اخذ کیا کہ باپ کو اب بھی اس سے محبت ہے۔

مشابہت سے پتا چلتا ہے کہ یا تو یہ روایت یہودی کتب میں اپنا اصل ماخذ رکھتی تھی اور وہاں سے مسلم اور دیگر روایات میں شامل ہوئی؛ یا پھر اس کے برعکس ہوا۔ ہر دو صورتوں میں کہانی کا ماخذ اس واشگاف حقیقت کی نسبت کم اہم ہے کہ دونوں روایات نے ایک دوسرے کو اپنا حصہ بنانے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ اسمٰعیل کی زندگی کی تفصیلات ایک سے دوسرے مذہب، ایک سے دوسری نسل میں کچھ فرق تو ہوسکتی ہیں، لیکن بنیادی پیغام وہی ہے۔ ابرہام نے اسمٰعیل کو ملک بدر کر دیا، لیکن محبت اور پدریت کی اقلیم سے خارج نہ کرسکا۔

پکار کی ابتدا سے ہی واضح ہے کہ بائبل کا خدا مخصوص خطے میں ایک بہت بڑی قوم تخلیق کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے جس کا آغاز ابرہام سے ہو۔ اسحٰق بلاشبہ اس روایت کا وارث ہے۔ یوں کہہ لیں کہ وہ کشمکش میں فاتح رہا، اور اسمٰعیل برطرف کردہ حریف ہے۔ جیسا کہ کیرول نیوسم نے کہا، ''میرے خیال میں اس کہانی کو صرف یہودی اساس پر مبنی قرار دینا بے ایمانی ہوگی۔''

لیکن اس واضح ادبی وظیفے کو سامنے رکھتے ہوئے اسمٰعیل کی آئندہ اعلیٰ حیثیت کو بیان کرنے پر دی گئی توجہ اور بھی زیادہ جاذب بن جاتی ہے۔ بائبل ملحدوں یا دیگر برطرف شدہ شخصیات کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاریخ نہیں رکھتی۔ آدم اور حوا ملعون ہوئے۔ ہابیل قتل ہوا۔ لوط کی بیوی نمک کا بت بن گئی۔ اس کے برعکس اسمٰعیل کو خدا نے ذاتی طور پر بچایا، درجن بھر بادشاہوں کا جدامجد بنایا، اور وہ ایک عظیم قوم کا راہنما بھی بنا۔ شفاف حاصلِ کہانی یہ ہے کہ خدا کی زمین ابرہام کے دو بیٹوں میں سے ایک کو مل سکتی ہے، لیکن خدا کی برکت دونوں کے لیے ہے۔

کیرول نیوسم نے کہا، ''ابرہام کے وارث میں کہانی کی دلچسپی کے باوجود یہ دیگر رشتے داروں کا کھوج لگاتی اور ان کے درمیان موجود رقابت اور محبت دونوں موجودہ ہونے کا اشارہ دیتی ہے۔ اس مفہوم میں سماجی پیچیدگیوں کا ایک ایماندارانہ بیان موجود ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کہانی کو مکمل طور پر اس بارے میں قرار نہ دیا جاسکے، لیکن یہ اس کے قریب قریب ضرور ہے۔ ابرہام پر دعویٰ جتانے کی کوئی بھی کوشش کہانی کی روح کے منافی ہے۔''

رامی کے ساتھ ایک صبح کو میں نے چھوٹا سا پتھر دریائی گزرگاہ کے وسط میں رکھا اور کہا، ''یہ ابرہام ہے۔'' پھر میں نے شجرۂ نسب کے انداز میں اس پتھر کے نیچے دو مزید پتھر رکھے۔ ''یہ ہیں اسمٰعیل اور اسحٰق۔ دنیا صدیوں سے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کررہی ہے کہ ابرہام کا سلسلۂ نسل کس سمت میں جاتا ہے؟''

اس قسم کا چیلنج رامی کو بہت پسند ہے۔ ''اگر آپ زمین، عمارات اور پتھروں کی طرف دیکھ رہے ہیں تو شاید یہ یا وہ راہ اپنائیں گے۔'' تب اس نے مٹھی بھر پتھر لیے اور میرے خاندانی شجرۂ نسب کو ایک نقطے کے گرد دائروں میں ترتیب دیا۔ ''لیکن اگر آپ نظریات کی اقلیم کو دیکھ رہے ہیں .....تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔''

''اور کیا تمہارے خیال میں کہانیوں میں بھی پتھروں جیسی ہی طاقت ہے؟''

''کہیں زیادہ، اس سے کہیں زیادہ۔ کہانی اس مقام کی فضا ہے۔ یہ ہمہ وقت آپ کے اردگرد

رہتی ہیں۔آپ اسے حرکت دے سکتے ہیں۔آپ اسے اپنے ساتھ لے کر جا سکتے ہیں۔آپ اسے پتھر میں تراشنے کے سوا اس کے ساتھ ہر کام کر سکتے ہیں۔''

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر پتھروں کو ایک طرف کیا، اور صرف ابرہام کا پتھر وہاں رہ گیا۔

''ابرہام نے دنیا کو اس لیے بدل دیا کیونکہ وہ دنیا میں واحد تصور لے کر آیا۔''

''تو وہ تصور کیا ہے؟''

''تصور یہ ہے کہ تصورات کی طاقت بڑی اہم ہے......انسانی تصورات۔دریا، بت، پتھر یا زمین نہیں۔ابرہام خالی اور بیابان صحرا میں گیا اور بالکل نئے سرے سے کچھ تخلیق کیا۔اور اس کچھ نئی چیز کی بنیاد کسی غیر مرئی چیز پر تھی۔وہ جہاں بھی گیا وہاں سے اس نے ٹیکنالوجی اور جانکاری جمع کی۔اُس نے انہیں عظیم، ناقابل ادراک، غیر مرئی خدا کے ساتھ ملایا اور آگے اپنے دونوں بیٹوں کو منتقل کر دیا۔اور اسی چیز نے دنیا کو بدلا۔اگر ہم پتھروں پر لڑیں گے تو اصل نقطہ چھوٹ جائے گا۔ ابرہام ایک واحد تصور تھا، اور اس نے ہم سب کو وہی تصور دیا۔

Marfat.com

4

اسحاق

کنگ ڈیوڈ سٹریٹ کا آغاز یروشلم کے پرانے شہر میں جفہ گیٹ سے چند بلاک کے بعد ہوتا ہے اور یہ جنوب میں بیت اللحم کی جانب جاتی ہے۔ آج پرتعیش ہوٹلوں، بینکوں اور ایک بلند مینار والی امریکی طرز کی YMCA بلڈنگ والا یہ علاقہ قرون وسطیٰ کی دیواروں سے باہر آباد ہونے والا پہلا نواحی علاقہ تھا۔

گلی کے تقریباً نصف میں ایک چھوٹی سی Judaica شاپ سنگِ یروشلم لگے چھوٹے سے پلازہ کے کونے میں واقع ہے۔ اندر شیلفوں پر قطاروں میں لگے کدوش (kiddush) کپ اور حنوکہ مینورا (menorah) لہراتی ہوئی نیلی اور سفید عبادتی شالوں اور سینکڑوں کا مدار کپاہ کے ساتھ ملی جلی ہوئی ہیں۔ دکان کی پچھلی طرف کارڈ بورڈ کا کوئی تین فٹ چوڑا ایک ڈبہ کھلا ہوا ہے۔ مینڈھے کے صیقل شدہ سینگوں کا ایک ڈھیر ڈبے کی بالائی طرف سے باہر نکل رہا ہے۔

''یہ اچھا ہے،'' بی کوہن اینڈ سنز کے 79 سالہ پروپرائیٹر نے کہا۔ کالے اور سرمئی لباس میں ملبوس بنیمین کوہن خمیدہ کمر والا اور نرم گو ہے۔ اس کی جادوگروں جیسی داڑھی چھاتی سے نیچے تک آتی

اور ایک نوک کی صورت میں ختم ہوتی ہے۔ ''بہترین شوفار (shofar، مینڈھے کے سینگ کا باجا) کوئی دو ہاتھ لمبا ہوتا ہے۔ یہ دائیں طرف مڑا ہونے کی وجہ سے اچھا ہے۔''

''دائیں طرف؟''

''جب سے دنیا بنی ہے دائیں اور بائیں کے متعلق بحث جاری ہے۔ دائیں طرف خدا سے قریب تر ہونے کے باعث بہتر ہے۔''

میں شوفروتھ دیکھنے یہاں آیا ہوں، وہ لہریے دار سینگ جنہیں بائبل میں کوہ سینائی اور معبد پر پھونکا گیا اور جو آج ہر سال یہودی سال نو کے موقعہ پر پھونکے جاتے ہیں۔ منہ سے پھونک مار کر آواز پیدا کی جاتی ہے۔ یہودی روایت شوفار پھونکنے کی متعدد وجوہ پیش کرتی ہے: یہ باجا سینائی پر خدا کے مکاشفہ کی یادگار ہے؛ یہ معبد کی تباہی کی یاد دلاتا ہے؛ یہ ایام کفارہ کے آغاز پر شعور کو جھنجوڑتا ہے۔ جب میں نے مسٹر کوہن سے پوچھا کہ شوفار سننے پر اسے کیا خیال آتا ہے تو اس نے جواب دیا: ''The akedah''، یعنی اسحٰق کا وعدہ۔

اس نے کہا، ''آپ عدالت میں پیش ہوتے وقت اچھا وکیل کرتے ہیں۔ شوفار ایک اچھے وکیل جیسا ہے۔ یہ خدا کو ابرہام کی اطاعت کی یاد دلاتا ہے جو اس نے اپنے عزیز از جان بیٹے کو قربان کرنے پر آمادگی ظاہر کر کے دکھائی۔ جیسا کہ ربی ابا ہو نے کہا ہے، 'جب شوفار سنائی دے تو وعدے کو یاد کرو، اور اسے یوں اپنے فائدے میں برتو کہ جیسے تم میرے سامنے قربان گاہ پر لیٹے ہوئے ہو۔' ''

اگرچہ بنیمین کوہن تیس سال سے شوفروتھ فروخت کر رہا ہے، لیکن انہیں تیار کرتے ہوئے اس سے دوگنا عرصہ ہو چکا ہے۔ جب وہ چھ سال کی عمر میں گلیلی سمندر کے کنارے رہتا تھا تو وہ اور اس کے دوست کنیسہ میں باجا پھونکنے والے آدمیوں کو دیکھ کر حسد کیا کرتے تھے۔ وہ مقامی قصاب کے پاس گئے، ایک بھیڑ کا سینگ لیا اور صدیوں سے چلے آ رہے دستور کے مطابق اسے کئی گھنٹے تک گرم پانی میں بھگوئے رکھا اور پھر کھرچ کر اندر سے خالی کیا۔ کھوکھلا نوک دار سینگ دستیاب ہو جانے پر انہوں نے پھونک مارنے کے لیے گرم کیل ٹھونک کر سوراخ بنایا۔ اس کے بعد سینگ کو پالش کیا۔ سارے عمل میں کوئی ڈیڑھ ماہ لگ گیا۔ ''دن کے وقت ہمیں سکول جانا پڑتا تھا،'' اس نے

وضاحت کی۔

''اور کیا اس میں سے آواز پیدا ہوتی تھی؟''

اس نے اپنے ہاتھ اٹھا کر کندھے اچکائے اور خالصتاً یہودیوں والی انکساری کے ساتھ کہا:

''دیکھو، میں نہیں بتاؤں گا۔ لیکن اگر تم واقعی سچائی جاننا چاہتے ہو تو.....''

ابرہام کا اپنے پسندیدہ ترین بیٹے کو قربان گاہ پر باندھنا اس کی زندگی کا مشہور ترین لمحہ ہے۔ تینوں مذاہب اسے خدا کے ساتھ ابرہام کے تعلق کا مطلق اظہار مانتے ہیں۔ لیکن اصل میں یہ واقعہ کیا کہتا ہے، یہ کہاں پیش آیا، اور حتیٰ کہ کونسا بیٹا قربان کیا گیا...... یہ معاملات صدیوں سے متنازع ہیں۔ یہ سب چیزیں اضحق کے باندھے جانے کو ابرہام کی ساری کہانی کا سب سے زیادہ قابل بحث، سب سے زیادہ غلط سمجھا گیا اور سب سے زیادہ احتراق پذیر واقعہ بناتی ہیں۔

کتابِ پیدائش باب 22 کی ابتدائی سطروں میں خدا ایک مرتبہ پھر اور بلا تمہید اپنے منتخب بندے کو پکارتا ہے، ''اے ابرہام!'' تاہم، اس مرتبہ ابرہام جواب دیتا ہے، ''میں حاضر ہوں۔'' تب خدا نے کہا، ''اپنے بیٹے اضحق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جس سے تو بہت پیار کرتا ہے، ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا، سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔''

خدا نے ایک مرتبہ پھر ابرہام کو ایک ایسے سفر پر روانہ ہونے کو کہا جس کا اصل مقصد نہیں بتایا گیا اور نہ ہی منزل معلوم ہے۔ یہاں ہم دوسری پکار تک پہنچتے ہیں، ایک نئی lech-lecha (نکل پڑو)، خدا کے ساتھ ابرہام کی زندگی کا آخری نقطۂ عروج۔ عظیم ڈرامے کے جانے پہچانے سروں کو شناخت کرنا جوش انگیز سہی...... جیسے کسی پسندیدہ نغمے کو بار بار سنا جائے...... لیکن متن ایک خوفناک پیغام بھی دیتا ہے۔ خدا نے چار مرتبہ ابرہام کو بتایا کہ کونسے بیٹے کو ساتھ لے کر جانا ہے...... ''تیرا بیٹا، تیرا پیارا بیٹا، اضحق، جس سے تو پیار کرتا ہے''...... کہ جیسے ابرہام کو یقین نہ ہو کہ کونسے بیٹے کو لے کر جانا ہے، کونسا بیٹا عزیز ترین ہے، یا (اضحق کا نام بتائے جانے پر) آیا وہ اس سے محبت کرتا ہے یا نہیں۔ اسمٰعیل کے منظر سے نکل جانے کے باوجود اضحق کی حیثیت پر سمجھوتہ کیا گیا۔

Marfat.com

اگلے روز صبح سویرے ابرہام نے اٹھ کر اپنے گدھے پر چار جامہ کسا اور اپنے ساتھ دو جوانوں اور اپنے بیٹے اضحق کو لیا اور روانہ ہو گیا۔ تیسرے دن ابرہام نے نگاہ کی اور اس جگہ کو دور سے دیکھا۔ تب ابرہام نے اپنے جوانوں سے کہا، ''تم یہیں گدھے کے پاس ٹھہرو، میں اور یہ لڑکا دونوں ذرا وہاں تک جاتے ہیں اور سجدہ کر کے پھر تمہارے پاس لوٹ آئیں گے۔'' اس موقعہ پر واپس آنے کا کہنے والے ابرہام کو پورا یقین ہے کہ اضحق زندہ رہے گا۔ لیکن اضحق کو یقین نہیں۔ روانہ ہوتے وقت اس نے باپ سے پوچھا، ''اے باپ! دیکھ آگ اور لکڑیاں تو ہیں پر سوختنی قربانی کے لیے برہ کہاں ہے؟'' یہ کہانی کا سب سے دکھ انگیز موڑ ہے، اور ابرہام کا جواب حسب حال ہے، ''اے میرے بیٹے، خدا آپ ہی اپنے واسطے سوختنی قربانی کے لیے برہ مہیا کر لے گا۔''

اپنے بیٹے کے ساتھ ابرہام کا سلوک...... پر محبت لیکن بہادرانہ اور دوٹوک...... اضحق کے لیے بائبل کی وسیع تر بے یقینی منعکس کرتا ہے۔ ابھی تک اضحق اجداد میں سب سے کم متاثر کن ہے، اور خمسۂ موسیٰ کے بڑے کرداروں میں سب سے کم پرجلال بھی۔ ابرہام دنیا کا باپ ہے، یعقوب اسرائیل کا باپ ہے، اضحق محض جڑواں بچوں کا باپ ہے۔ اضحق کے بارے میں واحد یادگار بات وہ ہے جو اس میں نہیں تھی: وہ غیر مولود نہیں تھا، وہ ملک سے نکالا نہ گیا، وہ قربان نہ کیا گیا۔ اور جہاں تک اس میں موجود باتوں کا تعلق ہے تو اسے بھائی نے تنگ کیا، ماں نے حد سے زیادہ ساتھ لگائے رکھا، وہ باپ کے ہاتھوں ہلاک ہوتے ہوتے بچا، اور ابرہام کی موت کے بعد بیوی نے اسے دھوکہ دیا اور دوسرے بیٹے یعقوب نے اسے لاجواب کیا۔ اضحق میں الوہیت کا شائبہ تک نہیں۔ وہ ایک سادہ آدمی ہے جس کا ہر کسی نے فائدہ اٹھایا۔

قربانی کے لیے باندھے جانے کے وقت ہمیں اضحق کی عمر معلوم نہیں۔ بے شمار آرٹسٹوں نے اسے بچے کی صورت میں پیش کیا، اگرچہ متن میں اس کے برعکس معلومات دی گئی۔ اضحق سوختنی قربانی کے لیے لکڑیاں خود اٹھا کر لے گیا۔ کوئی بچہ یہ کام نہیں کر سکتا، جبکہ اضحق کو اس میں کوئی مشکل نہ ہوئی۔ اور یقیناً اضحق نکتہ اٹھانے کے قابل بھی ہے، جیسا کہ اس کے سوال سے اندازہ ہوتا ہے، ''برہ کہاں ہے؟'' جوزیفس نے اضحق کی عمر پچیس برس بتائی، جبکہ تالمود تینتیس سال بتاتی ہے (بالکل وہی عمر جس میں مسیح کو صلیب ہوئی)۔ ایک عوامی تھیوری میں اس کی عمر اس سے بھی زیادہ

Marfat.com

بتائی گئی۔سارہ نے اضحٰق کو نوے برس کی عمر میں پیدا کیا اور 127 سال کی عمر میں فوت ہوئی۔چونکہ اس کی وفات قربانی کے فوراً بعد بیان کی گئی (اور کچھ کے خیال میں یہ واقعہ ہی موت کا سبب تھا) لہٰذا اضحٰق کی عمر 37 سال کی ہوگی۔

اضحٰق کی عمر چاہے کتنی ہی ہو، لیکن وہ ابرہام کے ہمراہ مقررہ جگہ تک آیا، اور ''وہاں ابرہام نے قربان گاہ بنائی اور پھر اس پر لکڑیاں چنیں اور اپنے بیٹے اضحٰق کو باندھا اور اسے قربان گاہ پر لکڑیوں کے اوپر رکھا۔تب ابرہام نے ہاتھ بڑھا کر چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔'' کیا وہ ذبح کر دے گا؟ کیا انسان کی عظیم امید، ہمارا متبادل خالق خدا جیسا ہی ہلاکت خیز بن جائے گا؟ اور کیا اضحٰق بس وہاں چپ چاپ لیٹا باپ سے اپنی گردن کٹوا لے گا؟ ہم ان کی داخلی سوچیں جاننے کے خواہش مند ہیں۔ہم خدا کے ساتھ ان کی بحث کے منتظر ہیں۔

کوئی بحث نہ ہوئی۔اس موقع پر اضحٰق کی خاموشی شاید اعصاب شکن ہو، لیکن ابرہام کی خاموشی ناقابل تصور ہے۔قبل ازیں لوگوں کی ہلاکت، جنہیں وہ جانتا تک نہیں تھا، پر خدا کو تنقید کا نشانہ بنانے والا شخص اب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ نظر آتا ہے۔وہ کیا سوچ رہا تھا؟

مفسرین نے ممکنات تجویز کی ہیں۔شاید ابرہام کو معلوم تھا کہ اضحٰق ہلاک ہونے نہیں جا رہا تھا۔یہ رائے اس کی پیچھے کہی ہوئی بات کی وضاحت کرتی ہے کہ دونوں واپس آئیں گے۔شاید ابرہام کو یقین ہو کہ اضحٰق واقعی خدا سے تعلق رکھتا ہے، جیسا کہ کتاب خروج کی ایک سطر سے پتا چلتا ہے: ''اسرائیلیوں کے ہاں ہر کوکھ کی پہلی اولاد میری ہے۔'' شاید ابرہام کو خدا پر بھروسہ ہو۔وہ صاحب ایمان تھا۔یہ چیز اضحٰق کو اس کی کہی ہوئی بات کی وضاحت کرتی ہے: ''خدا مہیا کر دے گا۔''

لیکن ایک اور امکان بھی ابھرتا ہے۔قربانی کی تقریباً تمام تفاسیر اسے ایک آزمائش بتاتی ہیں، بالتخصیص طور پر خدا کے لیے ابرہام کی محبت کی آزمائش: کیا وہ خدا کے ہر حکم کی تعمیل کرنے پر آمادہ ہو گا، چاہے وہ بات کتنی ہی غیر انسانی کیوں نہ ہو؟ حتیٰ کہ متن بھی یہ نکتۂ نظر اختیار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''خدا نے ابرہام کو آزمایا۔'' لیکن خدا ابرہام کو اس کے ایک آزمائش ہونے کا نہیں بتاتا۔نیز اس نے ابرہام کو اپنا بیٹا ہلاک کرنے کا نہیں کہا۔خدا تو صرف تقاضا کرتا ہے کہ ابرہام اضحٰق کو ساتھ لے کر پہاڑ پہ جائے اور سوختنی قربانی کے طور پر چڑھائے۔ابرہام کو ہرگز یہ دوٹوک حکم نہیں ملا کہ وہ

اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔ اس رقیق فرق سے آگاہ ابتدائی یہودیوں نے واقعی قربانی کو ایک چڑھاوے کے طور پر لیا، نہ کہ باندھنے یا قربان کرنے کے مفہوم میں۔ موت کو کہانی کا حصہ نہ خیال کیا گیا۔ جیسا کہ بنیمین کوہن نے تالمود کا حوالہ دیتے ہوئے مجھ سے کہا، ''کمہار ناقص گھڑوں کو آزماتا نہیں، کیونکہ وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ وہ صرف اچھے گھڑوں کو آزماتا ہے۔''

نتیجتاً ہوسکتا ہے کہ ابرہام کو آزمایا نہ جارہا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ وہ آزمارہا ہو۔ شاید یہ ابرہام کی جانب سے خدا کو آزمائے جانے کی کہانی ہے، بالخصوص پچھلے باب میں کیے گئے خدا کے اس وعدے کی آزمائش کہ ابرہام کی اولاد اضحٰق کے ذریعے جاری رہے گی۔ خدا نے ابرہام کو اسمٰعیل کی ملک بدری کے لیے کہا، لہٰذا ابرہام کو یقیناً خدا کے اخلاص پر شک ہوا ہوگا۔ چنانچہ اس کی اضحٰق کو ہلاک کرنے کی کوشش ابرہام کے لیے یہ تعین کرنے کا ایک طریقہ بن گئی کہ کیا خدا رحم اور محبت والی شخصیت ہے یا نہیں۔ اگر اضحٰق کی موت واقع ہوگئی تو خدا جھوٹا پڑے گا۔ لہٰذا اندر خدا کو ابرہام کی پکار بن جاتی ہے۔ ابرہام ''نکل پڑو'' کی بجائے کہتا ہے، ''اِدھر آؤ۔''

اور فیصلے کا اپنا موقعہ سامنے آنے پر خدا عمل کرتا ہے۔ خداوند کا فرشتہ پکارتا ہے: ''ابرہام، اے ابرہام۔'' اور ابرہام ایک مرتبہ پھر جواب دیتا ہے: ''مَیں حاضر ہوں۔'' تب فرشتے نے کہا، ''تو اپنا ہاتھ اس لڑکے پر نہ چلا اور نہ اس سے کچھ کر کیونکہ مَیں اب جان گیا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے، اس لیے کہ تو نے اپنے بیٹے کو بھی جو تجھے عزیز ہے، مجھ سے دریغ نہ کیا۔''

ابرہام نے نگاہ کی اور اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے ہوئے تھے (یہی کڑی akedah کے ساتھ شوفار کا سلسلہ ملاتی ہے)۔ ابرہام نے اپنے بیٹے کی جگہ پر مینڈھا خدا کے حضور قربان کیا۔ بدلے میں فرشتہ خدا کے وعدے کو مزید بڑھاتا ہے...... ''اور تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی'' ......اور ابرہام اکیلا اپنے جوانوں کے پاس واپس لوٹتا ہے۔ چاہے یہ آزمائش کسی نے بھی کی ہو، لیکن ابرہام کو اس تجربے سے استحکام ملا۔ اضحٰق کا کوئی ذکر نہیں آتا۔

واقعہ اختتام پذیر ہوا۔

لیکن نتائج کا ابھی آغاز ہی ہوا ہے۔ قربانی ابرہام کی جانب سے پکار کا حقیقی جواب ہے اور یہ

Marfat.com

ابرہام اور خدا کے کرداروں میں ایک ادلا بدلی کی نشان دہی کرتی ہے۔ یہ واقعہ ابرہام کو آسمان تک رفعت دینے کے لیے خدا کو نیچے زمین پر لے آتا ہے۔ ابرہام عمل کرنے والا اور خدا ردِعمل دینے والا بن گیا۔ یوں ابرہام کو ایک ملبوس حاصل ہوا جو خدا ایک پشت سے اس کے سامنے لہرا رہا تھا۔ وہ خدا کا ساتھی بن جاتا ہے۔ انسان کو لا انسان کی صورت ملی؛ غیر دیوتائی کو دیوتائی روپ مل گیا۔

فرق کافی واشگاف ہے۔ اگرچہ کہانی کی ابتدا میں ابرہام کا تعلق خدا سے تھا، لیکن اب ایک لحاظ سے خدا کا تعلق ابرہام سے بن گیا۔ اس کے بعد ہمیشہ خدا کا ذکر ''ابرہام کا خدا'' کے طور پر آیا۔ ان کی باہمی آزمائش مکمل ہوئی، ان کی محبت بکار آئی، ابرہام اور خدا اب ناقابل علیحدگی طور پر مدغم ہو گئے۔ جنہیں قسمت نے ملایا، انہیں کوئی بھی جدا نہ کر پایا۔

البتہ لوگوں نے کوششیں ضرور کیں۔

یروشلم سے کوئی ساٹھ میل شمال میں یزرئیل وادی دریائے اردن سے مشرق کی سمت میں میکیڈو کے مغرب تک جاتی ہے۔ شمال میں گلیلی کا غیر متلاطم سمندر ہے۔ سارا سال جنگلی پھولوں، جاپانی پھلوں، انگوروں اور ناشپاتیوں سے لدی ہوئی یہ سرسبز پہاڑیاں مذاہب کے کچھ نہایت بنیادی واقعات کا پالنا ہیں...... جوشوا کی تسخیر سے لے کر یسوع مسیح کے مشن تک۔ مٹی میں ملے ہوئے پتھر ان لمحات کی کہانی سناتے ہیں، بشمول ایک کنیسہ کے جو بیت الفا کے قصبے میں واقع ہے اور جہاں ابرہام کی اپنے بیٹے کو قربان کرنے کی قدیم ترین معلوم شبیہ موجود ہے۔

بیت الفا کنیسہ چھٹی صدی عیسوی کے قریب یہودیوں کی ایک چھوٹی سی برادری نے تعمیر کیا تھا۔ یہ کوئی تین سو عبادت گزاروں کے لیے بنایا گیا؛ اس کے لائم سٹون سے بنی پیشانی کا رخ جنوب میں یروشلم کی جانب ہے، apse (محرابی طاق) اور مرکزی ہال معاصر گرجا گھروں جیسے ہیں۔ سارا عبادتی ہال موزیکس سے بھرا ہوا ہے...... لاکھی، نسواری مائل پیلا، ارغوانی اور مالٹا رنگ۔ موزیک کے ٹکڑے ایک آرک، ایک منطقۃ البروج اور دروازے کے قریب دس فٹ چوڑا ابرہام، اسحٰق، مینڈھے کا ٹیبلو پیش کرتے ہیں؛ خدا عبرانی زبان میں چلا رہا ہے، ''اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا۔''

Marfat.com

میرے ماہرِ آثارِ قدیمہ دوست انور گورین نے کہا، ''آج بھی akedah (قربانی) خدا سے انسان کے لگاؤ کی مطلق مثال ہے۔ اسی لیے یہ کنیسہ کے مرکز میں واقع ہے۔''

ہمیشہ ایسا ہی نہیں تھا۔ کتاب پیدائش باب 22 میں بیان ہونے کے بعد عبرانی بائبل میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں آیا۔ داؤد، سلیمان یا کسی بھی اور پیغمبر نے کہانی کا حوالہ نہیں دیا، البتہ وہ اجداد کی زندگیوں کے متعدد دیگر واقعات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ملتے ہیں۔ جب بعد کی کتب نے ابرہام کا حوالہ دیا تو اُر سے اس کی روانگی، میثاق کی وصولی، ملک کے وعدے کا ذکر کیا۔ شاید وہ اس واقعے سے پریشان تھے۔ شاید وہ بچوں کی قربانی کے بالواسطہ حوالے سے دور رہنا چاہتے تھے۔ ہم نہیں جانتے۔

تاہم، صدیوں تک نظر انداز کیے جانے کے بعد کہانی پہلے ہزاریے قبل مسیح کے اواخر میں دوبارہ نمایاں حیثیت حاصل کرنے لگی...... ایک ایسے دَور میں جب اسرائیلیوں نے ایذاؤں کا سامنا کیا۔ بائبل کہتی ہے کہ ابرہام کی اولادوں کو غلامی سے نکال لیا گیا تھا، اور پھر 1000 قبل مسیح کے قریب ارض موعودہ فتح ہوئی۔ وہ کوئی پانچ صدیوں تک سرزمین پر قابض رہے اور پھر مفتوح ہو کر 586 قبل مسیح میں جلاوطن کیے گئے۔ جلاوطنی کے زمانے میں شکست خوردہ قوم کے راہنماؤں نے دساتیر اور عبادات کا ایک سلسلہ وضع کیا جو یہودیت کا مرکز بنا۔

پچاس برس بعد ملک واپس مل جانے پر بھی اسرائیلی اکٹھے آباد نہ ہوئے۔ اب یہودی میسوپوٹامیا، مصر اور عرب میں اپنے مذہب کی پیروی کرتے تھے۔ دشمن غیر یہودیوں میں گھری ہوئی ان برادریوں کے لیے ابرہام کا اسحٰق کو قربان کرنا عقیدے کی خاطر کسی متقی فرد کی جھیلی ہوئی تکلیف کی طاقت ور علامت بن گیا۔ جیسا کہ پہلی صدی قبل مسیح میں مصر میں آباد یہودی فلسفی فیلو نے لکھا: ابرہام نے ''محبت کے تحت، پوری دلجمعی کے ساتھ'' اپنے خالق کی اطاعت کی۔

قربانی سے منسوب کردہ نئی اہمیت کا واضح ترین نشان یہ ہے کہ اب اسحٰق ایک رضا کار بھینٹ بن گیا۔ جوزیفس کی رزمیہ داستان ''The Antiquities of the Jews'' (جو اجداد کی کہانی نئے سرے سے بتاتی ہے) میں ابرہام اپنے بیٹے کو ایک پرسکون اور دلائل سے بھرپور تقریر کرتا ہے۔ اسحٰق اس قدر خوش ہوا کہ اس نے ابرہام کو یقین دلایا کہ وہ سرے سے پیدا ہونے کے قابل

Marfat.com

ہی نہیں تھا اور خود کو خدا اور اپنے باپ کی خوشیوں پر ''قربان کرنے کے لیے پوری طرح آمادہ'' ہے۔تب وہ مرنے کے لیے قربان گاہ کی جانب بڑھا۔

یونانی فلسفہ سے گہرائی میں متاثر اِس دور کے یہودیوں کے لیے قربانی خام جذبے، حتیٰ کہ پدری محبت پر بھی استدلال کی فتح کی علامت تھی۔ایک مقبول عام کہانی (جو جعلی انجیل کی کتاب 4 مکابیس میں ہے) میں ایک ماں اور اس کے سات بیٹے بتوں کو بھینٹ کیا گیا گوشت یا سور کا گوشت کھانے سے انکار کردیتے ہیں اور انہیں مار مار کر ہلاک کردیا جاتا ہے۔''نوجوانوں کی ماں اپنے بچوں کے لیے ہمدردی سے مغلوب نہ ہوئی؛اس کا ذہن ابرہام جیسا تھا۔''شہید پجاری الیعزر مزید آگے تک گیا اور اپنے بستر مرگ پر چلایا کہ یہودیوں کو اسحٰق جیسا بننا چاہیے: خود کو خدا کے حضور قربان کرنے کے لیے تیار۔''اے ابرہام کے بچو، اپنے مذہب کی خاطر وقار سے جان دو!'' قربانی اچانک محض ایک آزمائش نہیں رہتی؛یہ پاکیزگی کا ایک معیار بن جاتی ہے۔

صدیوں تک نظرانداز کی گئی اسحٰق کی قربانی یسوع مسیح کے دور میں ابرہام کی زندگی کا ایک فیصلہ کن موڑ بن گئی، اور اذیت زدہ یہودیوں کے لیے ایک طاقت ور تمثیل کہ انہیں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا اور پھر بھی عقیدے میں مستحکم رہنا چاہیے۔حتیٰ کہ یہودیت کے لیے قربان گاہ پر موت الوہی نجات حاصل کرنے کا ایک راستہ بن جاتی ہے۔

عیسائیوں نے قربانی کا یہ نکتۂ نظر اپنایا اور اس میں مزید ترمیم لائے: انہوں نے اسے ابرہام اور یسوع کے درمیان ایک روایت کا محور بنادیا۔

پرانے شہر میں معبد والے پہاڑ سے مغرب کی جانب تھوڑا سا پیدل سفر کریں تو یروشلم کی نہایت پھوہڑ انداز میں تعمیر کردہ عمارات میں سے ایک سامنے آتی ہے......ایک بے ترتیب، کئی مرتبہ بنائی گئی باسلیکا جس میں فالتو عبادت خانے، گنبد وغیرہ شامل ہیں۔مقدس مقبرہ (Holy Sepulcher) کسی گرجا گھر میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو کسی پورٹریٹ میں پکاسو......ٹرخے ہوئے حسن کا کیوبسٹ تصور۔سترہ سو سال پرانی زیارت گاہ جو اس جگہ پر تعمیر کی گئی جہاں یسوع مسیح نے صلیب لی، دفن ہوئے اور پھر دوبارہ زندہ کیے گئے۔یہ زیارت گاہ اس قدر مقدس حیثیت رکھتی ہے

Marfat.com

کہ اِس کے حصے یونانی آرتھوڈوکس، رومن کیتھولکس، قبطیوں، آرمینیاؤں اور شامیوں میں غیر متناسب طور پر بانٹے گئے ہیں۔ اور مرکزی دروازے کی چابی ایک مسلمان کے پاس رہتی ہے۔

گولگوتھا (جسے کالوری یا تصلیب کی پہاڑی بھی کہتے ہیں) بذاتِ خود دو منزلہ گرجا گھر کا مرکزی مقام ہے۔ نچلا حصہ یونانی آرتھوڈوکس کے زیرِ انتظام ہے، بالائی حصہ یونانیوں اور رومن کیتھولکس کے درمیان تقسیم کیا گیا ہے۔ کیتھولک حصہ تین بڑی موزیکس سے سجایا گیا ہے: وسط میں میری مگدلینی؛ بائیں طرف ابھی ابھی صلیب سے اتارا گیا یسوع مسیح؛ اور دائیں طرف اسحٰق کو قربان کرنے کے لیے تیار ابرہام۔ پتھر پہ لیٹے یسوع مسیح کی شبیہ قربان گاہ پر موجود اسحٰق کی شبیہ سے کافی ملتی جلتی ہے۔ دونوں آدمیوں کی صرف جانگھیں کپڑے سے ڈھکی ہوئی ہیں؛ ان کے چہروں کا تاثر تکلیف زدہ قبولیت کا اظہار ہے۔ یسوع کے پیچھے بے برگ جھاڑی ہے؛ اسحٰق کے پیچھے جھاڑی میں ایک مینڈھا پھنسا ہے۔

تل ابیب یونیورسٹی میں مذہب کی پروفیسر جیسیکا ہرانی نے وضاحت کی، ''واضح طور پر یہاں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ موریاہ پہاڑ اور کالوری ایک ہی ہیں۔ ابرہام کو خدا سے اس قدر محبت ہے کہ اپنا بیٹا نذر کر دیا۔ خدا کو انسانیت سے اس قدر محبت ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے کو صلیب پر قربان کیا۔ یہاں ایک مساوات موجود ہے۔ اور یہ اسی طرح ہونی چاہیے تھی۔''

''لیکن ایک بہت بڑا فرق بھی ہے۔ ابرہام نے اپنے بیٹے کو قربان نہیں کیا تھا،'' مَیں نے کہا۔

''مسیحی تمثیلیات (typology) مسیح کو تمام تمثیلیات کی تکمیل کے طور پر دیکھتی ہے۔''

بعد کے برسوں میں تمام تر اختلافات کے باوجود عیسائیت اور یہودیت پہلے عیسوی ہزاریے کی ابتدائی صدیوں میں کافی عمیق شراکتوں کی حامل تھیں۔ دونوں کو ہی رومنوں کی تادیبی کارروائیوں کا نشانہ بننا پڑا۔ اس سیاق و سباق میں دونوں مذاہب کو نہ صرف عقیدے بلکہ چیلنج کے سامنے عقیدے کے مثالی نمونوں کی ضرورت پڑی۔ دونوں نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے پر ابرہام کی آمادگی اور مرنے پر اسحٰق کی رضامندی سے اکتسابِ فیض کیا۔

قربانی اور تصلیب کے درمیان تعلق پہلی مرتبہ پال نے قائم کیا۔ اس نے گولگوتھا کو نئے مذہب کے مرکز میں رکھا اور اس میں تاریخ کا نقطۂ عروج دیکھا: ایک مثال میں ابرہام اسرائیل کی

Marfat.com

خاطر عمل کرتا ہے؛ دوسری مثال میں خدا ساری انسانیت کی خاطر عمل کرتا ہے۔ دونوں مثالوں میں خدا نے اپنے حضور قربان ہونے والے کی جان بخش دی۔ عبرانیوں کے نام خط میں پال لکھتا ہے:

''ایمان سے ہی ابرہام نے آزمائش کے وقت اسحٰق کو نذر گزرانا اور جس نے وعدوں کو سچ مان لیا تھا وہ اس اکلوتے بیٹے کو نذر کرنے لگا..... ابرہام سمجھا تھا کہ خدا مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے، چنانچہ ان ہی میں سے تمثیل کے طور پر وہ اسے پھر ملا۔''

دیگر ہم عصر عیسائیوں نے اس رابطے کی وضاحت کی۔ جان (یوحنا) نے یسوع کو ''خدا کی بھیڑ'' کہا۔ آئرینیئس عیسائیوں کو اپنے ایمان کی صلیب اسی طرح اٹھانے کو کہتا ہے جیسے اسحٰق نے قربانی کے لیے لکڑیاں اٹھائی تھیں ترتولیان نے کہا کہ اسحٰق کا اپنی سوختنی قربانی کے لیے لکڑیاں کمر پر اٹھا کر جانا اس وقت تک سربستہ راز رہا جب تک مسیح کو اپنی لکڑی کی صلیب کاندھوں پر اٹھانے کا نہ کہا گیا۔

نیز، یسوع کی طرح اسحٰق بھی اقلیم فطرت سے باہر ایک بے اولاد ماں کے ہاں پیدا ہوا تھا۔ دونوں پیدائشوں کا اعلان فرشتوں نے کیا۔ حتیٰ کہ اناجیل نے یسوع کی تصلیب کی تاریخ Passover کے دن مقرر کی، عین اسی موسم میں جو یہودی مفسرین اسحٰق کی قربانی کے لیے متعین کرتے ہیں۔

پیش بندی کا تصور..... یہ نظریہ کہ عبرانی بائبل میں وقوع پذیر ہونے والی کوئی بات عہد نامۂ جدید میں کسی واقعے کی پیشگی اطلاع ہے..... دونوں کہانیوں کو زبردست انداز میں ملاتا اور نئے سرے سے انکشاف کرتا ہے کہ یہودیت اور عیسائیت نے کیسے ایک ہی بھٹی میں شکل اختیار کی۔ لیکن پیش بندی سلسلۂ مراتب کی رائے بھی متعارف کرواتی ہے جس نے بعد ازاں یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان تعلقات کو مسدود کیے رکھا۔ عیسائیوں کے لیے عبرانی بائبل کی کہانیاں اب جدا اور خود مختار نہ رہیں؛ وہ محض عہد نامۂ جدید کے واقعات کا پیش خیمہ بن گئیں، جہاں انہوں نے روحانی تکمیل پائی۔ اس نکتۂ نظر میں یسوع اسحٰق سے فیض حاصل کرنے کی بجائے اس پر سبقت لیجاتا ہے۔ مثلاً گولگوتھا کے پہلوؤں میں دو جڑواں موزیک میں ایک زبردست فرق موجود ہے: اسحٰق کے گرد کوئی طلائی ہالۂ نور نہیں؛ مسیح کے گرد موجود ہے۔

Marfat.com

یہ چیز یاد دلاتی ہے کہ یسوع مسیح کی موت واقع ہوئی تھی۔
اسحٰق کی نہیں۔

یا ہوئی تھی؟

عیسائیت کا ابتدائی عہد عروج یہودیت کی پسپائی کا دور تھا۔ 70ء میں دوسرے معبد (ہیکل ثانی) کی تباہی کے ساتھ یہودیت پر ایک اور کاری وار ہوا۔ اُس دور کے یہودی، جو پہلے ہی رومنوں کے ہاتھوں ظلم کا نشانہ بنے ہوئے، اب خود کو اور بھی زیادہ مصیبت زدہ محسوس کرنے لگے۔ چند روایات نے اس تبدیلی کا اثر موریاہ والے قصے سے زیادہ لیا۔ کہانی کی مسیحی تفسیر اس قدر طاقت ور بن گئی کہ یہودی مفسرین نے اس کا جواب دینے کی ضرورت محسوس کی۔ بالتخصیص طور پر یہودیوں نے عیسائیوں کی پیروی میں اسحٰق پر توجہ مرکوز کرنا شروع کی۔ یہودیوں کی طرح اسحٰق بھی قربانی کا جانور بنا۔ یہودیوں کی طرح اسحٰق نے بھی چپ چاپ تکلیف سہی۔

اس تقلیب کی ایک نشانی میں اِس دور میں واقعے کے لیے یہودی نام ''نذر'' (جو کہانی میں آیا ہے) سے ''باندھ'' (جو کہانی میں نہیں آیا) بن گیا۔ اس کے علاوہ akedah (قربانی یا میثاق) اسی دور میں، تیسری صدی کے قریب پہلی مرتبہ یہودی عبادات میں داخل ہوا۔ یہودی سال نو کی تقریبات میں ''باندھ کی کہانی'' (story of the binding) پڑھنے لگے۔

اس تبدیلی کی اہمیت یہ ہے کہ عیسائیت کے ابتدائی برسوں میں اَبرہام مشترکہ ماخذ کی ایک شخصیت سے تبدیل ہو کر ایسی شخصیت بن چکا ہے جس پر مذاہب کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ دونوں مذاہب خود کو ورثے کے فطری وارث بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں: ''ہم تم سے زیادہ ابرہام کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں!''

یہ لڑائی وقت گزرنے پر بہت شدید ہوتی گئی۔ صلیبی جنگوں کے دور میں یہودی-عیسائی دشمنی اس قدر سنگین ہو گئی تھی کہ یہودی مفسرین نے ورثے کو دوبارہ اپنے نام لگانے کی خاطر ایک حتمی اقدام کیا۔ گیارہویں صدی میں لٹیرے عیسائیوں نے یہودیوں کی خونیں ایذا دہی کا سلسلہ شروع کیا۔ مینز، وارمز، کولون اور دیگر جگہوں پر یہودیوں سے اپنے مذہب چھوڑ کر عیسائیت قبول کرنے کا

Marfat.com

کہا گیا۔ انکار کرنے پر انہیں اذیت کا نشانہ بنایا جاتا۔ دین ترک کرنے کی بجائے بہت سے یہودیوں نے خود کو اور اپنے بچوں کو ہلاک کرنے کی راہ اپنائی۔ اس عہد کی یہودی دعائیہ کتب میں واقعی ایسی دعائیں شامل ہیں جو بچوں کو مارنے اور خودکشی سے قبل پڑھی جاتی تھیں۔

''اپنے خداوند کو اپنی جانوں کی قربانی پیش کرنے سے بہتر بات اور کوئی نہیں،'' مینز کے روزنامچہ نگار نے لکھا جہاں 1096ء میں 300 ہلاک ہوئے۔ ''ہر شخص اپنے خنجر کو اچھی طرح جانچ لے کہ اس میں کوئی نقص تو نہیں۔ آگے بڑھو اور اس کی خاطر ہمارے گلے کاٹو جو واحد ابدی ہے؛ اور انجام کار اپنے گلے بھی کاٹ لو۔'' عورتوں نے اپنے بچوں، ربیوں نے اپنے ریوڑوں اور عاشقوں نے اپنی محبوباؤں کی گردنیں کاٹیں...... ''یہاں تک کہ خون کا ایک سیلاب آ گیا۔''

اور اجتماعی خودکشی کرتے وقت وہ کیا پکار رہے تھے؟ ''اب تم پوچھو اور دیکھو، کیا آدم کے زمانے کے بعد سے کوئی ایسا قتل عام ہوا تھا؟ بھلا کب ایک دن میں ایک ہزار اور ایک سو قربانیاں کی گئی تھیں، ہر ایک قربانی اسحٰق ابن ابرہام کے akedah جیسی؟''

اپنی ہی اموات سے دوچار یہودیوں نے ابرہام سے منہ موڑ لیا، اور یوں صدیوں سے چلا آ رہا تکلیف کا تصور بدل دیا۔ قدیم دور میں بنی اسرائیل نے خدا کے قوانین کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے تکلیف سہی۔ یہ حکم عدولی موسیٰ کی زیر قیادت صحرانوردی یا اسرائیل میں ایک بادشاہت قائم کرنے کے بعد ان کی سزاؤں کی وضاحت تھی۔

اس کے برعکس قرونِ وسطیٰ کے یہودی تکلیف کو خدا کے غضب کی بجائے خدا کی مہربانی کی علامت خیال کرنے لگے۔

ربیوں نے کہا، مثالی افراد سے اکثر اپنے راست بازرویے کی خاطر تکلیف اٹھانے کا کہا جاتا ہے۔ صعوبت گناہ کی نہیں بلکہ قابل قدر ہونے کی علامت ہے اور یہ اہل ایمان کو مستحکم ہی بناتی ہے۔ ثبوت کے لیے انہوں نے اسحٰق سے رجوع کیا۔ لیکن اسحٰق کو مطلق قربانی کا جانور بنا کر پیش کرنے کا خیال پھیلانے کی خاطر مفسرین کو اس کی کہانی اپنے دور کے حساب سے بیان کرنا پڑی۔ یہ کام کرنے کے لیے انہوں نے ایک ریڈیکل تصور متعارف کروایا: انہوں نے کہا کہ اسحٰق واقعی قربان ہوا۔ ابرہام نے اپنے بیٹے کو واقعی ذبح کر ڈالا تھا۔

Marfat.com

موریاہ پہاڑ پر اسحٰق کے ذبح ہو جانے کا تصور یہودی تفسیر میں گہری جڑیں رکھتا ہے۔ جیسا کہ شیلوم سپیگل نے اپنی ایک تحقیق ''The Last Trial'' (1950ء) میں دکھایا، مفسرین نے ایک مرتبہ پھر اپنے نظریے کی بنیادیں متن پر رکھیں۔ انہوں نے اس امر کی نشان دہی کی کہ اسحٰق ابرہام کے ہمراہ پہاڑ سے واپس نہیں آیا، اور مینڈھے کے لیے لفظ hr اصل میں hryt یعنی ''ایام کا خاتمہ'' سے مشتق ہے۔ چنانچہ ابرہام کو علم تھا کہ اس کی اولاد یں خاتمۂ زماں تک جھاڑیوں میں الجھی رہیں گی۔

لیکن سب سے بڑا نکتہ یہ ہے کہ جب ابرہام اپنے بیٹے کو قربان گاہ پر باندھ رہا تھا تو فرشتے نے دو مرتبہ اسے رکنے کو کہا۔ پہلی مرتبہ اس نے کہا، ''تو اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا۔'' دوسری مرتبہ کہا، ''چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے، دریغ نہ رکھا اس لیے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔'' شارحین میدان میں کودے۔ اگر ابرہام پہلی مرتبہ کہنے پر ہی رک گیا تھا تو دوسری مرتبہ کیوں کہا گیا؟ نیز، یہ کیوں کہا گیا کہ ابرہام نے ''اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے، دریغ نہ رکھا؟''

بس ایک ہی وجہ سامنے آتی ہے: ابرہام نے اپنے بیٹے کو پہلی بار میں ہی ذبح کر ڈالا تھا۔ جیسا کہ ربی افرائیم آف بون نے بیسویں صدی کی ایک متاثر کن نظم میں لکھا، ابرہام نے جلدی کی، اسحٰق کو اپنے گھٹنوں تلے جکڑا اور ذبح کر دیا۔

اس کے اوپر دوبارہ زندہ کرنے والی شبنم گری اور وہ ہوش میں آیا۔
باپ نے اسے پکڑا اور پھر دوبارہ ذبح کر ڈالا۔
صحیفہ گواہ ہے! اس میں یہ ٹھوس امر موجود ہے:
'اور خداوند کے فرشتے نے آسمان سے دوبارہ ابرہام کو پکارا۔'

شارحین نے رائے دی کہ اس کے بعد ابرہام نے مینڈھے کو دیکھا اور دوسری مرتبہ اُسے ہلاک کیا۔

سو اگر اسحٰق محدود وقت کے لیے واقعی مر گیا تو اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ وہ واضح طور پر بعد میں واپس آیا، عیسو اور یعقوب کا باپ بنا اور بڑھاپے میں فوت ہوا۔ یہاں شرحیں اور بھی زیادہ

Marfat.com

پیچیدہ ہو جاتی اور عیسائیت کے ساتھ اپنی عمیق ترین قربت عیاں کرتی ہیں۔ ربیوں نے کہا کہ اسحٰق درحقیقت تین دن کے لیے چلا گیا، اور پھر واپس آیا۔ کچھ بیانات کے مطابق وہ آسمان پر گیا؛ دیگر میں وہ باغ عدن میں، یا حتیٰ کہ توریت کا مطالعہ کرنے گیا۔ (دراصل تین دن کی اہمیت یہودیت اور عیسائیت کے دور سے پہلے کی ہے۔ میسوپوٹامیا کے بت پرستوں کے مطابق دیوتا تین دن کے لیے پاتال میں جاتے اور پھر واپس لوٹ آتے تھے۔)

تاہم، یہودی شارحین کی نظر میں بھی اصل نکتہ یہ نہیں کہ اسحٰق ذبح ہو گیا تھا، بلکہ اصل چیز اس کا دوبارہ زندہ ہونا تھی۔ خدا نے اس کی راست بازی کے عوض اسے دوبارہ زندہ کر دیا تاکہ وہ اپنی اولادوں کو نجات دلا سکے۔ اسحٰق کے ذبح ہونے اور دوبارہ جنم لینے کا تصور اس قدر مقبول عام ہو گیا کہ قرون وسطیٰ کے یہودی اپنے ذبح شدہ جدامجد کی یاد میں اپنی پیشانیوں پر راکھ لگانے لگے۔ آزمائش میں مبتلا کوئی بھی یہودی ایک اور اسحٰق بن جاتا۔ ربی افرائیم نے نتیجہ اخذ کیا: ''متعدد قربانیوں کا فیض اپنی یادداشت میں لاؤ۔ ولی، مرد اور عورتیں جو تمہاری خاطر ذبح ہوئے۔''

اسحٰق کی موت اور دوبارہ زندگی کا تصور اس قدر طاقت ور ہے کہ ایک مرتبہ روایت میں شامل ہونے کے بعد یہ ہمیشہ موجود رہا۔ اسحٰق کا کرب کہانی کے پائیدار اثر کے لیے زیادہ ذمہ دار رہا ہو گا۔ ابرہام کی آزمائش اس قدر غیر معمولی ہے کہ اُسے کئی حوالوں سے بے مثال ظاہر کرتی ہے، جبکہ اسحٰق کی قابل رحم حالت زیادہ براہ راست ہے۔ ابرہام اس حد تک دیوتائی بن گیا کہ انسان نہ رہا۔ اب وہ ہم میں سے نہیں۔

اسحٰق ہم میں سے ہے...... اپنے باپوں پر بھروسہ کرنے کے لیے ہماری آمادگی، ہماری دائمی تکلیف، اپنی راست بازی کا انعام پانے کے لیے ہماری ابدی خواہش۔ تاریخ میں کسی بھی موڑ پر جب بے گناہ لوگوں پہ افتاد پڑی، شاعروں نے اسحٰق کو وقار اور ناانصافی کا مینار بنا کر پیش کیا۔ انگلش شاعر وِلفرڈ اوون نے اسحٰق کی موت کی بنیاد پر دوٹوک الفاظ میں باپوں کو رگیدا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہلی عالمی جنگ میں مرنے کے لیے بھیج رہے تھے۔ ایک فرشتے نے ابرہام سے درخواست کی کہ لڑکے کو ذبح نہ کرے، اور حتیٰ کہ اس کی بجائے ایک مینڈھے کی جانب اشارہ بھی کیا۔ ''لیکن بوڑھے نے فریاد نہ سنی اور اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا--- / اور ایک ایک کر کے یورپ کے نصف تخم کو

Marfat.com

بھی۔"

سنگ تراش جارج سیگال نے بھی ابرہام اور اسحٰق کو اسی انداز میں استعمال کرتے ہوئے کنٹ سٹیٹ ہلاکتوں کی یاد منائی۔ باب ڈیلان نے "Highway 61 Revisited" میں اسی طرح ویتنام پر احتجاج میں ابرہام کو استعمال کیا۔ خدا ابرہام سے کہتا ہے، "میرے لیے ایک بیٹا ہلاک کر۔" ابرہام نے کہا، "تمہیں چاہیے کہ میری جان لے لو۔" خدا کہتا ہے، "نہیں۔" ابرہام کہتا ہے، "قتل کس جگہ پر کیا جائے گا؟" خدا کہتا ہے، "ہائی وے 61 پر۔" (61 کا عدد ڈیلان کی آبائی ریاست منی سوٹا میں ایک ہائی وے سے تعلق رکھتا تھا۔)

لیکن ایک بے ضرورت موت کے طور پر اسحٰق کی تشبیہ کا تصور ہالوکاسٹ (ایذا دہی) میں اپنے قطعی اظہار تک پہنچا۔ اُس دور کے ایک یدش گیت میں گریہ کیا گیا:

اے میرے بیٹے تو ایک
مقدس اجتماع کا رکن ہے،
ایک سیلانی درخت کی نرم شاخ،
جبکہ بحری جہاز ہمیں سمندر میں لیے جاتا ہے
جیسے اسحٰق کو عقدہ کے لیے لیجایا گیا۔

میرے بچے، سو جا؛ ابھی بہت صبح ہے۔
جلد ہی لہریں خاموش ہو جائیں گی۔
گہری دھند میں ملفوف
ہماری جمہور پرست طاقت بیٹھی ہے۔

جیسا کہ Elie Wiesel نے لکھا، "تمام منظم قتل گری، صلیبی جنگیں، ایذا دہی کی کارروائیاں، قتل عام، آفات، تلوار اور آگ کے ذریعے تباہی...... ہر مرتبہ ابرہام اپنے بیٹے کو پھر سے قربان گاہ پر لے کر جاتا ہے۔"

Marfat.com

لیکن Wiesel نے یہ بھی زور دیا: ساری مذہبی تاریخ شہادت، یہودیوں کا یا قربانی کا موضوع نہیں ہے۔ اس کی بجائے بقاً یا زندہ بچ جانا یہودیوں کا موضوع ہے۔ اسحٰق کے ساتھ موریاہ پہاڑ پر جو کچھ بھی پیش آیا، مگر وہ زندہ رہا...... اور اس کی اولادیں بھی۔ درحقیقت یہودی بقاً کا انحصار اسحٰق کی بقاً پر ہے، اور یہ اسی سے فیض یاب ہے۔ اس یقین دہانی کا آغاز اس کے بظاہر غیر موزوں نام سے ہوتا ہے: ''اضحاق'' (خدا ہنستا ہے)۔ اولین جانبر کی حیثیت میں اسحٰق آئندہ یہودی تاریخ کے جانبروں کو سبق دیتا ہے کہ تکلیف سہنے اور زندگی بھر شبہ میں مبتلا رہنے کے باوجود ہنسنے کا فن یاد رکھنا ممکن ہے۔

Wiesel کہتا ہے کہ اسحٰق موریاہ پہاڑ والی دہشت کو کبھی نہ بھولا۔ وہ ابد تک کے لیے اپنے باپ کا چہرہ دیکھ رہا ہے، وہ اپنے گلے کی جانب بڑھایا گیا خنجر دیکھتا ہے اور وہ خدا کی بچانے والی آواز سنتا ہے۔ اور اسے معلوم ہے کہ اس کی اپنی موت کا سایہ برداشت کی روشنی سے منور ہے۔ اور سب سے بڑھ کر اسے معلوم ہے کہ اس قسم کی افتاد کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ ہنستا ہے۔ بقول Wiesel: ''بایں ہمہ۔''

قربان گاہ پر اسحٰق کی موت کے امکان نے اگر کہانی کا مفہوم ہمیشہ کے لیے بدل دیا، تو ایک اور تصور نے اِسے مزید چیلنج کیا۔ اگر اسحٰق بیٹا نہ ہوتا تو؟

ماہ ذوالحجہ کی نو تاریخ کو بیس لاکھ سے زائد احرام پوش زائرین مکہ سے عین باہر وادیٔ منیٰ میں جمع ہوتے ہیں جھلسا دینے والے سورج تلے زائرین حج کے حتمی وظائف ادا کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔ وہ فجر کے وقت مٹھی بھر کنکریاں لیتے، طویل زینے چڑھتے اور پتھر کے تین دیوقامت ستونوں پر مارتے ہیں۔ پچاس فٹ کے یہ ستون درحقیقت اپنی شکل میں مخروطی تھے۔ یہ شیطان کی شبیہ ہیں جس نے تین مرتبہ ابرہام کو بیٹے کی قربانی سے روک کر خدا کی نافرمانی کروانا چاہی۔ ابراہیم اس کے بہکاوے میں نہ آئے۔

اگلی صبح زائرین دوبارہ کھلے میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ ایک امام نماز پڑھاتا، پھر کم از کم ایک سال عمر کی بھیڑ لے کر اس کا منہ مکہ کی جانب کرتا اور بائیں پہلو کے بل لٹاتا ہے۔ وہ تکبیر پڑھتا اور

Marfat.com

پھر بڑی احتیاط سے جانور کا گلا کاٹ دیتا ہے...... سانس کی نالی اور شہ رگ، ایک ہی وار میں۔ خون ایک چھوٹے سے گڑھے میں جمع ہو جاتا ہے۔ عید الاضحیٰ یا قربانی کا تیوہار حج کی اختتامی رسم ہے اور ابراہیم کی جانب سے اپنے بیٹے کی جگہ پر مینڈھے کی قربانی کی یادگار ہے۔ ایک سعودی عریبیہ میں ہی کوئی پانچ لاکھ بکرے، بھیڑیں، دنبے، گائیں اور اونٹ ذبح کیے جاتے ہیں؛ گوشت کا زیادہ تر حصہ غریبوں اور مساکین میں بانٹا جاتا ہے۔

قرآن میں قربانی کے جانوروں کے متعلق ارشاد ہوا، ''سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ برے حال کے محتاج کو۔'' اس رسم کا مقصد خدا کی بجائے انسانوں کی روحوں کو کھانا کھلانا ہے۔ جیسا کہ سورۃ 22 (الحج) میں آیا: ''اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا لہو، لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب۔''

اگرچہ قرآن قربانی اور گوشت کی تقسیم کے سلسلے میں کافی واضح بتاتا ہے، لیکن حیرت انگیز طور پر تیوہار کی وجہ بننے والے واقعے کی تفصیلات نہیں بتائی گئیں۔ منیٰ میں یونہی کسی زائر سے پوچھیں، انٹرنیٹ پر سرچ کریں، دنیا میں کسی بھی جگہ راسخ العقیدہ مسلمان سے انٹرویو کریں اور پوچھیں کہ ابراہیم اس روز کس کی قربانی کرنے گئے تھے۔ آپ کو ہمیشہ ایک جیسا جواب ملے گا۔ ''The Concise Encyclopedia of Islam'' میں حاصل کلام پیش کیا گیا: ''بالعموم اسلام میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ اسمٰعیل کی قربانی پیش کی گئی تھی۔''

لیکن اس بارے میں قرآن واضح نہیں ہے۔

ابراہیمؑ کی تقریباً قربانی کی کہانی عربی زبان میں ذبیح کے طور پر جانی جاتی ہے جس سے ذبح کا طریقہ اور قربان ہونے والی چیز دونوں مراد ہیں۔ واقعہ سورۃ 37 (الصفت) میں آیا ہے اور اس سے پہلے ابراہیمؑ کو بچپن میں آتش نمرود میں پھینکے جانے کی کہانی بتائی گئی ہے۔ ابراہیمؑ پکارتے ہیں: ''اے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا۔'' اور رب نے دعا سن لی، ''خوش خبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا۔'' جب بیٹا کام کاج کرنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے اس سے کہا، ''اے بیٹے، میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں۔ پھر دیکھ تو تو کیا کہتا ہے۔'' بیٹے نے جواب دیا، ''اے باپ، کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے۔ تو مجھ کو پائے گا اگر اللہ نے چاہا، سہارنے والا۔''

Marfat.com

ابراہیمؑ نے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑا تو رب کی آواز آئی ''اے ابراہیم، تو نے سچ کر دکھایا خواب۔ ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ بے شک یہی ہے صریح جانچنا۔ اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے واسطے بڑا اور باقی رکھا ہم نے پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے ابراہیم پر۔''

کہانی کا اختتام نام والے بیٹے کے پہلے ذکر پر ہوتا ہے، ''اور خوش خبری دی ہم نے اس کو اسحٰق کی جو نبی ہوگا نیک بختوں میں، اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحٰق پر۔''

بائبلی کہانی کے ساتھ مشابہتیں واضح ہیں: ابراہیمؑ کو ایک بیٹا قربان کرنے کی پکار موصول ہوئی؛ وہ حکم پر عمل کرنے کی حد تک جا پہنچے؛ خدا نے مداخلت کی اور لڑکے کو بچا لیا۔ بائبلی شرح...... یہودی اور مسیحی دونوں...... کے ساتھ مشابہتیں بھی قابل ذکر ہیں: لڑکا اتنا بڑا ہو چکا ہے کہ کام اور بات چیت کر سکے۔ ابراہیمؑ نے درحقیقت اپنے بیٹے سے مشورہ مانگا، اور لڑکے نے قربان ہونے پر آمادگی ظاہر کی۔

لیکن اہم فرق بھی سامنے آتے ہیں۔ اول، یہ واقعہ خواب میں پیش آیا، لہٰذا یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ واقعی عمل میں آیا تھا یا نہیں۔ دوم، جائے وقوع، لکڑی، آگ یا چھری کا کوئی ذکر نہیں۔ سوم، خواب میں بیٹے کا نام نہیں لیا گیا۔ اسحٰق کا نام واقعے کے متعلق بیان ختم ہونے کے بعد ہی آیا ہے۔

قرآنی کہانی میں تفصیل کا فقدان بذات خود حیرت انگیز نہیں۔ قرآن اکثر ایسے حقائق کو بیان نہیں کرتا سامعین پہلے سے جانتے تھے؛ قرآن نے عموماً واقعات کے روحانی سبق پر ہی توجہ مرکوز کی۔ اور اس کہانی سے ملنے والا پیغام واضح ہے: ابراہیمؑ سچے ایماندار ہیں جنہوں نے منشائے ایزدی کی اطاعت کی، چاہے وہ کتنی ہی کٹھن تھی، اور اپنے کوششوں کا انعام پایا۔ خدا تمام انسانوں سے ناپاک خواہشات...... حتیٰ کہ پدری محبت...... کی قربانی چاہتا ہے تاکہ وہ ایک اعلیٰ پکار پر عمل کر سکیں۔

جیسا کہ شیخ فیصل عبدالرؤف نے کہا، ''قرآن کے مطالعہ سے ادراک ہوتا ہے کہ اصل بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے دونوں نے خود کو مطلق قربانی کے لیے پیش کر دیا۔ جب خدا آپ سے کوئی کام کرنے کا کہتا ہے، تو آپ اس پر عمل کرنے کو کتنا تیار ہوتے ہیں؟ کیا آپ

Marfat.com

ابراہیم اور ان کے بیٹے کی طرح قربانی دیں گے؟''

تاہم، کہانی میں لڑکے کا نام نہ بتانے کی واضح نیت کے باوجود قرآن ساتویں صدی کی لحہ بہ لحہ متغیر مذہبی فضا میں نازل ہوا جس میں یہودی، عیسائی اور مسلمان خاندان ابراہیم پر دعویٰ جتانے کی خاطر آپس میں ہاتھا پائی شروع کر چکے تھے۔ نتیجتاً اسلامی شارحین نے ابہام دور کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ فوراً بحث شروع ہوگئی۔ زیادہ تر ابتدائی شارحین نے متن کا جائزہ لیا اور نتیجہ نکالا کہ ذبح ہونے والا بیٹا اسحٰق ہی ہوگا۔ انہوں نے اس امر کا حوالہ دیا کہ قربانی کے وقت ابراہیم کی عمر نسبتاً کم ہوگی، اسمٰعیل کے ہمراہ مکہ کا سفر کرنے سے قبل۔ نیز، قرآن میں جب بھی خدا نے ابراہیم سے ایک بیٹے کا وعدہ کیا تو ہمیشہ اسحٰق کا ہی نام لیا گیا۔ چنانچہ کہانی کے آغاز میں جب ابراہیم نے بیٹے کے لیے دعا مانگی تو وہ ضرور اسحٰق کے لیے ہی دعا گو ہوں گے۔

ابتدائی اسلامی شارحین نے اسحٰق کو اور بھی زیادہ پرکشش بنانے کے لیے تفصیلات شامل کیں۔ مصنف السودی کہتا ہے کہ اسحٰق نے اپنے باپ سے رسیاں کس کر باندھنے کو کہا تا کہ وہ تڑپ نہ سکے، کہ وہ چھری تیزی سے چلائے، اور اپنے کپڑے اُڑس لے تا کہ وہ خون سے آلود نہ ہوں اور سارہ غمزدہ نہ ہو۔ ابراہیمؑ نے اسحٰق کو چوما، پھر ماتھے کے بل لٹایا۔ انجام کار خدا نے مداخلت کر دی۔

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اسحٰق کے حامی غالب رہے، لیکن وقت گزرنے پر اسمٰعیل کے حامی ان کے مقابلے پر آئے۔ ان شارحین نے اِس امر کو بنیاد بنایا کہ خدا ابراہیم کو اسحٰق کی قربانی کا نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ خدا قرآن میں ابراہیم اور سارہ سے وعدہ کر چکا تھا کہ اسحٰق کا ایک بیٹا ہوگا۔ خدا اپنا وعدہ نہیں توڑتا۔ کہانی میں سے ایک مسئلہ یہ بھی سامنے آتا ہے کہ ابراہیم کو اس عمر میں اپنا بیٹا قربان کرنے کو کہا جا رہا ہے جب وہ ایک اور بیٹا پیدا کرنے کے قابل نہیں لگتا۔ اس کہانی کا اطلاق صرف اور صرف پہلے بیٹے، یعنی اسمٰعیل پر ہی ہوتا ہے۔

جیسا کہ شیخ عبدالرؤف نے کہا، ''یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ہاں اس بات پر کوئی تنازع نہیں کہ حکم ابراہیمؑ کے اکلوتے بیٹے کے لیے آیا تھا۔ اور اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ اسمٰعیل ہی بڑا بیٹا تھا۔''

Marfat.com

اسمٰعیل کے حامی ایک اور نکتے پر بھی زور دیتے ہیں۔ ذبیح اسمٰعیل کے صحرا میں جانے کے بعد منیٰ میں پیش آیا، ابراہیم کے ایک دورے کے دوران۔ وہ کہتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی مفسرین اسمٰعیل کے ساتھ ابراہیم کی واضح قرابت کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے۔ گیارہویں صدی کا مفسر ثعلبی ایک یہودی ولی کے متعلق بتاتا ہے جس نے اپنے مسلمان دوستوں کو بتایا کہ یہودی بھی قربان کیے گئے اصل بیٹے کو جانتے تھے۔ ''لیکن وہ تم سے، عربوں سے رشک کرتے ہیں کہ خدا نے تمہارے باپ کو قربان کرنے کا حکم دیا تھا۔''

کچھ عرصہ بعد لکھنے والا ابن کثیر مزید آگے گیا اور یہودیوں پر الزام عائد کیا کہ انہوں نے ''بے ایمان اور رسوا کن انداز میں'' اسحٰق کو کہانی میں متعارف کروایا، حالانکہ بائبل میں کہا گیا ہے کہ ابراہیم اپنے اکلوتے، پیارے بیٹے کو قربان کرنے گئے تھے۔ ''انہوں نے ایسا اس لیے کیا کیونکہ اسحٰق ان کا جبکہ اسمٰعیل عربوں کا جدامجد ہے۔'' مفسر الطبری نے بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا، ''جو لوگ اسحٰق کو ذبیح مانتے ہیں ان کا ثبوت عیسائیوں اور یہودیوں کا اس پر متفق ہونا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ان کا متفق ہونا ہرگز ثبوت نہیں اور ان کا نکتۂ نظر قبول نہیں کیا جا سکتا۔''

دسویں صدی تک مسلمان بیٹے کی شناخت پر بحث کرتے رہے، بالکل اسی طرح جیسے یہودی اور عیسائی اسحٰق کے واقعی ہلاک ہونے یا نہ ہونے پر باہم برسرِ پیکار تھے۔ ''اگر دونوں میں سے کوئی بھی مستند ہوا تو ہم دوسرے سے نہیں الجھیں گے۔'' لیکن کوئی بھی فریق حاوی نہ ہو سکا۔ محقق Reuven Firestone نے قرونِ وسطیٰ کے دو سو سے زائد مفسرین کا جائزہ لیا اور نتیجہ نکالا کہ 130 نے قربان ہونے والے بیٹے کا نام اسحٰق جبکہ 133 نے اسمٰعیل بتایا۔

تاہم، وقت گزرنے پر اسمٰعیل کو اسلامی دنیا میں بالادستی حاصل ہوئی، اور ابراہیم کے ہاتھوں اسحٰق کی قربانی کا تصور تاریخ کے صفحات سے محو ہوتا گیا۔ فائرسٹون نے نتیجہ پیش کیا کہ اس چیز کا تعلق ابراہیمؑ اور خدا کی نسبت مذاہب کے درمیان کشمکش کے ساتھ زیادہ ہوگا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں اسلام نے اپنی اسناد پر انحصار کرنے کو ترجیح دی، اور ''جیسے جیسے ابراہیمؑ، اسمٰعیل اور شمالی عربوں کے ساتھ نسبی روابط زیادہ مستحکم ہوتے گئے، اسحٰق کا قصہ بھی مشکوک ہوتے ہوتے انجام کار مسترد ہو گیا۔''

Marfat.com

مسلمانوں کی نظر میں پیارا بیٹا اسمٰعیل تھا، چنانچہ ابراہیم اسے ہی قربان کرنے کے لیے لے گئے۔ بحث کا موضوع عقیدے کا معاملہ بن گیا۔ اور جس طرح عیسائیوں نے کہانی کے اپنے ورژن کو یہودیوں کی کہانی پر فضیلت دی، اسی طرح مسلمانوں نے یقین کیا کہ ان کا ورژن یہودی اور عیسائی دونوں کی کہانیوں سے زیادہ معتبر تھا۔ محض خدا کی اطاعت سے متعلق ایک کہانی خدا کے نام پر فتح کی کہانی بن گئی تھی۔ نتیجتاً ابراہیم کی قربانی کا معروض ان کا بیٹا، یا حتیٰ کہ مینڈھا بھی ثابت نہ ہوا۔

یہ ان کی اولادوں کے درمیان مفاہمت تھی۔

جب میں بی کوہن اینڈ سنز سے رخصت ہو رہا تھا تو بنیمین کوہن سے پوچھا کہ اس کے کتنے بچے ہیں۔ اس نے کہا، ''دس۔'' اور پوتے پوتیاں؟ ''پچاس سے زائد۔'' اور پڑپوتے، پڑپوتیاں؟ وہ گننے لگا۔ ''نو، دس۔ مجھے یاد نہیں۔''

''تو کیا آپ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو قربان کریں گے؟''

میں حیران رہ گیا کہ وہ ذرا بھی نہ ہچکچایا۔ ''ہم میں سے ہر شخص اپنا اپنا نذرانہ پیش کرتا ہے۔ ہم خدا کے لیے بہت سے کام کرتے ہیں۔ اس نے ابھی تک مجھے حکم نہیں دیا۔ لیکن اگر اس نے حکم دیا تو میں اطاعت کروں گا۔''

بہت سے دیگر لوگوں کی طرح بنیمین کوہن کے لیے خدا کے حضور مطلق قربانی کا تصور اجنبی نہیں۔ یہ ان کے بے لوث پن، ان کی پاکیزگی، اپنے اردگرد کی دنیا کے بندھنوں میں بندھے نہ ہونے کا اظہار ہے۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ یہ ابرہام کی زندگی کی نہایت پریشان کن میراثوں میں سے ایک تھی۔ درحقیقت مجھے اس سفر کا آغاز کرنے پر ابھارنے والی ایک چیز یہی تھی۔

مجھے پتا چلا کہ ابرہام محض امن کا ایک خلیق انسان ہی نہیں۔ وہ اعتدال کے ساتھ ساتھ تعصبیت کا مثالی نمونہ بھی ہے۔ اس نے اپنے رویے میں...... اپنے باپ سے علیحدہ ہونے کے عزم میں، اپنے دونوں بیٹوں کو دہشت زدہ کرنے پر آمادگی میں...... ایمان اور تشدد کے درمیان قریبی تعلق کی پرداخت کی۔ اور پھر اس قسم کے طرزِ عمل کو تقدس کے معیار تک لا کر اس نے اپنی

Marfat.com

اولادوں میں بھی گزند پہنچانے، دکھ کو ایمان کی ایک شاخ کے طور پر دیکھنے اور معبود پر مرکوز دنیا کے اپنے تصور کو آگے بڑھانے کے لیے ظلم وتشدد کے استعمال کی خواہش کو جلا بخشی۔

یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ہاں قربانی کی کہانی کی تفسیر میں تمام اختلافات کے باوجود عمیق تر انکشاف یہ ہے کہ تینوں مذاہب نے بیٹے کو قتل کرنے کے لیے باپ کی تیاریوں کی کہانی کو کس طرح تفہیم ذات کا مرکز بنایا۔ یہ امر اس قدر اساسی ہے کہ اس سے بہ آسانی اغماض برتا جاسکتا ہے۔ لیکن اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ تینوں وحدانیت پرست مذاہب اپنے اپنے پیروکاروں کو عمیق ترین انسانی دکھ کا سامنا کرنے پر مجبور کرتے ہیں: بچے کو کھونا۔ قربانی، تصلیب، ذبیحہ دراصل ان کے مشترکہ ماخذوں کی تصویر کشی کرتے ہیں۔

اس تاریک اشتراک کے نکتۂ نظر سے تینوں مذاہب قربانی کے گرد موجود ایک داستان میں شریک ہیں۔ لڑکا جان بخشی ہونے کے فوراً بعد چھری ہاتھ میں لیے قربان گاہ پر لیٹ گیا؛ آزمائش کا جذبہ اس کے جسم میں ہلچل پیدا کر رہا تھا۔ خدا نے اس سے کہا کہ اس کی کوئی بھی دعا قبول ہوگی۔ لڑکے نے کہا، ''اے خدا، میں دعا کرتا ہوں کہ کسی بھی دور کا کوئی شخص جب بہشت کے پھاٹکوں پر تجھ سے ملے...... چاہے وہ تجھ پر ایمان رکھتا ہو یا نہ..... تو میری درخواست ہے کہ تو اسے اندر داخل ہونے دے۔''

اپنی ہی ہلاکت کے خیال سے دوچار ابن ابرہام جواب میں اپنی ایک پکار پیش کرتا ہے۔ وہ خدا سے کہتا ہے کہ انہیں برکت دے جو اسے برکت دیتے ہیں، اور انہیں بھی برکت دے جو اسے کوستے ہیں۔ ابرہام کو دی گئی برکت دینے والا خدا اب ابن ابرہام کی جانب سے اور بھی بڑی درخواست سے دوچار ہوا۔ بہ الفاظ دیگر، تشدد آن کی آن میں اچھائی کا روپ دھار سکتا ہے۔

جانے سے پہلے میں نے بلیمین کوہن سے آخری سوال پوچھا کہ سٹور میں اس کی پسندیدہ ترین چیز کونسی تھی۔

''مجھے گاہک پسند ہیں،'' اس نے کہا۔

''میرے خیال میں تو صورتِ حال کافی بری ہے،'' میں نے کہا۔

''بس یہ زیادہ اچھی نہیں۔ میں بری نہیں کہتا۔ آپ بری نہیں کہہ سکتے؛'' اس نے کہا۔

Marfat.com

''آپ بری کیوں نہیں کہہ سکتے؟''

اس نے جواب دیا، ''کبھی برا نہ کہو۔ اگر تم صبح اٹھتے اور اپنی آنکھیں کھول سکتے ہو تو یہ اچھا ہے۔'' اس نے مجھے کہانی سنائی کہ کس طرح خدا نے کتابِ پیدائش کے باب 32 میں ابرہام سے کیا ہوا وعدہ یعقوب کے ساتھ دہراتے ہوئے اس کی اولاد کو ''بے شمار'' بنانے کا کہا تھا۔ بنیمین کوہن نے کہا، ''اور لفظ 'اچھا' دو مرتبہ آیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر تم اچھی بات منہ سے نکالو تو سب اچھا ہو جائے گا۔ اور اگر تم برے کی بات کرو گے تو برا ہی دیکھو گے۔''

اُن حالات میں یہ الفاظ بہت حسین معلوم ہوئے۔ جنگی زون کے عین وسط میں، کتاب پیدائش میں وہ اقتباس دکھانے کے کچھ ہی لمحے بعد جہاں کہا گیا ہے کہ اسمٰعیل ہمیشہ اسحٰق کے خلاف شمشیر اٹھائے رکھے گا، اور اپنے بیٹے کو خدا کے حضور قربان کرنے پر آمادگی ظاہر کرنے کے چند سیکنڈ بعد اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے شکر گزار ہی رہنا چاہیے۔ ''اگر ہم ابرہام کے متعلق اچھی باتیں کہیں تو شاید اچھی باتیں بہتر بن جائیں۔''

میں نے سوچا، یہ ایک مقدس مقام ہے جہاں برا اچھا بن سکتا ہے، موت مقدس ہو سکتی ہے اور جہاں کوئی بھی تکلیف خدا کا دامن چھوڑنے پر مائل نہیں کر سکتی۔

میں نے سوچا، اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ کہانی یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے لیے اس قدر مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ ابرہام کی کہانی کا یہ حصہ ہماری رگوں سے بھی قریب ہے اور یہ ایک سوال پیش کرتا ہے جس کی روبروئی کی ہم کبھی توقع نہیں کرتے: کیا میں خدا کے نام پر قتل کروں گا؟

یقیناً ابرہام کی زیادہ تر اولادوں نے ساری تاریخ کے دوران اس کا جواب ہاں میں دیا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

اقوامِ ابراھیم

5

یہودی

میں یروشلم شہر سے باہر گیا۔ جلد ہی مجھے ہلکی سی سر درد ہونے لگی۔ یروشلم سے مشرق کی طرف چند منٹ کا سفر کریں تو سڑک ایک دم نیچے اترتی ہے، تیزی سے بدلتی ہوئی آب وہوا کا ایک احساس ہوتا ہے: پہلے شہر کے قریب ٹھنڈ اور بارش، پھر بادل اور پہاڑوں پر سبزہ، پھر نہایت مرطوب ہوا اور چٹان کے کنارے پر نیلا آسمان، اور آخر میں دنیا کی عمق میں جہنم نما کھائی۔

بحیرۂ مردار قدیم دور میں کھارا سمندر کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ عبرانی بائبل میں متعدد کلیدی واقعات کا منظر نامہ ہے، بشمول سدوم اور عمورہ، کوہ نیبو اور یریحو۔ پہلے ہزار یے قبل مسیح کے اختتام پر یہ بائبل کی تاریخ میں......اور ابرہام کی تاریخ میں بھی......ایک تقلیبی لمحے کی جائے وقوع بھی بنا۔

سطح سمندر سے تقریباً 1300 فٹ نیچے، شمال مغربی ساحل کے اوپر سے دیکھتی ہوئی ایک چٹان پر ایک قدیم بستی کی باقیات سورج تلے برہنہ پڑی ہیں۔ بیک وقت چند سو افراد کے اکٹھے کھانے، پڑھنے اور نہانے دھونے کے لیے کافی کشادہ کمروں کا مجموعہ طویل آبی نالی کے ذریعے

Marfat.com

لائم سٹون کی چٹان سے منسلک ہے جو صاف پانی لانے کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ سرخ لکڑی کے رنگ کی پہاڑیاں، جہاں سے آبی نالہ شروع ہوتا ہے، اس قدر خستہ ہیں کہ ان میں درجنوں رخنے، کھوہیں اور غار بنے ہوئے ہیں۔

1947ء کے موسم بہار میں ان پہاڑیوں پر محمد عبدالذہیب (Adh-Dhib) نامی بدو لڑکے کی ایک بکری کھوگئی۔ وہ بکری کو تلاش کرنے کے دوران ایک غار کے دہانے میں داخل ہوا۔ اس نے تاریکی میں ایک پتھر پھینکا اور بکری کی متوقع مَیں مَیں کی بجائے برتن ٹوٹنے کی آواز سنی۔ وہ خوف کے مارے اندر داخل نہ ہوسکا اور اگلی صبح ایک دوست کو ساتھ لے کر آیا۔ دونوں غار میں داخل ہوئے اور کئی فٹ اونچے درجن بھر مرتبان دریافت کیے۔ انہیں دیگر باقیات بھی ملیں۔

انہوں نے مرتبانوں کے ڈھکن اٹھائے اور گہرے رنگ کے، لمبوترے ڈھیلوں کو سیاہ رال میں لپٹے ہوئے پایا۔ بو ناگوار تھی۔ انہوں نے رال میں لپٹے لِنن کو اتارا اور چمڑے پر لکھے مسودے دیکھے جو کہیں کہیں سے پھٹے ہوئے تھے۔ حروف عربی زبان کے نہیں تھے، چنانچہ انہیں اپنی دریافت کا سب سے قیمتی حصہ چمڑا معلوم ہوا: نئے سینڈل! گھر واپس آ کر انہوں نے فوراً اپنے سینڈلوں کے لیے نئے سٹریپ بنائے اور پھر سب سے بڑے طومار کو بیت اللحم میں پاپوش ساز کے پاس لے گئے جس نے فوراً محسوس کرلیا کہ اس چمڑے کی اہمیت صرف جوتے بننا نہیں تھی۔

اس کے پاس کتاب یسعیاہ کا ایک مخطوطہ تھا، کسی بھی معلوم نقل کی نسبت ایک ہزار سال زیادہ پرانا۔ جلد ہی خبر عام ہوگئی: ان پہاڑیوں میں سونا موجود ہے!

اور خدا بھی۔

تمام غاروں کی خاک چھان لینے کے بعد کل آٹھ سو ''بحیرۂ مردار کے طومار'' (Dead Sea Scrolls) برآمد ہوئے۔ انہوں نے بائبل اور صحیفے کو جنم دینے والی متغیر سیاسی و مذہبی آب و ہوا کی تفہیم میں انقلاب بپا کر دیا۔ انتہا پسند یہودی فرقے ایسینی کے لوگ پہلے ہزاریے قبل مسیح کی متاخر صدیوں میں بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے تاکہ کٹر رسوماتی پاکیزگی کی زندگی گزار سکیں۔ یہ مسودات ان کی الگ تھلگ برادری پر روشنی ڈالتے ہیں جسے بائبل کے متن کے مطالعہ سے گہری عقیدت تھی۔ یہ ابراہیمی مذاہب کا جوہر ہے...... قدیم تحریروں کو لے کر انہیں معاصر اور بے عصر بنا

دیا گیا، ایک عمل جو اس برادری میں کسی بھی اور مقام کی نسبت کہیں زیادہ بدیہی ہے۔

اُس عہد کے ایک سرکردہ ماہر آثار قدیمہ ہنان اِیشل (Eschel) نے کہا، ''قمران نے ہمیں بتایا ہے کہ تیسری صدی قبل مسیح میں بھی بائبل کے مختلف متن زیر گردش تھے۔ منشی ابھی تک زبانی روایات کے ٹکڑے لے کر انہیں ایک سلسلہ وار کہانی کی صورت میں جوڑ رہے تھے۔'' ایشل ایک خوش خلق اور نہایت مذہبی شخص ہے؛ وہ کپاہ پہنتا ہے، لیکن پھر بھی ثبوت کے ساتھ پوری طرح مخلص ہے۔ اسے ہاتھ ہلا کر باتیں کرتے دیکھ کر مجھے پرائمری سکول کا ایک سائنس کا استاد یاد آ گیا۔

''سو تیسری صدی میں ایسا کیا ہوا کہ یہ سب بدل گیا؟'' میں نے پوچھا۔ ہم دو ہزار سال پرانے ایک کتب خانے کے آثار میں کھڑے تھے۔ دوسری منزل مسمار ہو گئی تھی اور وہ طویل ڈیسک دکھائی دینے لگے تھے جہاں بیٹھ کر طومار نقل کیے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ روشنائی کے لیے بنائے گئے سوراخ بھی نظر آئے۔ میں اس موڑ کو سمجھنے کی کوشش میں قمران آیا تھا...... جب بائبل کا متن انجام کار ایک متبرک شئے بنا اور اہل ایمان کہانی کی نئی تفسیر پیش کرنے لگے...... کیونکہ یہ وحدانیت کی تاریخ میں ایک اتصال کا نمائندہ ہے۔ مثلاً اسی نے ابرہام کو ایک قدیم دلگیر شخصیت کی بجائے ایک دائمی طور پر جاندار شخصیت بننے، ایک کی بجائے دو سو چالیس روپ اختیار کرنے کی اجازت دی۔

اِیشل نے کہا، ''ہوا یوں کہ لوگوں نے آخر کار محسوس کر لیا کہ انہیں درست چیز مل گئی ہے۔ بائبل ایک روحانی چیز بن گئی جس میں تبدیلی کرنے کی اجازت کسی کو بھی نہیں تھی۔''

''اور تب؟''

''اچھا، تو اگر لوگ متن کو سمجھنا چاہتے تھے...... اپنی زندگیوں کے ساتھ اس کا تعلق سمجھنے کے لیے...... تو انہیں اس کی تجدید شباب کرنا پڑی۔ انہیں کہانیوں کو نئے سرے سے بیان کرنا تھا۔ نئے انداز میں تفسیر کا فن اِس عہد کی عظیم اختراع تھی، لیکن جیسا کہ ہم جانتے ہیں، اس نے ہمارے لیے بہت سے مسائل بھی کھڑے کر دیے۔''

یہ بات ذہن میں رکھ کر مَیں تینوں مذاہب کے قلب میں موجود واحد ابرہام کی تلاش میں نکلا۔ میں حیران ہوں کہ مَیں نے یہ غور کرنے پر کتنا وقت صرف کیا کہ ایک مذہب کا ابرہام کب ختم

Marfat.com

اور دوسرے کا کب شروع ہوا: کیا حقیقی ابرہام کا آغاز موسیٰ کہ پیدائش یا یسوع کی موت پر ہوا؟ کیا حقیقی ابرہام کا آغاز حضرت محمد ﷺ کے وصال یا قسطنطنیہ کی شکست پر ہوا؟ اور بورژوازی کے عروج کے متعلق کیا خیال ہے؟ اتنے بہت سے ابراہاموں کا کھوج لگانے کی کوشش سکائی سکریپرز (فلک بوس عمارتوں) میں ایلیویٹرز کا کھوج لگانے کی کوشش کرنے جیسا ہے: بیک وقت درجن بھر عمل کر رہے تھے، کچھ اوپر جاتے اور کچھ نیچے آتے ہوئے، ہر ایک کسی مخصوص فلور پر رکتا ہوا اور صرف ایک مقصد کا حامل: جتنی جلدی ہو سکے مجھے آسمان تک لے جاؤ۔

انجام کار میں نے نتیجہ اخذ کیا کہ بطور ثقافتی شخصیت ابرہام کی تاریخ اپنی تمام تر تلاطم خیزیوں کے باوجود گزشتہ چار ہزار برس کے دوران دراصل متعدد اہم موقعوں کے گرد گھومتی رہی ہے جنہوں نے اس کی پائیدار اہمیت کی ضمانت دی۔ اس کی زندگی کا فیصلہ کن موقع ...... حقیقی یا تصوراتی ...... ہمیشہ وہ رہے گا جب خدا نے ابرہام کو منتخب کیا، اسے قطعی گمنامی سے نکالا اور دنیا کو نئے سرے سے بیان کرنے کی اجازت دی۔

اس کی کہانی کا دوسرا مرحلہ پہلے ہزاریے قبل مسیح کے اواخر میں شروع ہوا جب یہودی اپنے صحرائی ماضی میں سے ایک مذہب تشکیل دینے لگے۔ اکثر نظر انداز کر دیے جانے والے ایک نہایت اہم لمحے میں ابتدائی یہودیوں نے بھی ابرہام کو منتخب کیا، اسے اپنے ماضی میں سے بلایا اور بانی جدامجد کا رتبہ دیا۔ شاید آج یہ بات کافی عجیب لگے، لیکن یہ رتبہ ہرگز ضمانت یافتہ نہیں تھا۔ یہ ایک انتخاب تھا۔

بعد کے مراحل کے ساتھ بھی یہی صورت حال ہے۔ ابتدائی عیسائیوں نے بھی ابرہام کو منتخب کیا۔ ابتدائی مسلمانوں نے بھی ابراہیمؑ کو چنا۔ کسی کے لیے بھی ایسا کرنا لازمی نہیں تھا۔ تاریخ ایسی روحانی شخصیات سے بھری پڑی ہے جنہوں نے اپنے سابقین کا نظام العقائد مکمل طور پر مسترد کیا۔ خود ابرہام بھی تو انہی میں سے ایک تھا۔ اس کے برعکس اس کی اولادوں نے اپنے ماضی کو اجاگر کرنے کی راہ اپنائی۔ مذہب کے ارتقا میں ہر عبوری موقعے پر، وحدانیت کی ہر آئندہ تجسیم نے خود کو ایک ہی شخص کے ساتھ منسلک کیا۔

'ہر مذہب نے ابرہام پر دعویٰ جتانے کے بعد اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟' کی بجائے

'مذاہب نے ایسا کیوں کیا؟' کا سوال بعد کے دو ہزار سال کے لیے ابرہام کی کہانی پر غالب آ گیا۔ نتیجتاً اگر ابرہام کو سمجھنے کی خاطر پہلے اقدام کے طور پر مجھے اس کی کہانی بغور پڑھنے کی ضرورت تھی تو اگلا قدم یہ بغور مطالعہ تھا کہ ہر ایک مذہب نے اس کی کہانی کی تعبیرِ نو کیسے کی۔

ظاہر ہے کہ میں نے یہودیت سے آغاز کیا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی پیش کردہ نئی تفسیروں سے کافی پہلے قدیم یہودی اولین لوگ تھے جنھوں نے اپنے دعویٰ کردہ باپ کی تشکیلِ نو کے لیے سرجری انجام دی۔

قمران جیسے مقامات پر یہودیوں کے ابرہام کو اپنا بانی منتخب کرنے کے قابل ہونے کی مرکزی وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر اسرائیلی تاریخ میں جدامجد اپنی اولادوں سے گمشدہ رہا۔ آج ابرہام، اسمٰعیل اور اسحٰق کی کہانیاں کتنی ہی سحر انگیز کیوں نہ ہوں، لیکن تقریباً یقینی طور پر وہ اسرائیلی اُن کے متعلق نہیں جانتے تھے جو چالیس سال تک صحرا میں بھٹکتے رہے اور پھر 1200 قبل مسیح کے قریب ارضِ موعودہ فتح کی۔ 1000 قبل مسیح میں جب داؤد نے یروشلم پر قبضہ کیا اور متحدہ اسرائیل کا بادشاہ بنا تو ابرہام پشت در پشت منتقل ہونے والی زبانی روایات کے ذریعے صرف چند راہنماؤں سے ہی شناسا تھا۔

ہارورڈ یونیورسٹی میں تقابلی مذہب کے پروفیسر اور یہودیت کی تاریخ پر ایک مستند عالم جان لیونسن نے کہا، ''کیا میرے خیال میں تاریخی داؤد ابرہام کے متعلق جانتا تھا؟ مجھے نہیں معلوم۔ لیکن اگر وہ نہیں جانتا تھا تو مجھے حیرت نہیں ہوگی۔''

تاہم، داؤد کو ابرہام کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ خدا نے اس کے ساتھ ایک نیا میثاق کیا۔ خدا نے اسرائیلی بادشاہ کو اطلاع دی: ''میں قوموں کو تیری میراث بنادوں گا اور دنیا کے کنارے تیری ملکیت میں ہوں گے۔'' اسرائیلیوں کو بس کرۂ ارض پر خدا کے لیے ایک معبد بنانا اور اس میں رسوماتی قربانیاں انجام دینا تھا...... یہ کام کرنے پر خدا ان کی فلاح یقینی بنا دیتا۔ ہر ہفتے توریت پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی، کوشر کے کسی قانون کی پابندی کرنا ضروری نہیں تھا۔ ہمیں معلوم یہودیت تب تک وجود میں نہیں آئی تھی۔

اور یہ طریقہ کارآمد ثابت ہوا! داؤد کے بیٹے سلیمان نے یروشلم میں ایک عظیم ہیکل بنایا اور

اسرائیلیوں کو تاریخ میں ان کے مستحکم ترین موڑ تک لایا۔ اسرائیل کی بادشاہت کچھ ہی عرصہ بعد سلطنت بن گئی اور مصر و میسوپوٹامیا کی سلطنتوں کا مقابلہ کرنے لگی۔ لیکن میسوپوٹامیا نے جلد ہی جوابی کارروائی کی اور چھٹی صدی قبل مسیح میں اسرائیلیوں کی بادشاہت زرخیز ہلال سے محو ہو چکی تھی۔ اسرائیلیوں کے بہت بڑے حصے کو ان کے وطن سے اٹھا کر بذریعہ بحری جہاز بابل کے پناہ گزین کیمپوں میں بھیج دیا گیا۔ اقوام عالم اسرائیل کی میراث نہیں تھیں؛ کرۂ ارض کے کنارے اس کی ملکیت نہیں تھے۔ ایک بحران پیش آیا: لگنے لگا کہ خدا نے اپنا میثاق توڑ دیا۔

آیئے بائبل کی دنیا میں چلیں۔ جلاوطنی کے دوران اسرائیل کے روحانی راہنما اپنی شناخت کو نئے سرے سے متعین کرنے لگے۔ انہوں نے داؤد کا ناکام وعدہ ایک طرف پھینکا اور نئے آئین کی تلاش میں لگ گئے۔ اس تلاش میں انہوں نے اپنے زبانی ماضی سے رجوع کیا۔ انہیں پسند آنے والی ایک شخصیت موسیٰ کی تھی۔ خدا نے اُس سے سرزمین کا وعدہ کیا، اسے لوگوں کو آزادی دلانے میں مدد دی اور اُسے قوانین دیے۔ کوہ سینا پر موسیٰ کو 613 قوانین موصول ہوئے جو سبت کی پابندی سے لے کر پاس اوور منانے تک ہر چیز سے متعلق تھے۔ یہ اچانک مصیبت زدہ لوگوں کے لیے باعث تقویت بن گئے۔

لیکن ایک موسیٰ کافی نہیں تھا۔ نوزائیدہ عقیدے کے راہنما کو محض ایک آئین کی نہیں بلکہ ایک گہری جڑوں والی قومی اسطوریات کی بھی ضرورت تھی۔ انہیں کوئی ایسا شخص درکار تھا جو خدا کے بہت قریب ہو مگر ملک کے ساتھ گہرا تعلق نہ رکھتا ہو، ایسا شخص جو اسرائیلیوں کی اعلیٰ تاریخ کی تجسیم ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں پیش آنے والی آزمائشوں کا بھی مثالی نمونہ ہو۔

انہیں ابرہام کی ضرورت تھی۔

ماضی کے ساتھ اس نئے قائم کردہ بندھن میں ابرہام کی حیثیت مرکزی تھی، کیونکہ وہ اسرائیلی لوگوں کے نقطۂ آغاز پر کھڑا تھا۔ نیز خدا نے ابرہام کے ساتھ ایک وعدہ بھی کیا تھا جو سرزمین سے پہلے کا تھا۔ ابرہام نے لوگوں کو جلاوطنی کے بحران سے نمٹنے میں مدد دی کیونکہ وہ خود بھی جلاوطن کیا گیا تھا۔

لیکن ابرہام کے متعلق کون جانتا تھا؟ یقیناً بیشتر اسرائیلی تو نہیں جانتے تھے جنہیں اپنی زبانی

Marfat.com

تاریخ سننے کے چند ایک مواقع ہی ملتے۔ چنانچہ طبقۂ اشراف کے منشی کہانی کو ایک جامع انداز میں لکھنے لگے۔ یہ عمل توریت پر منتج ہوا...... بائبل کی پہلی پانچ کتب۔ پانچویں صدی قبل مسیح کے وسط میں اسرائیلی پجاری عزراہ یہ نئی لکھی ہوئی تاریخ لے کر جلاوطنی سے واپس یروشلم آیا۔ واپس آئے ہوئے اسرائیلی کوئی ایک سو سال سے دارالحکومت میں آباد تھے، جہاں انہوں نے ہیکل دوبارہ تعمیر کیا اور اپنی عظمت رفتہ بحال کرنے کی کوشش کی۔ ان کی کوششیں ثمر آور ثابت نہ ہوئیں۔ دوسرا ہیکل پہلے والے کے مقابلے میں کمتر تھا، اور آبادی کی تعداد اڑھائی لاکھ سے گھٹ کر صرف بیس ہزار رہ گئی تھی۔

عزراہ یہ جان کر بہت دکھی ہوا کہ قلیل برادری بابل میں آباد اسرائیلیوں جیسی پاکیزہ زندگی نہیں گزار رہی تھی۔ سال نو کے تیوہار کے موقع پر اس نے لوگوں کو بہ آواز بلند توریت پڑھ کر سنائی۔ ابتدائی ردعمل دکھ پر مبنی تھا...... کسی نے ہمیں یہ باتیں کیوں نہ بتائیں؟...... اور پھر متن کا مطالعہ کرنے کا عزم کیا جانے لگا۔ بہت سے لوگ اس موقعے کو یہودیت کا نقطۂ آغاز سمجھتے ہیں: منشائے خداوندی اب ایک تحریر میں مجسم ہو گئی تھی۔ اہلِ کتاب لوگوں نے جنم لے لیا تھا۔

آئندہ چند سو برس میں اسرائیلی اپنی کتاب کی تدوین میں لگے رہے، انہوں نے تمام زبانی کہانیاں جمع اور ریکارڈ کیں، اور انہیں عوام کے لیے دستیاب بنایا۔ تیسری صدی قبل مسیح میں پارچے...... جانور کی پروسیس کی ہوئی سستی کھال جو پیپرس کی جگہ استعمال ہوتی تھی...... کی ایجاد مددگار ثابت ہوئی۔ ہنان ایشل کے بقول، ''اصل فرق ایک سادہ میٹریل کا تھا جو کسی بھی جگہ مل سکتا تھا، نہ کہ صرف مصر میں پایا جانے والا یہ کمیاب پودا'' بہ حیثیت مجموعی نظریات کی تاریخ کے علاوہ بائبل پر پارچے کا اثر اتنا ہی عظیم ہے جتنا اٹھارہ سو سال بعد پرنٹنگ پریس کا ہوا۔

لیکن ایک مرتبہ جب متن اپنی حتمی صورت میں آ گیا تو اصل کام تبھی شروع ہوا۔ اچانک اسرائیلیوں کے پاس ایک صحیفہ موجود تھا جو ان کے ہزاروں برس پہلے کے اجداد کی زندگیاں بیان کرتا تھا، لیکن اس سے کیا فرق پڑا؟ انہیں اب بھی اس متن کو اپنی زندگیوں کے ساتھ منسلک کرنے کی ضرورت تھی۔ انہیں ماضی تک جانے کے لیے ایک شاہراہ تعمیر کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ کام کرنے کی خاطر انہیں مِدراش (midrash، تفسیر) کی ضرورت پڑی۔

بائبلی اشتقاقی مفہوم میں مِدراش کا مطلب ''کھوج''، ''تفتیش'' یا ''تعبیر وتفسیر'' ہے۔اس کی ایجاد قمران جیسی جگہوں پر یہودیوں نے کی، اور پھر عیسائیوں اور مسلمانوں نے اسے مستعار لے لیا۔ایشل کا کہنا ہے، ''قمران ایک جھروکا ہے جہاں سے ہم سارا عمل دیکھ سکتے ہیں۔مثلاً یہاں آباد لوگوں نے کتابِ پیدائش پڑھنا شروع کی اور محسوس کیا، 'اچھا، یہ قبول کرنا مشکل ہے کہ ابرہام نے سارہ کو اپنا تعارف بہن کے طور پر کروانے کو کہا۔' وہ اس میں دیے گئے پیغام سے غیر مطمئن ہوئے، لٰہذا اسے تبدیل کر دیا۔انہوں نے تاریخ کو نئے سرے سے لکھا۔''

یہودیت میں مِدراش نے دو صورتیں اختیار کیں۔اول ہلاکہ، جس میں طرزِ عمل کو شرعی بنانے کے لیے متن کی تعبیر کرنا شامل ہے، جیسے سبت کی شمعیں کس وقت روشن کی جائیں یا ماتسا (matso، خمیر کے بغیر روٹی) کیسے تیار کی جائے۔''زبانی قانون کے مطابق بائبلی قانون بہت کھوکھلا ہے،'' مغربی وِرجینیا کی شائستہ زبان بولنے والے جان لیونسن نے کہا جس کی ابرہام کے متعلق تحریروں سے مَیں نے بہت استفادہ کیا۔''ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ شادی کیسے کرنی ہے۔ہمیں تجہیز و تکفین کا طریقہ نہیں معلوم تھا۔'' زبانی شریعت کو بھی تحریری شریعت جیسا قابلِ پابندی سمجھا جاتا ہے، اور ربی کہتے ہیں کہ یہ موسیٰ کو کوہ سینائی پر توریت کے ساتھ بتایا گیا تھا۔قمران میں فرقے کے ارکان ہر رات کا دو تہائی حصہ شریعت کا مطالعہ کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔

مِدراش کی دوسری صورت میں بائبل کے بیانیہ حصوں کی نئی تعبیر کرنا شامل ہے تاکہ زندگی کے اسباق اخذ کیے جا سکیں۔مثلاً جس طرح ابرہام نے سدوم اور عمورہ جاتے ہوئے خدا کے قاصدوں کو خوش آمدید کہا، اسی طرح یہودیوں کو اپنے گھر آنے والے مہمانوں کا استقبال کرنا چاہیے۔لیونسن نے کہا، ''یہ جاننا بہت مشکل ہے کہ ابراہیمی زندگی کیسے گزارنی ہے۔آپ کیا کریں گے؟ اٹھیں اور کنعان جائیں؟ اپنے بیٹے کو قربان گاہ پر باندھ دیں؟ چنانچہ انہوں نے ایک افسانوی شخصیت کو لیا اور اسے زندگی کے مثالی نمونے میں تبدیل کیا۔''

المختصر، ابتدائی مفسرین نئے اور بہتر بنائے گئے ابرہاموں کا ایک سلسلہ تخلیق کرنے لگے۔ابرہام کے یہ متاخر، نظرثانی شدہ ماڈل، نئے پینٹ اور نئے ٹائروں کے ساتھ، براہ راست تعلق بنانے کی خوبی رکھتے تھے۔وہ 'متعلقہ' تھے۔لیکن وہ سابق ابرہام، جس کی یاد کتابِ پیدائش میں

Marfat.com

محفوظ ہے، سے کئی اہم حوالوں سے مختلف بھی تھے۔ ربیوں کی نظر میں یہ اختلافات ایک چیلنج کی نمائندگی کرتے تھے۔

قمران سے اوپر کی چٹانیں بہ مشکل ہی متاثر کن ہیں۔ لائم سٹون نرم اور بھربھرا ہے۔ دو کروڑ سال قبل شامی افریقی رخنہ متشکل ہونے پر بننے والا چٹانوں کا چہرہ امتدادِ زمانہ کا شکار ہے۔ واحد سبزہ اِدھر اُدھر اگی ہوئی کچھ بوٹیاں ہیں۔ بحیرۂ مردار کی سالانہ بارش دو انچ سالانہ ہے، جبکہ صرف تیرہ میل دور مغرب میں واقع یروشلم میں سالانہ 22 انچ بارش ہوتی ہے۔

کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد ہنان ایشل مجھے غار نمبر چار میں لے گیا جہاں پانچ سو سے زائد طوماروں پر پندرہ سو سے زائد ٹکڑے ملے تھے۔ میں نے تنگ سے دہانے میں ایک پتھر پھینکا تو کبوتروں کی ایک ڈار اڑنے کی آواز آئی۔ غار تاریک اور تنگ تھا، تقریباً دس فٹ گہرا، میری توقع سے کہیں چھوٹا۔ میں نے سوچا کہ اس میں آٹھ سال کے چند لڑکے چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں بیٹھ سکتے تھے۔

''تو وہ مسودات کو یہاں کیوں لے آئے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''انہیں معلوم تھا کہ رومن ہر چیز کو تباہ کر ڈالیں گے، اور وہ انہیں بچانا چاہتے تھے۔''

''میرے خیال میں ان کی ترکیب کارگر رہی۔''

''ہاں، کارگر رہی!''

ایسینیوں کو صحرا نوردی پر مجبور کرنے اور پھر اپنے طومار غاروں میں چھپانے پر مائل کرنے والا تناؤ وہی ہے جو آج بھی بہت سے یہودیوں کے سروں پہ منڈلا رہا ہے: میں ایک وسیع تر دنیا کے ساتھ کیسے ربط قائم کروں، بالخصوص اس صورت میں جب یہ میرے ہی مذہب کی دشمن ہے؟ بار متزواہ انجام دینے کے بعد ایک پرشوق نوجوان کے طور پر میری پرورش امریکی ساؤتھ میں ہوئی؛ میں نے اس بارے میں غیر مختتم گفتگوؤں میں حصہ لیا کہ آیا میں امریکی یہودی ہوں یا یہودی امریکی۔ بہت سوں کی طرح میں نے مسلسل اس سوال پر سوچ بچار کی، میں کونسی شناخت کو اولیت دوں؟ کیا میں غالب ثقافت میں شریک ہو کر اپنی مشابہتوں پر زور دوں؟ کیا میں غالب

Marfat.com

ثقافت سے الگ تھلگ کھڑا ہو جاؤں اور اپنی خصوصی شناختوں پر اصرار کروں؟

بعد میں احساس ہوا کہ یہ نا قابل حل الجھن یہودیت کی بعثت کے دور سے ہی موجود ہے۔ یہودیت نے جلاوطنی میں جنم لیا، اردگرد کی دشمن آبادیوں کا سامنا کیا؛ یہ ہمیشہ دوسروں کے ساتھ کشیدگی سے بھرپور تعلقات میں رہی۔ اس الجھن کا ردعمل دینے کے انداز نے ہی ساری تاریخ میں یہودیوں کی شناخت متعین کی۔ اس نے یہ بھی تعین کیا کہ انہوں نے اپنے بانی کو کس طرح دیکھا۔

سکندر اعظم نے فلسطین 333 قبل مسیح میں فتح کیا اور نوآبادکاری کا ایک دور شروع ہوا جس نے یہودیوں کا بقیہ قدیم دنیا سے تعلق منقطع کر دیا...... پہلے یونانیوں اور پھر رومنوں سے۔ کچھ یہودی اپنے غاصبین کے ساتھ مدغم ہو جانا چاہتے تھے؛ دیگر نے الگ تھلگ رہنا چاہا۔ دونوں دھڑوں نے ابرہام کو بطور مثالی نمونہ اپنایا۔

یونانی اور رومن زندگی میں جگہ بنانے کے مشتاق اعلیٰ طبقے کے یہودیوں کے لیے ابرہام اس بات کی علامت بن گیا کہ یہودی بہت گہرائی میں 'باقی سب جیسے' ہی تھے۔ مثلاً جوزیفس نے ختنوں سے اجتناب کیا اور زور دیا کہ ابرہام جیسا ایک غیر یہودی شخص تاریخ کے قلب میں موجود تھا۔ فیلو نے ساری میڈی ٹرینین کو سائنس رساں کے طور پر ابرہام کے کردار کو اجاگر کیا۔ یہ ابرہام سب کے باپ کی حیثیت رکھتا تھا۔

تاہم، ادوار کے زیادہ ڈرامائی رجحانات ابرہام کو مخالف سمت میں لے گئے۔ محصور یہودیوں کے لیے وہ بلاشرکت غیرے ان کا باپ بن گیا جسے خدا نے صرف انہیں برکت دینے کے لیے چنا تھا۔ انہوں نے ابرہام کو اپنی حالت زار کا اظہار بنایا۔ جس طرح کتاب پیدائش باب 23 میں ابرہام کہتا ہے کہ وہ ''وہ ایک اجنبی اور مسافر'' ہے، اسی طرح اس کی اولادیں شہنشاہی حکومت کے ماتحت اجنبی اور بے وطن تھیں۔ اگر یہودیوں کو ایک تہہ خانے میں بند ہو کر زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا تو انہوں نے ابرہام کو اپنا تہہ خانہ بنانا چاہا۔ تمام اقوام کے لیے بطور برکت اس کا کردار بھول جائیں؛ ہمیں اپنی قوم پر رحمت کے لیے اس کی ضرورت ہے۔

عیسائیت کے ظہور اور 70ء میں ہیکل ثانی کی تاراجی نے اُس عمل کو محض تیز ہی کیا جس کے تحت یہودی مزید الگ تھلگ ہوئے......اور اپنے بائبلی اجداد پر زیادہ حق بھی جتانے لگے۔ ملک یا

Marfat.com

مرکزی معبد کی عدم موجودگی میں یہودی ہونے کا مطلب کنیسہ میں جانا، شریعت کی پابندی کرنا، توریت پڑھنا اور مِدراش کا مطالعہ کرنا تھا۔ مسیح کے بعد کی صدیوں میں شروع اور اگلے ایک ہزار سال تک جاری رہنے والی اس صورت حال میں ابرہام محصور یہودیوں کا حوصلہ بلند کرنے اور انہیں تبدیلیٔ مذہب کا دباؤ سہنے میں مدد دینے کا ایک اہم وسیلہ بن گیا۔ اس نے اسرائیل کے تحفظ کے لیے محو جنگ ایک سیاسی شخصیت کا روپ دھارا۔ لیکن چونکہ ابرہام کی زندگی کے دوران اسرائیل موجود نہیں تھا، اس لیے ربیوں کو کچھ ترامیم کرنا پڑیں۔ انہوں نے ہاتھ کی پہلی صفائی دکھاتے ہوئے اسے تاریخ کی حدود سے باہر نکال کر بے زماں شخصیت بنا دیا، یہودیوں کے لیے ایک قسم کا محافظ فرشتہ۔

اچانک ربیوں نے اپنی تفسیروں اور شرحات میں لکھا کہ خدا نے ابرہام کی خاطر ہی دنیا تخلیق کی۔ ایک مِدراش میں خدا کہتا ہے، ''لیکن تیرے لیے میں نے سورج کا کرہ نہیں بنایا تھا۔ لیکن تیرے لیے میں نے چاند نہیں بنایا تھا۔'' وہ حیات بعد الموت کا محافظ تھا۔ ''اگلی دنیا میں ابرہام پاتال کے پھاٹک پر بیٹھا ہوگا اور کسی بھی مختون اسرائیلی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دے گا۔'' حتیٰ کہ وہ ابدیت میں خدا کے پہلو میں جا بیٹھا۔ ربی Judan نے ایک مِدراش میں بتایا کہ آنے والے وقتوں میں خدا مسیحا کو اپنے دائیں جانب اور ابرہام کو بائیں جانب بٹھائے گا۔ ''میں بائیں طرف کیوں؟'' ابرہام پوچھتا ہے۔ ''کیونکہ میں تمہارا دایاں ہوں،'' خدا نے جواب دیا۔ بلیمین کوہن جوش سے بھر گیا: ابرہام اس قدر رفیع الشان ہوگیا ہے کہ اب خدا اس کے دائیں طرف بیٹھتا ہے!

لیکن ربیوں نے ابرہام کو نیم الوہی بنانے پر ہی اکتفا نہ کی۔ انہوں نے اسے مثالی انسان بھی بنا دیا: انہوں نے اسے پہلا یہودی قرار دیا۔ یہ چیز اسے خدا کے بائیں طرف بٹھانے سے بھی زیادہ کاریگری والی بات ہے۔ چونکہ موسوی شریعت کی پابندی کرنے والا یہودی مثالی تھا، اس لیے اب ابرہام کا بھی موسوی شریعت کی پیروی کرنا لازمی ٹھہرا۔ تاہم، ایسا کرنا مسائل انگیز لگتا تھا، کیونکہ موسیٰ ابرہام سے کوئی سات سو سال بعد آیا۔ لیکن ربیوں نے ایک خفیہ منصوبہ تلاش کر لیا۔ کتاب پیدائش باب 26 میں خدا کہتا ہے کہ ابرہام نے ''میری بات مانی اور میری نصیحت اور میرے حکموں

Marfat.com

اور قوانین وآئین پر عمل کیا۔''

واہ واہ! ربیوں نے اس آیت کی تفسیر میں مطلب نکالا کہ ابرہام کسی بھی اور شخص سے پہلے قوانین جانتا اور ان پر عمل کرتا تھا۔ درحقیقت اس نے قوانین 'ایجاد' کیے۔ اس دور میں ظہور پذیر ہونے والی ربانی تصویر کشی میں ابرہام عبرانی بولتا ہے۔ وہ مِدراش کا مطالعہ کرنے والی علمی محفل میں بیٹھتا ہے۔ وہ عبادت کرتا، عشر ادا کرتا، طہارت کے قوانین پر عمل کرتا، ہیکل کی جائے وقوع تک جاتا، حتیٰ کہ کھانوں کے بعد دعائیں بھی سکھاتا ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے صبح کی دعا تشکیل دی اور سب سے پہلے عبادتی شالیں لینے کو کہا۔

میسوپوٹامیا سے آیا ہوا معمر جہاں گرد، اپنے وارث کی خاطر سارہ اور ہاجرہ کے ساتھ الجھنے والا ابرہام (جس نے قربان گاہیں تعمیر کرنے اور اپنے بیٹے کو تقریباً ذبح کر ڈالنے کے ذریعے اپنی مذہبیت کا اظہار کیا) اب کنیسہ کا ایک ربی بن جاتا ہے۔ وہ کوشر کا خیال رکھتا، کپاہ پہنتا، توریت پڑھتا اور یقیناً خطبے بھی دیتا ہے جسے سن کر مجمعے میں شریک لوگ سو جاتے ہیں۔

یہودوی زندگی کے تقریباً ہر ایک پہلو کا ماخذ ابرہام میں تلاش کیا گیا۔ حتیٰ کہ ربیوں نے پاس اوور کی رسم ایجاد کرنے کا سہرا بھی اسی کے سر باندھا...... ایک مقدس تیوہار جو ابرہام کی اولادوں کو غلامی سے نجات ملنے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔ جب خدا کے قاصد سدوم اور عمورہ جاتے ہوئے راستے میں ابرہام سے ملنے آئے تو وہ ان کا استقبال کرنے تیزی سے آگے بڑھا۔ اس کے جسم سے خون کے قطرے گرے کیونکہ اس نے صرف تین روز پہلا ختنہ کیا تھا۔ انعام کے طور پر خدا نے آلِ ابرہام کو اجازت دی کہ وہ پاس اوور کے دوران اپنے گھروں کی دہلیزوں پہ خون ڈال کر ابرہام کی راست بازی سے فیض یاب ہوں۔

قرونِ وسطیٰ میں ابرہام اس قدر طاقت ور بن چکا تھا کہ تقریباً ایک ولی بن گیا۔ وہ بیچی جانے والی ہر گائے کا نرخ مقرر کرتا، کوشر شراب کی کم قیمت پر دستیابی یقینی بناتا اور سمندر میں بحری جہازوں کو طوفانوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کی گردن میں لٹکا ہوا ایک بیش قیمت پتھر ہر دیکھنے والے شخص کو فوراً صحت یاب کر دیتا؛ اس کی موت کے بعد وہ پتھر سورج کے ساتھ لٹکا دیا گیا۔ درحقیقت ابرہام کی وفات شاید ہوئی ہی نہیں؛ جب اس کا جسدِ خاکی زمین میں رکھا گیا تو کیڑوں

Marfat.com

نے اسے نہ کھایا۔

اگر یہ اوصاف جانے پہچانے لگتے ہیں تو وہ واقعی جانے پہچانے ہیں۔ ابرہام ایک نجات دہندہ، ایک آسمانی شخصیت بن گیا جو کرۂ ارض پر الوہیت کی تجسیم ہے۔ وہ موت کے بعد انسانوں کی نمائندگی کرتا اور اپنی زندگی کے اعمال میں خدا کی منشا کا صحیفہ رکھتا ہے۔ ابرہام کا یہودی تصور حیرت انگیز طور پر یسوع مسیح کے عیسائی تصور جیسا بن گیا تھا جس میں مسیح لوگوس (لفظ، کلام) اور شریعت ہے۔ دراصل دونوں نظریات نے ایک ہی دور میں ترقی پائی اور بلاشبہ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز بھی ہوئے۔

عیسائیوں اور پھر مسلمانوں کی جانب سے بھی حملے کی زد میں یہودیوں کی نظر میں ابرہام ایک نجات دہندہ بن گیا تھا، حقیقی مسیحا کی آمد سے قبل ایک قسم کا تاریخی مسیحا۔ یقیناً سبھی ربیوں نے یہ نہ کہا کہ ابرہام صرف اور صرف یہودیوں کا محافظ تھا۔ متعدد مدراشیوں نے دعویٰ کیا کہ، چونکہ ابرہام کا ختنہ 99 برس کی عمر میں ہوا تھا، اس لیے وہ بنیادی طور پر ایک نومذہب تھا اور غیر یہودیوں کو بھی خدا کی اقلیم میں خوش آمدید کہتا رہا۔

لیکن قرونِ وسطیٰ میں یہودیت کے مرکزی دھارے نے کہا کہ ابرہام اب کوئی ایسی شخصیت نہیں رہا تھا جو نوعِ انسانی پر خدا کی ہمہ گیر رحمت کا اظہار کرتا۔ اب وہ ایک ایسی شخصیت تھا جسے صرف اور صرف اسحٰق کی اولاد کو برکت دینے کی خاطر بھیجا گیا۔ ابرہام یہودیوں کی بلاشرکت غیرے جاگیر بن گیا تھا۔ دریں اثنا، اسمٰعیل کی اولادوں کو ایک طرف کر دیا گیا۔ متن پیچھے رہ گیا؛ اب تفاسیر کی حکومت تھی۔

بطور قاری، بطور شہری......اور بالخصوص بطور یہودی......مَیں ابرہام پر اس اجتماعی، من مانے قبضے کے متعلق پڑھ کر حیران رہ گیا۔ اُس شفیق، چچا جیسے ابرہام کا کیا ہوا جس کے متعلق مَیں نے بار متزواہ کی کلاس میں پڑھا تھا؟ وہ ہمہ گیر، انصاف پسند ابرہام کہاں گیا جو اسمٰعیل اور اسحٰق دونوں کو برکت دیتا ہے اور جسے خدا ''زمین کے تمام خاندانوں کے لیے'' برکت قرار دیتا ہے؟ اور بھی زیادہ اہم بات یہ کہ اس نئے سپر ابرہام کے متعلق علم ہو جانے کے بعد میں اِس کا کیا کروں؟

Marfat.com

اس سوال کا جواب دینے کی خاطر مَیں آئر لینڈ کے سابق چیف ربی ڈیوڈ روزن سے ملنے گیا جو یروشلم کے ممتاز ترین شہریوں میں سے ایک اور امیریکن جیوئش کمیٹی کے لیے بین المذاہب تعلقات کا ڈائریکٹر ہے۔ ربی روزن ایک خوش طبع، نفاست سے تراشی ہوئی داڑھی والا شخص ہے۔ اگر وہ ابرہام کے دور میں زندہ ہوتا تو اُسے ضرور سارہ اور ہاجرہ کی صلح کروانے بھیجا جاتا۔

اس نے کہا کہ ایک مذہب کی حیثیت میں یہودیت بائبل کا مفہوم نئے سرے سے تلاش کرنے کے اس عمل کو صحت مندانہ خیال کرتی ہے۔ ''ربی اصل میں ورثہ میں ملنے والے قدیم اخلاقی ضابطے کو دوبارہ نافذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ یہودی برادری میں سے کوئی شخص اٹھ کر یہ نہ کہہ دے کہ 'دیکھو، ابرہام کو شر کا خیال نہیں کرتا تھا اور خدا نے برا نہیں مانا۔ اگر مَیں یہ کام نہ کروں تو شاید اس میں کوئی زیادہ بری بات نہیں۔' ''

ربی روزن نے اضافہ کیا، وہ متن کو ایک تدریسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہ بتانا چاہتا تھا کہ ابرہام الوہی القا کا حامل تھا اور اُس نے موسیٰ کو خدا کا حکم ملنے سے پہلے ہی یہ کام انجام دے دیے تھے۔ ''یقیناً تاریخی نکتۂ نظر سے یہ بات قطعی مضحکہ خیز ہے۔ لیکن مَیں اسے ایک سائنسی نکتۂ نظر سے نہیں دیکھتا۔ مَیں اِسے اِس اعتبار سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے جو کچھ کیا اور کہا اُس کے ذریعے وہ ایک اہم اخلاقی پیغام دینا چاہتے تھے۔''

لیکن یہ خیال چاہے کتنا ہی صحت مندانہ ہو، لیکن اس نے مستقبل میں مذاہب کو پیش آنے والے متعدد مسائل کی بنیاد رکھی۔ ربی روزن نے اتفاق کیا، ''اس عمل میں خطرات موجود ہیں۔ تالمود میں اولیا خود کہتے ہیں کہ زبانی شریعت کو تحریر میں لایا جانے والا دن سنہری بچھڑا بنائے جانے والے دن جیسا ہی تھا۔ انہوں نے اِس عمل میں حصہ لیا، لیکن اسے ایک خوفناک چیز بھی قرار دیا۔ کیوں؟ وہ کہتے ہیں کہ جس لمحے آپ زبانی شریعت کو لکھتے ہیں تو ساتھ ہی ساتھ کچھ فحش حرکت بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ ایک قوائی چیز......توریت......کو لیتے اور اسے غیر لچک دار بنا دیتے ہیں۔ آپ 'متن' کو لیتے اور اسے اپنے ذاتی خیالات کا 'جتن' بنا دیتے ہیں۔''

ایک اور بھی بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ربیوں نے اپنی تفاسیر کو بھی مساوی اہمیت دینے کے ذریعے لطیف طور پر متن کی اہمیت کو کم کیا۔ اس صورت حال نے بقول ربی روزن ایک ''انارکی''

Marfat.com

(نراجیت) پیدا کی کیونکہ ربیوں نے تفسیر مکرر کے تصور کو مصدقہ بنا دیا۔ یہودی مفسرین نے ابرہام کو اس کے گردوپیش سے ایک مرتبہ الگ کر کے اپنے تصور کے مطابق ڈھال لیا تو عیسائی مفسرین دوڑتے ہوئے آگے بڑھے، اور پھر مسلم مفسرین نے بھی ان کی تقلید کی۔ اگر ابرہام پہلا یہودی بن سکتا تھا، تو پھر اسے اتنی ہی آسانی سے پہلا عیسائی اور پہلا مسلمان بھی بنایا جا سکتا تھا۔ جلد ہی مذاہب اپنے مفروضاتی مشترکہ ورثے پر باہم جھگڑنے لگے۔

اور اچانک ابرہام کی کہانی کا محتاط انداز میں متوازن پیغام...... کہ خدا اپنے بچوں کا خیال رکھتا ہے...... مذاہب کے خود وجود میں آنے سے سینکڑوں برس قبل سے موجود روایت کو اس کے ورثا نے ہی خطرے میں ڈال دیا۔ نتیجتاً وہ شناخت کی چوری کے لیے ایک ناقابل مدافعت دعوت بن گیا: مجھے چرا لو، مَیں تمہارا ہوں! یہودی اپنے سوا کسی کو بھی اس عمل کا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتے تھے۔ انہوں نے اس کا آغاز کیا، اور انجام کار اس کی بھاری قیمت بھی ادا کی۔

ربی روزن نے کہا، ''آپ کو ایک انسانی مسئلہ درپیش ہے۔ تمام اچھی چیزوں کی بے توقیری کی جا سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ کا مطمح نظر کیا ہے؟ قرون وسطیٰ کے عیسائیوں نے اپنے مقاصد کی خاطر بائبل کے متن کی بے توقیری کی۔ بعد ازاں مسلمانوں نے بھی یہی کیا۔ حتیٰ کہ آج کچھ ربی یہودی قوم پرستی کو فروغ دینے کی خاطر یہی کر رہے ہیں۔ ہر کوئی ابرہام کو اپنا بلا شرکتِ غیرے باپ بنانا چاہتا ہے۔''

لیکن آج کتنے اہل ایمان...... یہودی، عیسائی یا مسلمان...... واقعتاً اس عمل کو سمجھتے ہیں؟ یقیناً مذاہب بذات خود یہ تشہیر نہیں کرنا چاہتے کہ ابرہام کے متعلق ان کا نکتۂ نظر وقت کے ساتھ ساتھ اور اکثر بیرونی قوتوں کے ردعمل میں ارتقا پذیر ہوا۔ میں نے ابرہام کے ساتھ شناخت کے لیے اس جدوجہد کو کچھ ہی عرصہ پہلے سمجھا ہے، حالانکہ بچپن اور جوانی میں بے شمار گھنٹے مذہبی تعلیم پر صرف کیے۔ میری نظر میں یہ جدوجہد پریشان کن اور کچھ بدظن کرنے والی بھی تھی۔

میرا فوری ردعمل تمام تفاسیر کو نظر انداز کر دینا تھا۔ اگر آپ مجھے بتاتے کہ ابرہام آپ کی خصوصی جاگیر ہے، حالانکہ متن بالکل مختلف پیغام دے رہا ہے، تو میں آپ کی بات سننا ہی نہیں چاہوں گا۔ میں اپنے پیر پٹخوں گا، کانوں پہ ہاتھ رکھوں گا اور متن سے چمٹا رہوں گا۔

Marfat.com

ربی روزن نے تحیر اور تجسس سے ملی جلی آواز میں کہا، ''تمہاری الجھن مسحور کن ہے۔ یہ جاننا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ تم اسے کیسے حل کرتے ہو۔''

یہ کام کرنے کے لیے مَیں مزید بالغانہ سوال پیش کروں گا: ربیوں اور ان کی چکر بازیوں کو مسترد کیوں نہ کر دیا جائے؟ قمران میں شروع ہونے والے عمل سے لاتعلقی کیوں نہ اختیار کر لی جائے؟

جب میں آبادی سے دور ترین مقام پر غار گیارہ کے قریب پہنچا تو سورج چٹانوں کے پیچھے چھپنے لگا تھا۔ پتھروں کی دھاریوں کا نارنجی اور سرخ رنگ مزید گہرا ہو گیا تھا، غروب آفتاب کی تنہائی زیادہ جانکاہ بن گئی تھی۔

پہاڑیوں میں اتنے سارے غاروں کی موجودگی مجھے سینائی میں اسی قسم کی صورت حال یاد دلاتی ہے جہاں ابتدائی عیسائی راہب موسیٰ کو احکام عشرہ موصول ہونے والی جگہ کے قریب رہنے آئے تھے۔ ہنان نے وضاحت کی، ''کئی اعتبار سے یہاں پیش آنے والے حالات بعد ازاں عیسائیت کے صحرا نشین راہبوں کو پیش آنے والے حالات جیسے تھے۔ ان اہل ایمان نے سب کچھ پیچھے چھوڑ دیا...... خاندان، ذاتی املاک......اور خدا کی خدمت میں یہاں چلے آئے۔''

ہم بحیرۂ مردار کے اوپر سے دیکھتی ہوئی ایک چٹان پر جا بیٹھے۔ اس قدر عظیم اور تاریخی چیز کے مقابلے میں بحیرۂ مردار ہمیشہ سے حیرت انگیز طور پر خاموش ہے۔ شاید نمک آواز کو خاموش کروا دیتا یا کم از کم جذب ضرور کر لیتا ہے۔

مَیں نے پیچھے مِدراش کے سارے عمل کے ساتھ اپنی بڑھتی ہوئی مایوسی کا ذکر کیا ہے۔ میں نے ایشل سے کہا، مفسرین کا کام شاید اثر انگیز ہو، لیکن اس نے مہیب مسائل بھی پیدا کیے۔

اس نے کہا، ''انہوں نے اس بارے میں نہیں سوچا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں بہت اہم ہے۔ وہ تاریخ سے سبق سیکھنے کی کوشش میں تھے، اور انہیں نتائج کی کوئی فکر نہیں تھی۔''

لیکن ہم نتائج سے آگاہ ہیں، اور مجھے اس پر غصہ آتا ہے۔ ان کا شروع کیا ہوا معصوم عمل جلد ہی گھومتا ہوا قابو سے باہر ہو گیا؛'' میں نے کہا۔

Marfat.com

''مَیں نہیں سمجھتا کہ تمہاری رائے درست ہے۔ میرے خیال میں یہی چیز صحیفے کو دلچسپ بناتی ہے۔ دوسری واحد راہ بائبل کو بالکل ہی مسترد کر دینا ہوگی۔ دنیا تبدیل ہوگئی تھی، اور دیگر نسلوں کے ساتھ رابطے میں رہنے کے لیے ضروری تھا کہ آپ کے پاس متن میں تبدیلی لانے کا کوئی طریقہ ہوتا۔ اگر آپ تفاسیر نہ لکھ سکتے تو متن منجمد اور غیر اہم بن جاتا۔''

''لیکن میں اپنی عقیدت کو کہاں رکھوں؟'' مَیں نے پوچھا۔ مَیں نے امریکی بیس بال میں ایک اصول کا ذکر کرتے ہوئے کہا، ''اگر متن اور تفاسیر کے درمیان ناموافقت موجود ہو تو مَیں کیا کروں؟ میں متن کو اہمیت دوں یا مفسرین؟ یا اپنی مرضی کی کوئی تفسیر کرلوں؟''

اُس نے کہا، ''پہلی بات تو ان مفسرین کی ذہانت کو تسلیم کرنا ہے۔ انہوں نے متن کو بہت تخلیقی انداز میں سنا۔ اور جب آپ ان کے اذہان تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں درپیش مشکلات کو سمجھتے ہیں تو متن کا بہتر مفہوم حاصل ہوتا ہے۔ مَیں اپنے طلبا کو اہم ترین بات یہ بتاتا ہوں کہ اُن لوگوں کو کمتر نہ جانو، کیونکہ جونہی آپ سوچتے ہیں، 'اچھا، میں ان سے زیادہ سمجھ دار ہوں' تو ان کی اصل کارروائی کو سمجھ نہیں پاتے۔ اور انہیں معلوم تھا کہ وہ کیا کر رہے تھے۔

''اور انہوں نے جو کچھ کیا آج بھی بالکل وہی کچھ کر رہے ہیں۔ وہ متن پر غور و خوص کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش میں ہیں کہ مثلاً یروشلم یا پیرس میں کیا واقع ہوا تھا۔ یہ بہت پرانی روایت ہے۔ قمران کے لوگوں نے بھی یہی کیا۔ وہ بائبل کو ابرہام کے علاوہ اپنے عہد کی مناسبت سے بھی پڑھ رہے تھے۔''

میں نے ذکر کیا کہ یہودی روایت کے مطابق ہلاکہ، زبانی شریعت، واجب ہے، لیکن ہگاڈا یعنی متون کی تفاسیر واجب نہیں۔ حتیٰ کہ ربیوں نے بھی اکثر کہا کہ ہگاڈا منطق سے متضاد ہے۔

''آپ کو تضاد کی وجہ سے خطرہ نہیں معلوم ہوتا؟'' میں نے کہا۔

''اچھی تفسیر تضاد نہیں رکھتی۔ متن کو لے کر اس میں کہی گئی بات کے برعکس تفسیر کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر آپ کہیں کہ ابرہام سکم سے حاران گیا نہ کہ ہران سے سکم (جیسا کہ کتابِ پیدائش میں بتایا گیا) تو یہ بہت مشکل ہوگا۔ کبھی کبھی انہوں نے انقلابی شرحیں کیں، لیکن عام طریقہ کچھ اضافہ کر دینا تھا۔''

Marfat.com

''چنانچہ عملی لحاظ سے آپ کی بات کا مطلب ہوا کہ آپ ان مختلف تفاسیر کو پڑھ کر مزہ لے سکتے ہیں، لیکن انجام کار آپ کو کہانی سے اپنا مفہوم اخذ کرنا ہوگا۔''

''بالکل۔ لیکن یہ ایک برقی کام ہوگا۔ پڑھنے کے دوران گاہے بگاہے آپ سوچیں گے، واہ! یہ اتنی زبردست بات ہے کہ بائبل کا مصنف اسی کے بارے میں سوچ رہا ہوگا۔ چنانچہ آپ وہ تصور لے کر یہاں سے ایک تصور کا اضافہ کردیں گے، اور انجام کار اپنے مطلب کی چیزوں کو اجاگر کریں گے۔ آپ وہی کام کریں گے جو آپ سے پہلے لوگوں کی ایک طویل فہرست نے کیا ہے، لیکن آپ یہ کام آج، گیارہ ستمبر کے بعد کریں گے۔ اور تب کے واقعات آپ کے کتاب پیدائش پڑھنے پر اثر انداز ہوں گے۔''

''تو گیارہ ستمبر کے بعد کتاب پیدائش کا پیغام کیا ہے؟''

اس نے لحہ بھر کے لیے سمندر پر نظر ڈالی۔ آسمان بھی پتھروں جیسا نارنجی ہو رہا تھا۔ وہ ایک حیرت انگیز طور پر پرسکون شخص تھا۔ چڑھائی، گفتگو، میری نکتہ چینی بہ مشکل ہی اس کے متین اعتماد کا کچھ بگاڑ سکی۔

اس نے کہا، ''اگر تم مجھ سے پوچھتے ہو تو یہ اعتدال پسندی کا سوال ہے۔ مذہبی لوگوں نے اس انداز میں عمل کیوں کیا؟ اس کی وجہ انکساری اور اعتدال کا فقدان ہے۔ یروشلم میں عیسائی مسالک کے ساتھ یہی ہوا جو مسیح کے لیے راستہ بنانے کی خاطر Temple Mount کو اڑانے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ اسرائیل میں بھی یہی ہوا جب فلسطینیوں کے ساتھ معاہدہ امن کرنے کے بعد وزیراعظم اضحاک رابن قتل ہوا۔ کچھ لوگ متن پڑھتے اور اعتدال کے فقدان کا شکار ہیں۔ میں متن اور تفاسیر کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں، اور میں جانتا ہوں کہ کوئی اور شخص مجھ سے بہتر بصیرتیں رکھتا ہوگا۔''

اُس نے بات جاری رکھی، ''میرے خیال میں اسلام کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ حضرت محمدؐ پر ایمان لانے والے لوگ دنیا پر حکومت کریں گے، تاہم انہوں نے دیکھا کہ دنیا صحیفے میں موجود معلومات کے مطابق کام نہیں کر رہی۔ دینیات میں کوئی غلطی نہیں ہوسکتی، لہٰذا ضرور تاریخ میں کوئی غلطی ہوگی...... اور یہ غلطی عارضی ہی ہونی چاہیے۔ جونہی آپ اس خیال کو اپنے دماغ میں جگہ دیتے ہیں، آپ اسے تبدیل کرنے کے مجاز بن جاتے ہیں۔ آپ خدا بننے کی

Marfat.com

اجازت حاصل کر لیتے ہیں۔

''میں اس کوشش میں ہوں، بالخصوص دنیا کے اِس حصے میں، کہ لوگوں کو انکساری کی تعلیم دی جائے۔ انہیں وضاحت کی جائے کہ ان کے پاس تمام جواب موجود نہیں۔ اگر آپ منکسر ہوں گے تو شاید متن کو زیادہ بہتر انداز میں سمجھ سکیں گے، اور خدا کے نام پر خوفناک حرکات کرنے کا امکان بھی کہیں کم ہو جائے گا۔''

''تو کیا آپ ابرہام کی کہانی میں انکساری کے لیے کوئی بنیاد تلاش کر سکتے ہیں؟

وہ مسکرایا: ''یہ ساری کہانی ہی انکساری کی ہے۔ اپنے بچے چھوڑ دیں، اپنی تمام چیزیں تیاگ دیں۔ اس لمحے کے متعلق سوچیں جب خدا نے ابرہام کو اسمٰعیل کے متعلق سارہ کی رائے پر عمل کرنے کا کہا۔ ہم جانتے ہیں کہ ابرہام کو یہ بات بری لگی ہوگی؛ اُسے اسمٰعیل کو اپنے سے دور بھیجنا پڑا۔ لیکن اُسے معلوم تھا کہ وہ سبھی چیزوں کی تفہیم نہیں رکھتا۔

''آپ ابرہام کی کہانی کے ذریعے لوگوں تعلیم دے سکتے ہیں کہ اُن کے پاس تمام جواب موجود نہیں، کیونکہ وہ 'ابرہام ہیں' ...... جیسا کہ ان تمام مفسرین نے کہا...... اور ہمارے پاس تمام جواب دستیاب نہیں۔ ہم اپنی منزل کے متعلق نہیں جانتے۔ اور یقیناً ہم خدا کے بارے میں بھی سب باتیں نہیں جانتے۔''

Marfat.com

6

عیسائی

اگرچہ ابھی صبح کے ساڑھے دس نہیں بجے تھے، لیکن یروشلم کے بشپ نے مجھے برانڈی پیش کر دی۔ پھر اس نے چائے کا ایک کپ بنا کر دیا اور اپنے کھانے کے ساتھ ایک کرتب دکھایا۔ ہم پرانے شہر میں، مقدس مقبرے سے چند قدم دور اس کے پرہجوم باورچی خانے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ کسی باتونی خالہ کی طرح اِدھر اُدھر پھر رہا ہے۔ وہ پیالے میں سے ایک خشک انجیر لیتا، اسے دو حصوں میں توڑتا اور گودے کے درمیان میں ایک اخروٹ رکھ کر سینڈوچ سا بناتا اور مزے سے منہ ڈال دیتا ہے۔ ''مزیدار ہے نا!'' اس نے کہا۔ ''میں نے یہ لبنان میں ایک راہب سے سیکھا تھا۔''

بشپ تھیوفینز (Theophanes) میز پر کھانا لگانے کا ماہر، پست قامت، خوش مزاج آدمی ہے جس کی داڑھی کسی برتھ ڈے پارٹی کے جادوگر کے لیے موزوں لگتی ہے۔ لیکن وہ عیسائی دنیا کے مقدس ترین مقام پر یونانی آرتھوڈوکس کلیسیا کا سربراہ ہے۔ وہ اُس گرجا گھر کے نصف پر مختار ہے جہاں یسوع مسیح کو صلیب دی گئی۔ وہ بذاتِ خود گولگوتھا کی نگرانی کرتا اور خود کو ایک روحانی سلسلے کا وارث سمجھتا ہے جو آدم تک جاتا ہے۔ شجرۂ نسب میں دو نہایت اہم مقام آتے ہیں...... ابرہام اور

Marfat.com

یسوع مسیح۔ یونانی کلیسیا میں ابرہام اس قدر اہم ہے کہ گولگوتھا سے عین اوپر گرجا گھر ''ابرہام کی خانقاہ'' کہلاتا ہے۔

''ہمارے باپ ابرہام کی عظمت یہ ہے کہ وہ خدا کا ایک واضح تصور رکھتا تھا، کسی بھی اور قوم سے زیادہ واضح،'' اس نے کہا۔

میں اس بارے میں بات کرنے آیا تھا کہ صدیوں کے دوران عیسائیوں نے ابرہام کو کیسے دیکھا۔ عیسائی تفسیر یہودی تفسیر کی شاخ ہے اور کئی پشتوں تک اسی جیسا وسیع پیغام پیش کرتی رہی، کہ ابرہام کسی بھی نسل کے تمام لوگوں کے لیے بازو پھیلائے ہوئے تھا۔ لیکن وقت گزرنے پر جس طرح یہودیوں نے ابرہام کو صرف اپنے لیے مخصوص کرنے کی کوشش کی، اسی طرح عیسائیوں نے بھی ابرہام کو صرف اپنے نام لگانا چاہا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان تعلق کا بگاڑ اپنے مشترکہ باپ کے حوالے سے محاذ آرائی میں بھی دیگر معاملات جیسا ہی واضح ہے۔

بشپ تھیوفینز نے بات جاری رکھی، ''خدا نے ابرہام سے بالکل اسی طرح بات کی جیسے وہ دیگر لوگوں سے بات کرتا ہے، لیکن ہم اس کی سنتے ہی نہیں۔ ہم اُس والی سطح پر نہیں۔ لیکن انسانیت کے لیے اُس خوش کن لمحے میں ابرہام نے خدا کے الفاظ سن لیے۔ اُس نے جان لیا کہ خدا ایک ایسی ہستی تھی جس کے ساتھ آپ انسانی انداز میں بات کر سکتے تھے۔ یہ بہت متاثر کن ہے۔ خدا سے ملاقات ایک مغلوب کر لینے والی چیز ہے، اور ابرہام نے یہ کام سب سے پہلے کیا۔ وہ الہام کا آغاز ہے۔ روحانی لحاظ سے بات کی جائے تو وہ انسانیت کی ابتدا ہے۔''

''اور وہ عیسائیت کی ابتدا بھی ہے؟''

اس نے اپنا سر ہلایا۔ ''خدا کے الہام نے ابرہام سے پیغمبروں اور پھر یسوع مسیح تک کا سفر کیا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مکاشفہ یا الہام صرف عیسائیوں کے لیے تھا، لیکن مَیں ایسا نہیں سمجھتا۔ دنیا میں ایک مشترکہ سائیکی موجود ہے جس میں انسان الوہی ہستی کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔ یہ ہم پر ثبت شدہ خدا کا نقش ہے، جسے تمام مذہبی لوگ محسوس کرتے ہیں۔ بس ابرہام نے اسے زیادہ واضح طور پر محسوس کر لیا۔''

Marfat.com

کوئی شخص زیادہ سے زیادہ یہی بتا سکتا ہے کہ یسوع مسیح کی پیدائش غالباً پہلے ہزار یے قبل مسیح کے آخری برسوں میں رومنوں کے زیر نگیں فلسطین میں ہوئی۔ یسوع (اصل نام جوشوا) پیدائشی یہودی تھا اور آخری دم تک یہودی رہا۔ اُس نے اور اُس کے پیروکاروں نے ختنے کیے، پاس اودر کی پابندی کی اور شریعت پر عمل کیا۔ وہ کسی نئے مذہب کی بنیاد رکھنے نہیں نکلے تھے لیکن اہل قمران اور دیگر لوگوں کی طرح انہیں اپنی موجود صورت حال میں بہتری کی امید تھی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہودیت نے ہیکل کو خراب کیا، غریبوں کو بے آسرا چھوڑ دیا اور طہارت کے قوانین کی خلاف ورزی کی۔

لیکن ایک نئے راہنما کے ساتھ ان مسائل کو حل کیا جا سکتا تھا۔ مستقبل میں یسوع نے میتھیو (متی) سے کہا، ''مشرق اور مغرب سے بہت لوگ آئیں گے اور آسمان کی بادشاہت میں ابرہام، اسحٰق اور یعقوب کے ساتھ مل کر کھائیں گے۔''

بہت سے لوگ اس نئے مبلغ کو سننے آئے۔ اس صورت حال نے ہیکل کے یہودی محافظوں اور رومن حکام دونوں میں شکوک پیدا کیے۔ انجام کار یسوع ریاست کے خلاف اپنے جرائم کی وجہ سے مصلوب ہوا۔ صلیب پر مارنا ایک خصوصی رومن طریقہ تھا۔ لیکن یسوع کی کہانی یہیں پر ختم نہیں ہوئی۔ اگر کچھ ہوا تو یہ کہ جوں جوں شاگردوں نے یہ خبر پھیلائی کہ حقیقت میں یسوع مرا نہیں، توں توں اُس کی شہرت میں اضافہ ہوتا گیا۔ وہ زندگی میں لوٹ آیا۔ بہت سے لوگ وہ باتیں کہنے لگے کہ جن کا یسوع نے کبھی خود بھی دعویٰ نہیں کیا تھا...... کہ وہ وہی مسیحا تھا جس کا یہودی صدیوں سے انتظار کر رہے تھے۔ بقول پال (پولُس) وہ ''خدا کا بیٹا'' تھا۔

یسوع کے پیروکار...... جو بدستور یہودی تھے...... یسوع کے اپنے نجات دہندہ ہونے کے یقین سے اس قدر متاثر ہوئے کہ یہ انجیل (خوش خبری) پھیلانے نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے ساتھی اہل ایمان سے کہا، ''ہمارے ساتھ آ جاؤ! بادشاہت کی خوش خبری کا اعلان ہو گیا ہے۔''

چند ایک یہودیوں نے ہی توجہ دی۔ معبد کی تباہی نے انہیں بے چین کر رکھا تھا۔ شاید وہ اس عادت کی وجہ سے اندھے ہو گئے تھے۔ شاید قائل ہونے کے قابل نہ رہے۔ وجہ چاہے کچھ بھی ہو، یسوع کے شاگردوں نے غیر یہودیوں کو بھی اپنی اپیل کا ہدف بنایا۔ یہ کام کرنے کی خاطر انہیں یسوع مسیح

Marfat.com

کو ایک ایسی شخصیت کے ساتھ منسلک کرنے کی ضرورت تھی جو یہودی نہ ہو۔ انہیں ایک بانی باپ کی ضرورت تھی جسے خدا نے برکت دی ہو، جو عمیق روحانی شجرۂ نسب رکھتا ہو، اور جو ایمان (جس کی یسوع تجسیم تھا) کی جیتی جاتی مثال ہو۔

انہیں ابرہام کی ضرورت تھی۔

پہلے انہوں نے محسوس کیا کہ یہ شخصیت پال (پولُس) تھا...... اولین حواری جس نے یسوع مسیح کے متعلق تفصیل سے لکھا۔ پال ایک راسخ ایمان یہودی تھا جو یسوع مسیح پر یقین کرنے لگا۔ وہ ذہین، بہت منطقی تھا لیکن باقاعدہ تعلیم یافتہ نہیں۔ وہ ایک مرد عمل تھا جس نے اپنے ساتھ بحث کرنے والوں کے ساتھ جارحانہ اور مناظرانہ رویہ اپنایا۔ پال نے مراسلوں کا ایک سلسلہ لکھا جن کے نام مرسل الیہ لوگوں کے نام پر ہیں...... رومیوں، گلتیوں، کورنتھیوں۔ وہ اپنے مراسلوں میں ہر برادری کے مخصوص مسائل پر بات کرتا اور اہل ایمان کو اپنے نصب العین کی جانب لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس پیغام کو بالخصوص یہودیوں کے معاملے میں زیادہ گونج دار بنانے کی خاطر اس نے سامعین کی جانی پہچانی تیکنیکیں استعمال کیں: ربانی مِدراش۔ وہ اپنی نظر میں اہم باتوں کو سامنے رکھ کر ابرہام کی کہانی نئے سرے سے سناتا ہے۔

عہد نامۂ جدید میں شامل پال اپنے چودہ مراسلوں میں کل انیس مرتبہ ابرہام کا حوالہ دیتا ہے۔ اس سے زیادہ ذکر صرف یسوع مسیح کا آیا ہے۔ پال نے ابرہام کا ذکر عبرانی بائبل کے نصف آخر کے 'تمام پیغمبروں' کی نسبت دوگنی مرتبہ کیا۔ ہم ابرہام کی اہمیت میں واضح طور پر اضافہ ہوتے دیکھتے ہیں۔ پال نے بنیادی طور پر ابرہام کو اُسی انداز میں منتخب کیا جیسے ربیوں نے کیا تھا۔ کیوں؟

اول، یہودیت اس دور کا غالب مذہب تھا، اور پال کو ضرورت تھی کہ وہ خود کو یہودیوں کے لیے نہ صرف قابل فہم بلکہ ممیز انداز میں بھی بیان کرے۔ دوم، پال یہودی زندگی میں استبدادیت خیال کی جانے والی چیز سے بھی دامن بچانا چاہتا تھا۔ سوم، یہودیت کی قبائلی تخصیصیت سے بھی گریز چاہتا تھا جس کا تعیناتی وصف یہ تھا کہ تمام مردوں کو ختنے کروانے چاہئیں۔ پال کے ذہن میں ان تمام دھاروں نے مل کر یہودیت کو محدود کیا، جبکہ وہ مسیح کی انجیل کے ذریعے غیر یہودیوں کو خوش آمدید کہہ کر اسے توسیع دینا چاہتا تھا۔

Marfat.com

ابرہام پال کے نئے تصور یہودیت کے لیے کامل نمونہ تھا جس میں مسیح کا کردار اجاگر کیا گیا، کیونکہ ابرہام نے یہودیت کی ایجاد، شریعت کے نزول، حتیٰ کہ ختنے لازمی قرار پانے سے بھی قبل خدا کے ساتھ ایک بے مثال تعلق بنایا تھا۔ پال نے اپنے نکتے کا ثبوت دینے کی خاطر کتاب پیدائش باب 15 کی ایک سطر سے رجوع کیا۔ جب ابرہام ارض موعودہ میں پہنچتا اور خدا کو اس کا وعدہ یاد دلاتا ہے: ''دیکھ تو نے مجھے کوئی اولاد نہیں دی اور دیکھ میرا خانہ زاد میرا وارث ہوگا۔'' تب خداوند کا کلام اس پر نازل ہوا اور اس نے فرمایا کہ جو تیرے صلب سے پیدا ہوگا وہی تیرا وارث ہو گا۔'' وہ اس کو باہر لے گیا اور کہا کہ اب آسمان کی طرف نگاہ کر اور اگر تو ستاروں کو گن سکتا ہے تو گن اور اس سے کہا کہ تیری اولاد ایسی ہی ہوگی۔ اور وہ خداوند پر ایمان لایا اور اِسے اُس نے اُس کے حق میں راست بازی شمار کیا۔''

پال کی نظر میں یہ ابرہام کی کہانی میں کلیدی آیت ہے، اور غالباً خمسۂ موسیٰ کی تمام کتب میں اہم ترین آیت بھی۔ ابرہام نے خدا کی نظروں میں قبولیت پائی کیونکہ وہ خدا پر ''ایمان'' رکھتا تھا، کیونکہ اسے ''یقین'' تھا کہ اگر اس نے اپنے باپ کا گھر چھوڑ دیا اور خدا کے کہنے کے مطابق روانہ ہو گیا تو ایک بہت بڑی قوم کا باپ بنے گا۔ پال رومیوں 4:10 میں پوچھتا ہے، ''ابرہام کے لیے اس کا ایمان راست بازی گنا گیا۔ پس کس حالت میں گنا گیا؟ مختونی میں یا نامختون میں؟ مختونی میں نہیں بلکہ نامختونی میں۔'' اس کا مطلب صرف ایک ہی ہوسکتا ہے: ختنہ کو ایمان میں مرکزی حیثیت حاصل نہیں۔

ابرہام کا ختنہ کم از کم تیرہ برس بعد ہوا۔ اور پال نے دلیل دی کہ یہ راست بازرویے کی شرط نہیں۔ یہ راست بازرویے کا انعام ہے۔ پال کے لیے ختنے کا مقصد دہرا تھا۔ اول، ابرہام کو ''ختنوں کے بغیر تمام اہل ایمان کا جد امجد'' بنانا، اور دوم، اسے ''مختونوں کا جد امجد'' بنانا۔ بہ الفاظ دیگر ابرہام یہودیوں اور غیر یہودیوں دونوں کا باپ ہے۔ کوئی بھی صاحبِ ایمان شخص ابرہام کی اولاد میں سے ہے۔

پال ایمان کو خدا کے ساتھ ابرہام کے تعلق میں ایک بنیادی پتھر سمجھتا ہے۔ لیکن پال کے لیے ایمان اندھے اعتقاد کا نام نہیں؛ یہ ایک قوائی، داخلی تجربہ ہے۔ جیسا کہ Yale Divinity School

Marfat.com

کے سابق سربراہ ریورینڈ ڈاکٹر رچرڈ ووڈ نے کہا، ''پال اپنے گناہ کے احساس سے مغلوب تھا۔ کچھ اعتبار سے عیسائی فکر کی تاریخ میں اس کی عمیق ترین حصہ داری انسانی برائی کی فطرت کا تجزیہ تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں درپیش اساسی مسئلہ یہ ہے کہ ہماری راست باز بننے کی کوشش میں غرور اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔'' پال نے ابرہام کا ذکر ایک ایسے شخص کے طور پر کیا جو راست باز نہ ہونے کے باوجود خدا سے رحمت یافتہ تھا۔ اور وجہ یہ ہے: وہ صاحبِ ایمان تھا۔ پال کہتا ہے، ''یہی اصل بات ہے!'' اگر خدا گناہ کے باوجود مجھے بطور راست باز لے تو میں غرور کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ پہلا قدم خدا کی جانب سے ہی ہے۔''

یہ اپنی نہایت تخلیقی اور نہایت لچک دار صورت میں مِدراش (تفسیر) ہے۔ انڈیانا میں Earlham کالج کے سابق صدر ریورینڈ ڈاکٹر ووڈ کے بقول ''وہ کتاب پیدائش کو لیتا اور اس کے ساتھ ایک قابل اعتراض کام کرتا ہے؛ وہ اسے ایک ایسے سوال کا جواب دینے میں استعمال کرتا ہے جو کتاب پیدائش کے مصنف کے ذہن میں نہیں تھا۔'' لیکن پال یہیں پر نہیں رک جاتا۔ رومیوں باب 4 میں وہ مزید آگے بڑھتا اور کہتا ہے کہ ابرہام کو خدا کا پیغام کوہ سینائی پر نازل کردہ شریعت سے پانچ سو سال پہلے ملا تھا، اس لیے خود شریعت بھی خدا کی رحمت کا مرکز نہیں۔ ''اگر شریعت کے پیروکاروں کو وارث بننا ہے تو ایمان بے فائدہ اور وعدہ باطل ہے۔''

پال کا شریعت کی اہمیت کم سے کم کر دینا اسرائیلی تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا۔ موسوی شریعت داؤد اور سلیمان کے عہد میں قوم کا محور نہیں تھی۔ لیکن پال کا نکتۂ نظر اپنے عہد کی یہودیت سے متصادم نہیں تھا جس کی بنیاد شریعت پر تھی۔ پال موسیٰ کے ساتھ خدا کے زیادہ تفصیلی میثاق کا احاطہ کرتا ہے تاکہ ابرہام کے ساتھ اس کے زیادہ عمومی میثاق کی جانب واپس جا سکے۔ گلتیوں باب 3 میں وہ کہتا ہے: ''جتنے لوگ شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں۔ میرا یہ مطلب ہے کہ جس عہد کی خدا نے پہلے سے تصدیق کی تھی اس کو شریعت چار سو تیس برس کے بعد آ کر باطل نہیں کر سکتی۔'' خدا نے ابرہام کو میراث میثاق کے ذریعے بخشی، نہ کہ شریعت کے ذریعے سے۔

یہ نکتہ پال کو اچانک شہرت دلا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کتاب پیدائش میں خدا نے ''ابرہام اور

Marfat.com

اس کی اولاد'' کو برکت دینے کا وعدہ کیا۔ متن میں نسل جمع نہیں بلکہ واحد ہے۔ (اگر چہ پال یونانی زبان میں لکھ رہا تھا، لیکن وہاں بھی یہ فرق موجود ہے)۔ ''پس ابرہام اور اس کی نسل سے وعدے کیے گئے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ نسلوں سے،'' پال نے نکتہ پیش کیا۔ اس کا مطلب ہوا کہ ابرہام کا وعدہ دراصل بہت سے لوگوں سے نہیں، جیسا کہ یہودیوں نے دعویٰ کیا، بلکہ ایک شخص سے تھا۔ وہ واحد شخص یسوع مسیح ہے۔ ''اور اگر تم مسیح کے ہو تو ابرہام کی نسل اور وعدہ کے مطابق وارث ہو۔'' پال نے زور دیا کہ مسیح ابرہام کی حقیقی اولاد ہے اور اسے اپنا نجات دہندہ ماننے والے لوگ خاندان ابرہام کے رکن بن جاتے ہیں، چاہے وہ مختون ہوں یا غیر مختون۔

یہاں پال کی کامیابی ماہرانہ ہے: اس نے بائبلی کہانی کو چھوڑے بغیر، لیکن اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتے ہوئے عبرانی بائبل کی بالکل نئی تفسیر کی۔ وہ سلسلۂ نسب کو مسترد کرتا، جو کتابِ پیدائش میں مرکز توجہ تھا، اور اس کی جگہ ایمان کو دیتا ہے۔ حیاتیات اہم نہیں رہ جاتی؛ سلسلۂ نسب ایمان کے ذریعے آگے بڑھانہ کہ خون کے ذریعے۔

نیز، پال نے یہ سب دعویٰ کرتے ہوئے بھی خود کو یہودی کہا اور شریعت کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں کو ابرہام کی اولاد قرار دیا۔ اس نے وضاحت کی کہ خدا نے شریعت محض عارضی اقدام کے طور پر نافذ کی تھی کیونکہ اسرائیلی منحرف ہو گئے تھے۔ انہیں راہنمائی کے لیے شریعت کی ضرورت تھی، یہاں تک کہ وہ خالص ایمان تک واپس آ جائیں۔ یسوع مسیح نے وہ ایمان فراہم کر دیا۔ پال نے آگے چل کر گلتیوں 3 میں کہا: ''نہ کوئی یہودی رہا نہ یونانی۔ نہ کوئی غلام رہا نہ آزاد۔ نہ کوئی مرد نہ عورت کیونکہ تم سب مسیح یسوع میں ایک ہو۔''

جو کچھ پال نے یہاں کیا، عین وہی کچھ معاصر ربی اور فلسفی بھی کر رہے تھے: وہ اپنے مقاصد کے تحت ایک نیا ابرہام تخلیق کرتا ہے۔ وہ ابرہام کی زندگی کی ڈرامائی کہانیوں ...... سدوم اور عمورہ پر خدا کے ساتھ اس کی بحث، اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش ...... کو غیر اہم بناتا اور اس کی بجائے ابتدائی، قدیم لمحے پر توجہ دیتا ہے جب اس نے اپنے باپ کا گھر چھوڑا اور نامعلوم کی جانب نکل کھڑا ہوا۔ اور پال نے اصرار کیا کہ ابرہام خدا کی ہمہ گیر برکت کا وسیلہ تھا۔

آیا پال کے الفاظ واقعی ہمہ گیر ہیں، یا اس کا مقصد مسیح پر یقین نہ رکھنے والے یہودیوں کو

Marfat.com

لطیف انداز میں خارج کرنا ہے، یہ بحث طلب معاملہ ہے۔اپنی طرف سے تو پال نے انہیں شامل کرنے کا دعویٰ کیا۔رومیوں 2 میں وہ کہتا ہے: ''تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا خدا نے اپنے لوگوں کو مسترد کر دیا؟ ہر گز نہیں! میں خود بھی ایک اسرائیلی ہوں، ابرہام کی اولاد ہوں۔'' اور اپنے جانشینوں کے برعکس پال نے یہودیوں کو یسوع کی موت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا یا یہ نہیں کہا کہ خدا نے اپنے لوگوں پر قہر ڈھانے کی خاطر کلیسیا کی بنیاد رکھی۔

لیکن وہ ڈگمگاتا ہے۔مثلاً رومیوں 2 میں اس نے کہا کہ کچھ یہودی مقدس شجرِ حیات سے توڑ کر الگ کر دیے جائیں گے اور ان کی جگہ غیر یہودیوں (''ایک جنگلی زیتون'') کا پیوند لگایا جائے گا۔ہارورڈ کے جان لیونسن نے کہا، ''پال کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کا خدا کس حد تک قابلِ بھروسہ ہے؟ ہم اس معبود پر کیوں ایمان لائیں جس کا ابرہام کی اولاد سے کیا ہوا سابقہ وعدہ غلط ثابت ہوا؟ اب کے بعد پیدا ہونے والی تمام مشکلات مسیح کے ذریعے حل کی جائیں گی۔یہودیوں کو آری کی مدد سے کاٹ کر درخت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔''

پھر بھی بیش تر تجزیہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ پال یہودیوں کو باہر رکھنے کی بجائے بنیادی طور پر غیر یہودیوں کو ابرہام کے خاندان میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔جیسا کہ ریورینڈ ڈاکٹر ووڈ نے وضاحت کی: ''فرض کریں کہ اُس دور میں مَیں اور آپ یہودی جماعت کا حصہ ہوتے، اور ہم یقین کرنے لگتے کہ یسوع واقعی مسیح تھا۔کیا پال ہم سے توقع رکھتا ہے کہ ہم ختنہ کرنا چھوڑ دیں گے، یا شریعت کو مسترد کر دیں گے؟ مَیں ایسا نہیں سمجھتا۔درحقیقت میرے خیال میں یہ تصور اسے بوکھلا دیتا۔وہ ایک زیادہ بڑا شامیانہ بنانے کی کوشش میں ہے۔''

''تو کیا آپ کے خیال میں یہ پیغام سب کو شامل کرنے والا ہے؟''

''ہاں۔''

''لیکن اس کے استدلال کے نتائج کے متعلق کیا خیال ہے؟ یہ اقتباس پڑھنے پر مجھے لگتا ہے کہ اس کا پیغام شاید سب کو ساتھ لے کر چلنا ہو، لیکن آپ یہودیت مخالفت کی مشینوں کو حرکت میں آتے دیکھ سکتے ہیں،'' میں نے کہا۔

''بالکل۔میں اس تاثر کو درست سمجھتا ہوں۔میں نے جوانی میں اس کے متعلق نہیں سوچا

Marfat.com

تھا، کیونکہ تب میرے ذہن میں یہ سوال ہی نہیں ابھرا تھا۔ لیکن آپ پال کے زیادہ ریڈیکل لمحات میں دیکھ سکتے ہیں کہ وہ شریعت کو کافی حد تک تنقید کا نشانہ بناتا نظر آتا ہے۔ جب آپ یہودیت اور عیسائیت میں پھوٹ کی دو ہزار سالہ المناک تاریخ پر نظر ڈالتے اور یہ اقتباسات پڑھتے ہیں تو کہہ اٹھتے ہیں، 'او خدایا، پال! تم نے نادانستہ طور پر عظیم مسائل پیدا کر دیے۔'

''پال نے یہودی روایت میں موجود اچھی چیزوں کو چھوڑنے کی توجیہ مہیا کی۔ اور اس نے یہ کام یہودی روایت کے ہی عظیم جدامجد کی مدد سے کیا۔''

بشپ تھیوفینز کے کچن میں کوئی ایک گھنٹہ گزرنے پر اس نے مجھے گرجا گھر چلنے کو کہا۔ اس نے ایک کالا دوشالہ اوڑھا اور اونچا کالا ہیٹ پہن لیا۔ جب وہ باہر نکلا اور اپنے باغ میں سے گزرا تو میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ شطرنج کے شاہ جیسا لگتا تھا۔

بشپ کے اندر داخل ہونے پر مقدس صلیب گرجا گھر کے دروازے کے اردگرد ہلچل تھم گئی۔ راہب اس سے ہاتھ ملانے آگے بڑھے۔ ایک خاتون تیزی سے اس کی جانب آئی، گھٹنے کے بل جھکی اور اس کے ہاتھ کا بالائی حصہ چوما۔ بشپ نے اسے چند سیکنڈ رک کر دعا دی اور پھر مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ ہم ایک دروازے کے پیچھے گئے جس کی طرف پہلے کبھی میرا دھیان نہیں گیا تھا۔

ہم گول سیڑھیاں چڑھ کر چند لمحوں بعد باسیلکا کی چھت پر کھڑے تھے۔ وہاں گنبدوں کے ابھار نظر آئے جن پر سینکڑوں مرمتوں کے باعث اینٹ، پلستر اور کنکریٹ کے نشان پڑے تھے۔ وہ مجھے ایک حجرے میں لے گیا جس میں بہ مشکل درجن بھر لوگ ہی سما سکتے تھے۔ پندرہویں صدی میں تعمیر کردہ اس حجرے کے گرد دیواری تصویریں (فریسکوز) تھیں۔ بالائی قطار میں بنی شبیہیں یسوع مسیح کی زندگی کے واقعات پیش کر رہی تھیں؛ نچلی قطار میں ابرہام کی زندگی کے واقعات دکھائے گئے تھے...... مثلاً بیٹے کو قربان کرنا اور سدوم وعمورہ جاتے ہوئے خدا کے قاصدوں سے ملاقات کرنا۔

بشپ نے کہا، ''روایت کے مطابق یہ وہ جگہ ہے جہاں ابرہام نے اپنے بیٹے کو قربان کیا اور

Marfat.com

جہاں خدا نے یسوع مسیح کو بھینٹ چڑھایا۔ ہم گولگوتھا کے عین اوپر ہیں۔ وہ سادہ لوگوں کو یہاں لاتے اور انہیں بتاتے ہیں کہ یہ عین وہی مقام ہے۔ کچھ لوگوں کی نظر میں یہ بات بہت اہم ہے۔"

"لیکن آپ کے لیے نہیں؟"

"مجھے علم الآثارِ قدیمہ کی کوئی پروا نہیں۔ میرے لیے تمثیل زیادہ اہم ہے۔ دیکھو، زندگی میں ہر چیز کی دو فطرتیں ہوتی ہیں، ایک طبعی اور دوسری روحانی۔ اس دیوار میں اور تم میں دو جہات موجود ہیں۔ ابرہام میں بھی دو جہات تھیں۔"

میں نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔

"ابرہام میں خدا اور انسانیت ہے۔ اس کا قائم کردہ اتحاد یسوع مسیح میں اپنی تکمیل کو پہنچا۔"

"تو ابرہام انسان اور خدا ہونے کے درمیان تناؤ کا نام ہے۔"

"منفی تناؤ نہیں! مثبت تناؤ۔ آپ انسانی پن اور الوہی پن کو الگ الگ نہیں کر سکتے،" اس نے کہا۔ وہ اپنی بات کی وضاحت کرنے کے لیے گرجا گھر میں ابرہام اور یسوع مسیح کی تصویر کشی کے پیچھے موجود وجہ بتانے لگا۔ زائر ایک انسانی سطح پر داخل ہوتا اور ابرہام سے چشم بہ چشم ملتا، پھر یسوع مسیح پر نگاہیں ڈالتا اور اس کے بعد آسمان کی جانب نگاہیں اٹھاتا ہے۔ ہر زائر خدا کی جانب سعود کا نئے سرے سے تجربہ کرتا ہے۔

"ابرہام کے متعلق یاد رکھنے کے قابل اہم بات یہ ہے کہ وہ ہم سب میں آباد ہے۔ جب ہم عبادت کرتے ہیں، ہم یسوع مسیح کی نمائندہ روٹی پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہم روٹی کا ایک اور ٹکڑا رکھتے ہیں جو مریم کا نمائندہ ہے۔ پھر ہم نو چھوٹے ٹکڑے رکھتے ہیں جو خادموں، حواریوں، پیغمبروں اور دیگر کی نو الطاروں (Altars) کے نمائندہ ہیں۔ ابرہام پیغمبروں میں سے ایک ہے۔ سامنے ہم چھوٹا سا چور ارکھتے ہیں جو لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہم یہ سب کچھ روح القدس کے ساتھ ایک چیلس (دھاتی کپ) میں رکھتے ہیں۔" اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے قلب ماہیت کا اشارہ دینے کے لیے ہاتھ فضا میں لہرائے۔ "اور یہ مسیح کا جسم بن جاتا ہے۔"

اس نے آنکھیں دوبارہ کھول کر مجھے دیکھا۔ "میرے لیے روٹی کا یہ ڈھیر بائبل سے زیادہ اہم ہے۔ یہ محض طویل عرصہ پرانی ایک کہانی نہیں۔ جب بھی ہم یہ کرتے ہیں دعائیہ عبادت ہوتی

Marfat.com

ہے۔میرے لیے ابرہام اب بھی چیلس میں ہے۔اور وہ مجھ میں بستا ہے۔''

''کیا اس کا مطلب ہے کہ وہ مجھ میں نہیں بستا؟''میں نے پوچھا۔

''وہ تمہارے اندر موجود ہے۔دیکھو، میں کوئی دکھاوے بازی نہیں کروں گا۔کلنیسا نے جو کچھ بھی ابرہام کے ساتھ کیا وہ بہت درشت اور ظالمانہ تھا۔لیکن آج سے سینکڑوں برس بعد سنجیدہ لوگوں کو مذاہب دوست خیال کیا جائے گا۔وہ سمجھ لیں گے ابرہام ساری انسانیت کا ہے۔''

ابرہام کے ساری انسانیت سے تعلق رکھنے کا تصور پال کے مراسلوں میں کم از کم جذبے کی حد تک تو موجود ہے۔اس کی اشاعت ابتدائی مسیحی تحریروں میں بہت تیزی سے ہوئی۔ابرہام چار اناجیل میں غالب شخصیت نہ سہی، لیکن اس کا ذکر بارہا آیا ہے۔پال کے مراسلوں اور مختلف دیگر تحریروں کے علاوہ اناجیل مل کر عہد نامۂ جدید بناتی ہیں۔اگرچہ اناجیل پال کے بعد لکھی گئیں، لیکن وہ عیسائی صحیفے میں پہلے سے ہی متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کے ناموں کے تحت موجود ہیں۔ ابرہام اتنا اہم ہے کہ اس کا ذکر عہد نامۂ جدید کی پہلی سطر، متی کی انجیل میں آیا:''یسوع مسیح ابن داؤد بن ابرہام کا نسب نامہ۔''

پال کے برعکس اناجیل نے عبرانی بائبل میں نسب نامے کی اہمیت کو سمجھا اور مسیح کو براہ راست ابرہام کے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔مثلاً متی اسمٰعیل کو نظر انداز کرتا اور کہتا ہے کہ ابرہام اسحٰق کا باپ تھا اور اسحٰق سے یعقوب پیدا ہوا اور یوں سلسلہ آگے بڑھا۔متی ابرہام سے داؤد تک چودہ پشتیں اور داؤد سے بابلی اسیری تک مزید چودہ پشتیں گنواتا ہے۔جبکہ بابلی اسیری سے لے کر مسیح تک بھی چودہ پشتیں بتائی گئیں۔داؤد کا نسب نامے میں ظاہر ہونا تقریباً یقینی تھا کیونکہ پیغمبر میکاہ نے کہا تھا کہ مسیح اس کے قبیلے سے ہوگا۔ابرہام کا ظاہر ہونا نہایت قرین قیاس ہے کیونکہ متی مسیح کی جڑیں اسرائیلی تاریخ کی مٹی میں دور سے ذور تک پہنچانا اور اسے قدامت کا وقار دینا چاہتا ہے۔

اناجیل یسوع مسیح کے روحانی اوصاف کا ماخذ بھی ابرہام میں ڈھونڈتی ہیں۔لوقا 16 میں یسوع مسیح ایک امیر آدمی کے متعلق تمثیل بتاتا ہے جو''ارغوانی اور مہین کپڑے پہنتا اور ہر روز خوشی مناتا تھا اور شان وشوکت سے رہتا تھا۔اور لعزر نام کا ایک غریب ناسوروں سے بھرا ہوا اس کے

Marfat.com

دروازے پر ڈالا گیا۔ اسے آرزو تھی کہ دولت مند کی میز سے گرے ہوئے ٹکڑوں سے اپنا پیٹ بھرے بلکہ کتے بھی آکر اس کا ناسور چاٹتے تھے۔ اور ایسا ہوا کہ وہ غریب مر گیا اور فرشتوں نے اسے لیجا کر ابرہام کی گود میں پہنچا دیا اور دولت مند بھی موا اور دفن ہوا۔ اس نے عالم ارواح کے درمیان عذاب میں مبتلا ہو کر اپنی آنکھیں اٹھائیں اور ابرہام کو دور سے دیکھا اور اس کی گود میں لعزر کو۔'' دولت مند شخص نے پکار کر کہا، ''اے باپ ابرہام، مجھ پر رحم کر کے لعزر کو بھیج دے کہ اپنی انگلی کا سرا پانی میں بھگو کر میری زبان تر کرے کیونکہ میں اس آگ میں تڑپتا ہوں۔'' ابرہام نے کہا، ''بیٹا، یاد کر کے تو اپنی زندگی میں اپنی اچھی چیزیں لے چکا اور اسی طرح لعزر بری چیزیں، لیکن اب وہ یہاں تسلی پاتا ہے اور تو تڑپتا ہے۔'' یہ اقتباس یہودی مفسرین کا واضح اثر دکھاتا ہے۔ اس میں ایک معاصر مسیحی تصور...... یہاں غریبوں کی دیکھ بھال...... کو لیا اور اسے ابرہام کی زندگی سے جوڑ دیا گیا۔ بہ الفاظ دیگر ابرہام کو یسوع مسیح میں تبدیل کر دیا گیا۔

ابرہام اور مسیح کا یہ ادغام یوحنا کی انجیل میں اپنی معراج پر پہنچا۔ چوتھی انجیل کو کبھی کبھار ''انجیلوں کی انجیل'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ باقی تینوں سے بعد، 85ء کے قریب لکھی گئی اور اس میں سابق تین انجیلوں کی تالیف کرنے کی موثر کوشش کی گئی۔ یوحنا تمام اناجیل میں سب سے زیادہ روحانی بھی ہے۔ متن کو مسیح کی انسانیت میں کم اور اس کی الوہیت میں زیادہ دلچسپی ہے۔ مسیح ہمیشہ ہی انسان سے بڑھ کر کچھ اور ہے۔ وہ ایک تاریخی شخص میں مجسم ہونے والا کلام خداوندی ہے۔

یہ تاثر ایک مسحور کن اور متنازع تمثیل میں واضح نظر آتا ہے۔ یوحنا 8 میں مسیح ہیکل میں لوگوں کو تعلیم دے رہا تھا۔ اس نے کہا، ''دنیا کا نور میں ہوں، جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا۔'' یہودیوں نے مخالفت کرتے ہوئے کہا، ''تو اپنی گواہی آپ دیتا ہے۔ تیری گواہی سچی نہیں۔'' یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ ''اگرچہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں، لیکن میری گواہی سچی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جاتا ہوں۔ تم جسم کے مطابق میرا فیصلہ کرتے ہو، میں کسی کا فیصلہ نہیں کرتا۔ اور اگر میں فیصلہ کروں تو میرا فیصلہ سچا ہے کیونکہ میں اکیلا نہیں ہوں، بلکہ میں ہوں اور باپ ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اگر تم میرے کلام پر قائم رہو گے تو حقیقت میں میرے شاگرد ٹھہرو گے اور سچائی سے واقف ہو گے اور سچائی تم کو

Marfat.com

آزاد کردے گی۔''

لیکن یہودیوں نے جواب دیا کہ ''ہم تو ابرہام کی نسل سے ہیں اور کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہے۔'' (لگتا ہے کہ وہ مصر میں گزارے ہوئے عرصے سے ناواقف تھے یا اسے نظر انداز کر گئے) مسیح نے کہا، ''میں جانتا ہوں کہ تم ابرہام کی نسل سے ہو تو بھی میرے قتل کی کوشش میں ہو کیونکہ میرا کلام تمہارے دل میں جگہ نہیں پاتا...... اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک کبھی موت کو نہ دیکھے گا۔'' یہ سن کر یہودی برہم ہو گئے، ''اب ہم نے جان لیا کہ تجھ میں بدروح ہے۔ ابرہام مر گیا اور نبی بھی مر گئے۔ اور تو کہتا ہے کہ اگر کوئی میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک کبھی موت کا مزہ نہ چکھے گا۔ ہمارا باپ ابرہام جو مر گیا کیا تو اس سے بڑا ہے؟''

یسوع نے جواب دیا، ''تمہارا باپ ابرہام میرا دن دیکھنے کی امید پر بہت خوش تھا چنانچہ اس نے دیکھا اور خوش ہوا۔'' اچانک ابرہام کو اپنے ہزاروں برس بعد یسوع مسیح کے جنم لینے کی انجیل معلوم ہو گئی۔

یہودیوں نے غصے میں آ کر کہا، ''تیری عمر تو ابھی پچاس برس کی نہیں، پھر کیا تو نے ابرہام کو دیکھا ہے؟''

تب یسوع نے عہد نامۂ جدید کی نہایت قابل بحث لائنوں میں سے ایک بولی: ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس سے کہ ابرہام پیدا ہوا، میں ہوں۔''

جواب میں یہودیوں نے اسے مارنے کو پتھر اٹھائے مگر یسوع چھپ کر ہیکل سے نکل گیا۔

یوحنا 8 کے آخر میں یسوع کا بیان اناجیل میں اس کی الوہیت پر واضح ترین دلیل خیال کیا جاتا ہے۔ یسوع اب زمان و مکاں سے ماورا ہو کر دیوتا نما بن گیا اور وہ اِس کا اظہار یہ کہہ کر کرتا ہے کہ وہ ابرہام سے بھی ''پہلے'' موجود تھا۔ یسوع نے یہ بھی کہا کہ اس نے ابرہام کو اپنے متعلق بتایا تھا اور یہ کہ ابرہام نے اسے قبول کیا تھا۔ یسوع اب، ابرہام سے بعد کا نہیں رہتا؛ وہ اس سے ''پہلے کا'' بن جاتا ہے۔ یسوع ابرہام کا تخم نہیں؛ بلکہ ابرہام یسوع کا تخم ہے۔

اس میں حیرت کی بات نہیں کہ یہودیوں نے اس اتحاد کو مسترد کر دیا اور یسوع کو شیطان سے منسوب کیا۔ اسی لیے بہت سے محققین اس اقتباس کو عہد نامۂ قدیم میں سب سے زیادہ یہودی

Marfat.com

مخالف سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ریورینڈ ڈاکٹر ووڈ نے کہا، ''یہ کافی سخت الفاظ ہیں۔ یہ پہلی صدی کے اواخر کی الٰہیات ہے جسے یسوع کے منہ سے کہلوایا گیا۔ کیا یسوع ایسا کہہ سکتا تھا؟ مجھے تو اس پر یقین نہیں آتا۔ یہ الفاظ اس کی کہی ہوئی باقی باتوں سے ہرگز میل نہیں کھاتے۔''

پھر بھی یوحنا نے یسوع مسیح سے یہ جملے ادا کروائے اور نتائج بہت سنگین برآمد ہوئے۔ یہودیوں کا جواب...... پتھر پھینکنا...... ان کے غیض وغضب کا عکاس ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان خلیج ناقابل عبور ہوگئی۔ مکالمے کی جگہ لڑائی اور سنگ باری نے لے لی۔

مگر کیوں؟ عیسائیوں کے نکتۂ نظر سے یہودیوں نے یسوع کو الوہیت کا حق دینے سے انکار کیا۔ یہودیوں کے نکتۂ نظر سے یسوع نے یہودیوں کی صدیوں پرانی شناخت کو مسترد کیا...... یا کم ازکم ان یہودیوں کی جن کے ساتھ وہ بحث کر رہا تھا: ابرہام کی اولاد ماننے سے انکار۔ جیسا کہ یسوع نے بحث کے دوران کہا، ''اگر تم ابرہام کے فرزند ہوتے تو ابرہام کے سے کام کرتے۔ لیکن اب تم مجھ جیسے شخص کے قتل کی کوشش میں ہو جس نے تم کو وہی حق بات بتائی جو خدا سے سنی۔'' ابرہام کے بغیر خدا کے ساتھ یہودیوں کا رابطہ منقطع ہو جاتا۔ اور اچانک ابرہام ساری انسانیت کا مشترکہ باپ نہ رہا؛ وہ عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان رخنے کا اظہار بن گیا۔

اور یہ رخنہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

اناجیل ریکارڈ میں آنے سے بعد کی صدیوں میں ابتدائی کلیسیائی مصنفین نے عیسائیت اور یہودیوں کے درمیان رقابت کو طول دینا جاری رکھا۔ دیگر شعبوں کی طرح پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں ہیکل کی تباہی بھی نہایت اہم ثابت ہوئی۔ کلیسیا کے فادرز نے یہودیوں کی بدقسمتی میں اپنی فتح کا مزید ثبوت اور اسرائیل کی حقیقی بادشاہت پر ان کے دعوے کا استرداد دیکھا۔ یہودیت کی جانب دفاعی رویہ رکھنے والا کلیسیا اب جارحیت پر اتر آیا۔

جسٹن شہید اور آئرینیئس (دوسری صدی عیسوی) جیسے ممتاز مصنفین اور چوتھی صدی کے یوسیبئس نے کہنا شروع کیا کہ ابرہام یہودی نہیں بلکہ عیسائی تھا۔ جسٹن اس قصبے میں پیدا ہوا تھا جہاں ابرہام نے ارض موعودہ کی جانب جاتے ہوئے راستے میں پہلا قیام کیا تھا۔ وہ تمام یہودیوں

Marfat.com

کو مسیح کا دشمن قرار دینے والا کسی بھی درجے کا اولین مصنف تھا۔ جسٹن نے دعویٰ کیا کہ ابرہام نے دراصل یسوع کو اسی آواز میں پکارا تھا جو تمام اہل ایمان کو مسیح کی جانب بلاتی ہے۔ نتیجتاً ارض مقدس عیسائیوں کو ورثے میں ملے گی اور عیسائی ہی وہ قوم ہیں جس کا وعدہ خدا نے ابرہام سے کیا تھا۔''

اب یہودیوں کو نہ صرف مسیح نے ملعون قرار دیا تھا، بلکہ وہ زمین کی میراث سے بھی محروم اور خدا کے سائے سے یتیم ہو گئے۔

آئرینیئس مزید آگے جاتے ہوئے کہتا ہے کہ عیسائیت ایک نیا عقیدہ ہی نہیں بلکہ 'اصل' عقیدہ ہے...... وہ عقیدہ جو ابرہام کو راست بازی کی جانب لایا۔ ''ابرہام خداوند سے ناواقف نہیں تھا جو اس کا دن دیکھنے کا متمنی ہوا۔'' درحقیقت جسمانی طور پر ابرہام پر ظاہر ہونے والے مسیح کے ذریعے ہی ابرہام خدا سے متعارف ہوا۔

آخری ضرب آگسٹائن نے لگائی۔ چوتھی صدی عیسوی کے اس ماہر الٰہیات نے کہا کہ یہودیوں نے تاریخ کو اندھے پن کے ساتھ اور شرم ناک انداز میں اپنی طبعی آنکھوں سے دیکھا، نہ کہ روحانی آنکھوں سے۔ اس نے اصرار کیا کہ زمانے کو دیکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خدا کے ابدی بیٹے کی آنکھیں استعمال کی جائیں۔ اس نے اپنے نکتے کو ثابت کرنے کے لیے یوحنا 8 کی اشتعال انگیز سطور سے کام لیا جن میں کہا گیا ہے، ''پیش تر اس سے کہ ابرہام پیدا ہوا، میں ہوں۔'' آگسٹائن نے لکھا: ''الفاظ کو تولیں تو آپ کو باطنی علم حاصل ہو جائے گا۔ یسوع نے یہ نہیں کہا کہ ''ابرہام کے پیدا ہونے سے پہلے میں موجود تھا۔'' کیونکہ یسوع بنایا نہیں گیا۔ وہ تو بس ھـــــے۔ (یعنی وہ مخلوق نہیں بلکہ حادث ہے۔)

نتیجتاً آگسٹائن نے کہا کہ یسوع پر ایمان رکھنے والے لوگ ایک برتر مذہب کے مالک ہیں۔ جس طرح خدا نے بائبل میں چھوٹے بیٹوں کو بڑے بیٹوں پر ترجیح دی، اسی طرح وہ نوخیز مذہب عیسائیت کو پرانے مذہب یہودیت پر فوقیت دیتا ہے۔ یہودیوں کا وجود قائم رہ سکتا ہے، لیکن صرف اس لیے کیونکہ ان کی روایت تاریک روشنی مہیا کرتی ہے جس میں سے مسیحی صداقت کی سفید روشنی نمودار ہوئی۔ ابرہام کو ایک نئی قوم، یسوع مسیح کی قوم مل گئی۔

جس بات پر یوحنا نے رائے دی، جسے جسٹن نے اجاگر کیا، اسے اب آگسٹائن نے عیسائی تاریخ کی تقریباً پندرہ صدیوں میں متعین کر دیا۔ پال نے ابرہام کو ''تمام اہل ایمان کا جدامجد'' کہا۔ اب وہ تمام نفرت کرنے والوں کا جدامجد بن گیا۔ مثلاً جب نازی پراپیگنڈا افسران اپنی سامیت مخالفت کا جواز تلاش کر رہے تھے تو انہوں نے اسی دور کی تحریروں کا حوالہ دیا۔ وہ اس حد تک جا پہنچے کو جسٹن شہید کو ''قدیم مسیحی دور کا عظیم ترین سامیت مخالف'' قرار دیا۔

پھر بھی اِن عیسائی مفسرین کا کیا دھرا یہودی مفسرین کی کارروائیوں جیسا ہی ہے: انہوں نے سب کے لیے میسر بائبلی شخصیت کو لیا، ناپسندیدہ اور پسندیدہ چیزوں کو بالترتیب برطرف اور اجاگر کیا، اور انجام کار اپنی بے مثال حیثیت کی ایک علامت تراشی جو اصل کہانی سے زیادہ ان کے اپنے تخیلات کا عکس لگتی ہے۔ اب ابرہام ایک عیسائی بن گیا، جسے یسوع مسیح کا علم تھا، جس نے انجیل سنی تھی اور خدا کی برکات صرف ان لوگوں کو منتقل کی تھیں جو یسوع کے جسم سے لپٹے ہوئے تھے۔

ابرہام کی دیگر حیاتیاتی اولادوں کے ساتھ ساتھ یہودی اور مسیح کی انجیل (خوش خبری) کو مسترد کرنے والے کسی بھی شخص کو بے دخل اور محروم کر کے فراموش گاری کے صحرا میں نکال دیا گیا۔ ابتداً میں غیر یہودیوں کی خدا کی بادشاہت میں شمولیت کا جواز دینے میں استعمال کیا گیا ابرہام اب یہودیوں کو انہی کی میراث سے بے دخلی کی توثیق کے لیے برتا گیا۔ ابرہام موریاہ پہاڑ پر اپنے گوشت اور خون کو ہلاک کرتے کرتے رہ گیا ہوگا، لیکن اب عیسائیوں نے یہ کام کر ڈالا۔

اس نفرت سے بھرپور روایت سے سامنا ہونے پر میں ایک مرتبہ پھر گڑبڑا کر رہ گیا۔ ابرہام کی اپنی ہی خود ساختہ اولادوں نے اُسے اِس حد تک بدل ڈالا تھا کہ بائبل میں بیان کردہ شخصیت کے ساتھ اس کی مشابہت نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ بائبلی کہانی میں بھی ترامیم اور اضافے ہوئے ہوں گے؛ اس میں سے بہت کچھ کاٹا چھانٹا گیا ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود یہ خدا کی رحمت کا ایک زیادہ فیاضانہ پیغام دیتی ہے، بہ نسبت ابرہام کی ان تصاویر کے جو اس کے مبینہ روحانی وارث بنانے میں مصروف تھے۔

ایک مرتبہ پھر مجھے وہی سوال درپیش ہوا: ان سب تفاسیر کو مسترد کیوں نہ کر دیا جائے؟ ابرہام

Marfat.com

کے متعلق عیسائیوں کی پیش کردہ تخصیصی تفسیر کو بھی یہودوی تفسیر کی طرح مصنوعی قرار دے کر معطل کیوں نہ کر دیا جائے؟

''کیونکہ آپ ایسا نہیں کر سکتے،'' ریورینڈ مس پیٹرا ہیلڈٹ نے کہا۔ وہ ایک جرمن لوتھری منسٹر اور یروشلم میں Ecumenical Theological Research Fraternity کی سربراہ ہے۔ کشادہ، متین چہرے اور جوڑا کیے ہوئے بالوں والی یہ فربہ عورت برلن میں پیدا ہوئی، لیکن یہودی۔ عیسائی تعلقات میں بہتری لانے کی خاطر 1970ء میں اسرائیل منتقل ہوگئی۔ جب اس کے دفتر کی لائبریری میں اُس سے ملاقات ہوئی تو وہ اپنی پی ایچ ڈی مکمل کرنے سے چند دن ہی دور تھی۔ اس نے ابتدائی مسیحی تحریروں میں ابرہام کے استعمال پر مقالہ لکھا۔

مس پیٹرا ہیلڈٹ نے کہا،'' ہر کہانی تحریر میں آنے کے بعد دوبارہ پڑھی جائے گی۔ اور ہر مرتبہ پڑھے جانے پر اس کی نئے سرے سے تعبیر کی جائے گی۔ اس لحاظ نہ کوئی اصلی کہانی موجود ہے اور نہ کوئی اصلی پیغام۔''

بات کرتے وقت اس نے اپنے ہاتھوں کو ٹانگوں کے درمیان دبائے رکھا، کہ جیسے انہیں توجہ کا مرکز بننے سے بچانا چاہتی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ گرافٹس (Grafts) میں ملفوف رہتے ہیں۔ 1997ء میں ریورینڈ مس ہیلڈٹ یروشلم کی Mahane Yehuda مارکیٹ میں ایک دوہرے خود کش حملے میں مرتے مرتے بچی تھی۔ وہ ڈنر کے لیے شاپنگ کر رہی تھی کہ چند دکانیں دور ایک بم پھٹنے کی آواز سنی۔ بھاگتے ہوئے مس ہیلڈٹ نے دیکھا کہ اس کی مچھلی فروش دوست نسیم ایک فلسطینی سے ہاتھ ملا رہی تھی۔ لیکن فلسطینی نے نسیم کا ہاتھ چھوڑنے کی بجائے اسے اپنے ساتھ بھینچا اور دوسرے بم کا دھماکہ کر دیا۔ آگ کا ایک اور گولہ ابھرا اور مس ہیلڈٹ اڑ کر دور جا گری۔

جب وہ زمین پر گری تو سارا جسم سیکنڈ اور تھرڈ ڈگری برن سے بھرا ہوا تھا، اور اس کی ٹانگوں اور پیروں میں بم کے ٹکڑے پیوست ہو گئے تھے۔ کوئی نصف گھنٹے بعد جب وہ *Hadassah* ہسپتال میں پہنچی (جہاں اسے آئندہ چھ ہفتے برن یونٹ میں گزارنا تھے) تو جلنے کے باعث آنکھیں سوج چکی تھیں۔ وہ کچھ کھانے یا پینے سے قاصر تھی۔ ایک رپورٹر نے مائیکروفون کے اس کے سامنے کیا:

''آپ کے خیال میں آپ زندہ کیوں بچ گئیں؟''

Marfat.com

اس کا جواب اس کے زندہ بچ جانے جیسا ہی معجزانہ تھا: ''تا کہ خدا کی عظمت کے متعلق بات کرنے کا ایک موقعہ حاصل کرسکوں۔ اس دنیا میں مفاہمت پیدا کرنے کے لیے ہم اس کے آلات ہیں۔''

ریورینڈمس ہیلڈٹ نے بتایا: ''اگر آپ تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہر مذہب نے مختلف ادوار میں اور مختلف وجوہ کی بنا پر خود کو غالب مذہب کے طور پر قائم کرنے کی کوشش کی۔ ابرہام کے اپنا ہونے پر دعویٰ جتانا خود کو معتبر ثابت کرنے کا ایک طریقہ ہی ہے۔'' اس نے کہا کہ ایسا عموماً تاریخ کے اہم موڑوں پر ہوا۔ یہودیوں نے ہیکل ثانی کی تباہی کے بعد ایسا کیا جب انہیں اپنی محو ہوتی ہوئی شناخت کو سہارا دینا تھا۔ عیسائیوں نے چوتھی اور پانچویں صدیوں میں روم کے زوال کے بعد ایسا کیا جب انہیں سیاسی تحفظ حاصل نہ رہا۔ ''یہ سیاسی حالات کی پیدا کردہ ایک نفسیاتی ضرورت ہے۔ آپ اپنا فاتحانہ پن منوانے کے لیے ثقافت کو استعمال کرتے ہیں کیونکہ آپ کی سیاسی طاقت روبہ انحطاط ہوتی ہے۔ آپ دکھانا چاہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ سے وہاں موجود تھے۔ ابرہام یہ ثابت کرنے کا ایک عظیم طریقہ ہے۔''

ابرہام کو سیاسی مقاصد کی خاطر استعمال کرنے کی اس تاریخ کے پیش نظر میں نے کہا، ''کیا آپ کے خیال میں وہ مفاہمت کے لیے ایک اچھا وسیلہ ہے؟''

''میرے خیال میں وہ بہترین وسیلہ ہے۔''

''کیوں؟''

''آپ اس برتن میں جو چاہیں رکھ سکتے ہیں۔ وہ بہت کشادہ ہے۔ شیکسپیئر کو اس سے بہتر ہستی کا خیال نہیں سوجھ سکتا تھا۔ وہ دنیا کی خلا میں نصب شدہ ہے، چنانچہ وہ ہم سب سے پیش تر ہے، وہ ہم سب کے ساتھ ہے۔ اسے خوب صورت، یا یہودی یا عیسائی، یا گورے یا کالے وغیرہ وغیرہ کے طور پر شناخت نہیں کیا گیا، لہٰذا آپ جو بھی چاہیں اس سے منسوب کر سکتے ہیں۔

''نیز وہ اِس پر جلال الوہی تعلق کا حامل ہے، اور ان تمام الوہی وعدوں کا بھی جو تحریک دلاتے ہیں۔ واقعی آپ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ کامل ہے۔''

''تو آپ کی رائے میں بائبل میں ابرہام کے متعلق معلومات کا فقدان ہونے کی وجہ سے ہی

وہ عظیم ہستی ہے؟''

''بالکل۔ اور ہر اچھے سورما کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ کیا آپ ہیملٹ یا ایڈیپس کی بارے میں کوئی واضح تصور رکھتے ہیں؟ نہیں نا! پری کہانیاں عظیم ہیرو مہیا کرتی ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بوڑھے ہیں یا جوان، ان کے بال کالے یا آنکھیں نیلی ہیں۔ اسی لیے ہر کوئی ان سے محبت کرتا ہے۔''

''تو آپ مثلاً کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں کتاب پیدائش کی اصل کہانی تک جانا چاہیے اور وہ ہیرو وہیں پر ملے گا؟''

''کوئی بھی عیسائی پال کے بغیر کتاب پیدائش کی کہانی کو نہیں دیکھ سکتا؛ کوئی بھی یہودی ربیوں کے بغیر اسے نہیں دیکھ سکتا۔''

''اگر آپ کے اور اس ہیرو کے درمیان یہ سب تفاسیر موجود ہیں تو آپ اسے کیسے تلاش کریں گے؟'' میرے ذہن میں اصل سوال یہی تھا، اور میں اس قدر مشتعل ہو چکا تھا کہ اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ہم لائبریری کے دو طویل شیلفوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ایک شیلف کے آخر میں لگے سٹینڈ تک گیا جو ریورینڈ مس ہیلڈٹ سے دس فٹ کے فاصلے پر تھا، اور کہا، ''ٹھیک ہے۔ یہ میں ہوں۔ وہ آپ ہیں۔ اور آپ ابرہام ہیں۔ میرے اور آپ کے درمیان میں یہ سب کتابیں موجود ہیں۔ میں آپ تک کیسے پہنچوں؟ اگر میں یہ سب کتابیں پڑھنا شروع کر دوں تو کوئی دلچسپ کتاب ملنے پر رک جاؤں گا، کچھ دیر وہیں گزاروں گا اور وہیں رہ جاؤں گا۔ ''میں اِن سب کتابوں سے گزر کر واپس ابرہام تک کیسے جا سکتا ہوں؟''

''بہت سادہ طریقہ ہے۔ انہیں ٹھوکر مار دیں،'' مس ہیلڈٹ نے کہا۔

''ٹھوکر مار دوں؟''

''اب آپ انہیں ٹھوکر مار سکتے ہیں کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔''

''مجھے سمجھ نہیں آئی،'' میں واپس اپنی کرسی پر آ بیٹھا۔

''دیکھیں، سب سے پہلے آپ کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ آپ کے اور میرے درمیان یہ سب کتابیں موجود ہیں۔ یہ مان لینا بھی کافی ہے کیونکہ بیشتر لوگوں کو تو ان کا علم ہی نہیں۔ دوم، آپ کو

Marfat.com

اس قسم کی تخصیصی سوچ سے خود کو آزاد کرنا ہوگا۔ یہ کام آپ کبھی نہیں کرتے، لیکن ہر ممکن حد تک کوشش تو کر سکتے ہیں۔ جب یہ کام ہو جائے تو ہم ایک ہوں گے...... آپ یہودی ہیں اور میں عیسائی...... ہم مل بیٹھ کر ابرہام کی ایک تصویر بنائیں گے۔ میں کہوں گی، 'آپ کیا جانتے ہیں؟' آپ مجھ سے یہی بات پوچھیں گے اور ہم کچھ مشترکہ اوصاف تک پہنچیں گے: وہ ایک صحرانشین آدمی ہے۔اور ہم یہیں سے آغاز کرتے ہیں۔''

''اور یہاں سے آغاز کرنے پر ہم ان کتب سے رجوع کرتے ہیں؟''

''یقیناً، آپ اپنی کتابیں لائیں گے اور میں اپنی۔ لیکن ہم ایک دوسرے کی جانب تنقیدی رویہ اپنانے کی کوشش کریں گے۔''

''اور نتیجہ کیا برآمد ہوگا؟''

''ایک دیوقامت شخصیت جو اپنی زندگی میں ہماری توقعات کو باندھے ہوئے ہے، اور جس کے کردار کو ہم اپنا بہترین نمائندہ سمجھتے ہیں۔ یہ خوب صورت ہے۔ اور ایسا ہو سکتا ہے۔'' مس ہیلڈٹ کچھ رکی۔ اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''آئیں اب ایک مسلمان کو ڈھونڈتے ہیں۔ ہم تینوں یہی کام کریں گے، اور ہم دنیا کے مسائل حل کرنے کی راہ پر نکلیں گے۔''

Marfat.com

7

مسلمان

رمضان کے آخری جمعے سے چند روز بعد مَیں یروشلم کے پرانے شہر کے قلب میں ایک مسلم بستی کی ٹیڑی میڑھی گلیوں سے تیز تیز چلتے ہوئے گزرا۔ ہوا دلگیر ہے، اور عمومی احساس اس سے بھی زیادہ دلگیر۔ میں ایک مملوک پل کے نیچے سے جھک کر گزرا اور بہت کم استعمال ہونے والی ایک سرنگ سے ہوتے ہوئے ایک چھوٹے سے پتھر کے زینے پر قدم رکھا۔ الحرم الشریف کا آہنی دروازہ یہاں سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ دو اسرائیلی محافظ دروازے پر پہرہ دے رہے ہیں۔ وہ مجھے شک بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ مغربی لوگ یہاں قدم نہیں رکھتے۔ کوئی عورت ایک دروازے سے باہر نکلی اور فوراً پیچھے ہٹ کر دروازہ بند کر لیا۔

تنگ زینہ طے کر کے میں ایک چھوٹے سے، سفیدی کیے ہوئے دفتر میں داخل ہوا۔ وہاں ایک سبز سکرین والا کمپیوٹر رکھا تھا، فرش پہ ہیٹر، ایک کافی میکر اور متعدد جلدوں پر محیط ''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' پڑا تھا۔ یہ دفتر فلسطینی اتھارٹی کے لیے ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک آرکیالوجی (شعبۂ آثارِ قدیمہ) کے سربراہ اور ڈوم آف دی راک (قبۃ الصخرہ) کے کیوریٹر ڈاکٹر یوسف Nadsheh

Marfat.com

کا تھا۔ ہم نے کچھ دیر گپ شپ کی اور چائے کا کپ پیا۔ اس نے مجھے سارے یروشلم میں ایسے تمام میناروں کا ایک چارٹ دکھایا جن کے اوپر ہلال جیسی اشکال لگی تھیں۔

10:45 پر چوڑے شانوں والا ایک آدمی کسی بزنس مین کی طرح چلتا ہوا اندر آیا اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ والی کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ اس نے انکار کر دیا اور کمرے میں پرے جا بیٹھا۔

شیخ یوسف ابوسنینا الاقصیٰ مسجد کا امام، یروشلم میں نہایت پرجوش اسلامی راہنماؤں میں سے ایک ہے۔ گزشتہ جمعے کو میں نے اس کا جوش انگیز خطبہ سنا تھا۔ اس کے بال کالے اور داڑھی بہت نفاست سے تراشی ہوئی ہے۔ کالی بھنوؤں کے آپس میں ملے کونے دیکھ کر مجھے آیت اللہ خمینی کا خیال آیا، لیکن اس کی آنکھیں نرم خو انداز میں جھریوں والی ہیں۔ وہ نوجوان، صرف 43 برس عمر کا ہے۔ وہ کچھ پریشان بھی ہے۔ یہ کسی غیر مسلم رپورٹر کو اس کا پہلا انٹرویو ہے۔

ڈاکٹر یوسف نے امام کی آمد سے قبل اس کے متعلق بتایا تھا، ''وہ قرآن کے بارے میں علم کی وجہ سے مشہور ہے۔ وہ حافظ ہے اور احادیث سے بھی بخوبی واقف ہے۔'' مجھے پتا چلا کہ حضرت محمدؐ کی وفات کے کئی سو سال بعد اکٹھے کیے گئے ان کے اقوال کو احادیث کہتے ہیں۔ ''وہ بہت خوب صورت عربی بھی بولتا ہے۔ اس نے پانچ سال مدینہ میں گزارے جو اسلامی تعلیم کا مرکز ہے۔''

ابتداً میں ہماری گفتگو بہت رسمی سی تھی۔ میں نے شیخ کا شکریہ ادا کیا کہ اُس نے مجھ سے ملاقات کا وقت نکالا۔ پھر اس کی زندگی کے متعلق چند سوالات کیے۔ اس کے جواب مختصر اور دوٹوک تھے۔ موقعہ آنے پر میں نے اسلام میں حضرت ابراہیمؑ کی اہمیت کے حوالے سے پوچھا۔

وہ دبنگ آواز میں لیکچر دیتے ہوئے بولا، ''ابراہیمؑ ایک مرکزی شخصیت ہیں۔ ان کی اولادیں تمام نسلوں میں ریڑھی کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسلام کے 25 پیغمبروں میں سے 7 ابراہیمؑ کے خاندان سے ہیں۔ اور خود ابراہیمؑ اٹھارہویں پیغمبر ہیں۔ اسلام میں ہر چیز انہی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔''

میں نے پوچھا کہ تمام لوگوں میں سے خدا نے ایک ابراہیمؑ کو ہی کیوں منتخب کیا۔

وہ بولا، ''خدا نے ابراہیمؑ کو صرف منتخب ہی نہیں کیا، بلکہ انہیں آزمائش میں بھی ڈالا۔ بت

Marfat.com

پرست بادشاہ کے ساتھ ابراھیمؑ کے کچھ اختلافات تھے، انہیں اپنی بیوی کے ساتھ بھی مسائل پیش آئے، اولاد پیدا ہونے سے پہلے ہی وہ بوڑھے ہو گئے، خدا نے انہیں اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرنے کو کہا۔ اور ہر مرتبہ انہوں نے خدا کا حکم مانا۔ وہ مکمل طور پر خدا کے اطاعت گزار تھے۔ ہم سب کو انہی کی مثال پر عمل کرنا ہے۔''

میں نے کہا کہ توریت میں ابراھیمؑ ہمیشہ ہی خدا کی اطاعت نہیں کرتے۔ وہ خدا سے گفتگو کرتے، حتیٰ کہ بحث بھی کرتے ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ کیا اس کے خیال میں قرآن بھی ابراھیمؑ کے متعلق یہی بتاتا ہے؟

''ہاں،'' اُس نے کہا اور سورۃ البقرۃ کی ایک آیت کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ حضرت ابراھیمؑ نے خدا سے اس بات کا ثبوت مانگا تھا کہ وہ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ ''اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھلا دے کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے۔ فرمایا: کیا تو ایمان نہیں لایا؟ کہا: کیوں نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کے میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ فرمایا: تو چار پرندے پکڑ لے، پھر انہیں اپنی طرف ہلا لے۔ پھر ان میں سے ایک ایک حصہ ہر ایک پہاڑ پر رکھ دے اور پھر انہیں بلا۔ وہ تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔ اور جان لے کہ اللہ غالب ہے، حکمت والا۔'' (البقرۃ،260)

خدا نے اپنی طاقت دکھائی اور ابراہیم نے یقین کر لیا، چنانچہ ابراہیم نے خدا کی اطاعت دکھائی،'' شیخ ابوسنینا نے کہا۔

''تو کیا ابراھیمؑ مسلمان تھے؟'' میں نے پوچھا۔ یہ میرے ذہن میں کلبلاتے ہوئے چند اہم سوالوں میں سے ایک تھا۔ مسلمانوں کا ابراھیمؑ کو اپنانے کا فیصلہ عیسائیوں کے ابراہیم کو اپنانے سے بھی زیادہ حیرت انگیز تھا۔ اسلام عیسائیت کے پورے چھ سو سال بعد آیا، اس وقت یہودیت کم از کم ایک ہزار پرانی ہو چکی تھی۔ حضرت محمد ﷺ کا عہد ابراھیمؑ سے پچیس سو سال بعد آیا۔ پھر بھی اسلام میں وہی راستہ اختیار کیا گیا جو پال اور ابتدائی عیسائیوں، اور اس سے قبل عزراہ اور ابتدائی یہودیوں نے اپنایا تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے روحانی الہام کو اولین پیغمبر سے منسلک کیا۔ تب اپنے پیش روؤں کی طرح مسلمان بھی عظمت رفتہ میں مسرت لینے لگے اور اس عظمت کو صرف اور صرف

اپنے ماضی سے منسوب کیا۔

''اس کا دارمدار اس بات پر ہے کہ آپ مسلمان سے کیا مراد لیتے ہیں،'' شیخ ابوسنینا نے کہا۔ ''اگر آپ کی رائے میں خدا کی اطاعت کرنے والا ہر شخص مسلمان ہے تو پھر اسلام کا آغاز حضرت آدمؑ سے ہوا اور یہ ابراہیمؑ اور پھر یہودیت وعیسائیت کے تمام پیغمبروں سے ہوتا ہوا آگے بڑھا۔ لیکن اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اسلام، حضرت محمد ﷺ اور تمام تفاسیر کی پیروی کرنے والا شخص مسلمان ہے تو پھر یہ سب بہت بعد کی چیزیں ہیں۔''

''تو آپ کونسی تعریف کو ترجیح دیتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''میری نظر میں ابراہیمؑ نے اللہ کی اطاعت اختیار کی۔ انہوں نے اللہ کا ہر حکم مانا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ میرے جیسے تھے یا نہیں، لیکن میں ان جیسا بننا چاہتا ہوں۔''

مسیح کے بعد ساتویں صدی میں مشرقِ وسطیٰ میں ایک اور مذہب ظہور پذیر ہونے کا تصور یہودیت اور عیسائیت والے بیانات ہی استعمال کرتا اور پھر سیاسی اور مذہبی طاقت کے حوالے سے انہیں بے دخل کرتا ہے۔

آگسٹائن کی موت سے کوئی دو صدیاں بعد جب عیسائیت کا ستارہ عروج کی جانب جا رہا تھا تو مکہ میں ایک نئے پیغمبر نے عربوں کو نجات کی تاریخ میں ان کا مقام دلایا۔ کئی حوالوں سے حضرت محمد ﷺ کا پیغمبر ہونا قرین قیاس نہیں لگتا تھا: وہ تقریباً چالیس برس کے، خوش حال تاجر، اپنے سے بڑی عمر کی خاتون کے شوہر اور اُمی تھے۔ آپ کی زندگی کا انداز کسی انقلابی جیسا نہیں تھا۔

لیکن حضرت محمد ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب میں سفر کے دوران بہت کچھ سیکھا جو متحارب قبائل سے بھرا پڑا تھا۔ زرخیز ہلال کے بیابان قلب میں واقع عرب ویسی ثقافت اور طاقت میں شریک نہیں جو پانی کی متواتر فراہمی کی بدولت میسوپوٹامیا، مصر اور حتیٰ کہ ارضِ موعودہ میں آئی۔ بدو قبائل کے پاس کوئی فاضل زرعی پیداوار تھی اور نہ ہی ایک پیچیدہ معاشرہ یا تہذیب کے لیے کوئی محرک۔ وحدانیت پرستوں کو اپنے اجداد کے بنائے ہوئے بت توڑے دو ہزار سال گزر چکے تھے، لیکن عرب ابھی تک کثرت پرست تھے۔

Marfat.com

لیکن عرب میں تبدیلی آ رہی تھی۔ بین الاقوامی تجارتی راستے اور زیادہ پیچیدہ مالیاتی کاروبار جزیرہ نما میں مزید دولت اور شائستگی لا رہے تھے۔ حضرت محمدؐ کا قبیلہ قریش عرب معاشرے کا سردار تھا۔ بیرونی دنیا کے ساتھ وسیع تر رابطے کی بدولت وحدانیت پرست پیغمبروں کی کہانیاں اب بڑے پیمانے پر گردش کرنے لگی تھیں۔ حضرت محمدؐ کی خوبی اس تبدیلی کو شناخت کرنا اور کام میں لانا تھی۔ انہوں نے ابتدا میں زیادہ سخت حربے استعمال نہ کیے؛ اور نہ ہی کسی خاص نصب العین پر بہت زیادہ زور دیا۔ انہوں نے بس یہ کہانی بیان کی اور نتیجہ اخذ کیا کہ یہ عربوں کے لیے بلوغت پانے کا دور ہے...... غیر زرخیز ہلال کا ایک طرح کا انتقام۔

حضرت محمد ﷺ کی زبان آپ کے وطن پرستانہ پیغام کی کلید تھی: آج مشرق وسطیٰ میں سفر کرنے والا کوئی بھی شخص جانتا ہے کہ عربی ایک خوش لحن، ایک شاعرانہ زبان ہے۔ بالخصوص صحرا میں کچھ عرصہ گزار لینے والے عرب کوئی بھی زبان...... عربی، انگلش، فرانسیسی...... بڑی شان اور جلال سے بولتے ہیں۔ عربی میں بہت سی باتیں ہیں: ان میں سے کوئی بھی چیز ٹھوس نہیں۔ اکثر وبیشتر یہ کسی ریتلے ٹیلے جیسی رواں، ارتقا پاتی ہوئی اور تراشیدہ ہے۔

اور تمام بیانات کے مطابق حضرت محمدؐ کا عربی بولنے کا انداز کہیں زیادہ زوردار اور مسحور کن تھا۔ قرآن کا اثر جاری و ساری رہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کی سورتوں میں استعمال کی گئی شاعرانہ زبان الوہی فصاحت رکھتی ہے۔ اسی خوبی کا جزوی نتیجہ ہے کہ ایک سو سال سے زائد عرصہ تک محققانہ تقطیع نے بائبل کی نسبت قرآن کو بہت کم متاثر کیا ہے۔ متقی مسلمان قرآن کو خدا کا خالص کلام مانتے ہیں اور اسی لیے قرآن سے عقیدت بے مثال ہے۔ قرآن میں صیغہ غائب میں کوئی بیان موجود نہیں۔ 6200 آیات پر مشتمل سارے متن میں خدا براہ راست کلام کرتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کے پیغام کی ایک اور کنجی اس کا سامعین کی جانی پہچانی شخصیات سے لبریز ہونا تھی۔ مسیح، موسیٰ، داؤد اور دیگر شخصیات جزیرہ نما میں آباد یہودی اور عیسائی تاجروں کی وسیع آبادی کے ذریعے کافی مشہور ہو چکی تھیں۔ لیکن بہترین اثرات مرتب کرنے کی خاطر حضرت محمد ﷺ کو اپنا پیغام سامعین کے جانے پہچانے کسی پیغمبر سے منسوب کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ کام کرنے کے لیے آپ ﷺ کو اپنے جیسے کسی شخص کی ضرورت تھی، ایسا شخص جو عرب سے مربوط ہو اور جس نے

Marfat.com

بت پرستوں کی متذبذب آبادی کو وحدانیت کا پیغام دیا ہو۔

آپ ﷺ کو حضرت ابراہیمؑ کی ضرورت تھی۔

قرآن کی 114 میں سے 25 سورتوں میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہے، اور چودہ سورتیں ان کے نام سے منسوب ہیں۔ ابراہیمؑ کے بارے میں غالب پیغام یہ ہے کہ وہ راست باز، خدا کے اطاعت گزار اور بت پرستی کے مخالف تھے۔ جیسا کہ سورۃ 60 میں کہا گیا: ''تمہارے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ان سے بیزار ہیں۔ ہم تمہاری نہیں مانتے اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت اور نفرت پیدا ہو گئی۔''

ایک مرتبہ پھر اسلام کا نقطۂ آغاز واضح طور پر یہودیت اور عیسائیت کے نقطۂ آغاز والا ہے: خدا پر ایمان لاؤ۔ اور ایک انسان اس پیغام کی بہترین تجسیم ہے۔ ہارورڈ کے ماہر اسلامیات بل گراہم نے کہا، ''میرے لیے ابراہیم کی شخصیت اس قدر دلچسپ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم اس کے متعلق تاریخی طور پر کوئی بات نہیں جانتے، لیکن مشرق قریب کی روایت اسے ایک ناقابل تصور، اور حتیٰ کہ غیر دانش مندانہ ایمان کا حامل انسان پیش کرتی ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ تاریخ میں نمایاں کھڑا ہے...... چاہے وہ اسطوریاتی ہو یا حقیقی...... ایک ایسی شبیہ کے طور پر جو کسی نہ کسی طرح تینوں روایات کے تخیل کو اپنی جانب کشش دلاتی ہے۔''

عیسائیت کی طرح اسلام نے بھی خود کو ہر ممکن حد تک وسعت دی۔ بعثت کے ابتدائی برسوں میں حضرت محمد ﷺ نے مکہ میں تبلیغ کرتے ہوئے زور دیا کہ ابراہیمؑ ایمان کا ہمہ گیر پیکر تھے۔ آپؐ نے کہا کہ یہودی، عیسائی اور مسلمان سب اہل الکتاب ہیں جو سب ایک ہی خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ درحقیقت آپؐ کو پوری امید تھی کہ یہودی اور عیسائی آپؐ کی پیروی میں خالص وحدانیت کی جانب واپس جائیں گے۔ سورۃ 29 میں ارشاد ہوا: ''اور جھگڑا نہ کرو اہل کتاب سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو مگر جو اُن میں بے انصاف ہیں۔ اور یوں کہو کہ ہم مانتے ہیں جو اترا ہم کو اور اترا تم کو اور بندگی ہماری اور تمہاری ایک ہی کو ہے اور ہم اسی کے حکم پر چلتے ہیں۔''

حضرت محمد ﷺ اور دیگر مذاہب کے درمیان قربت اس وقت مزید گہری ہو گئی جب قریبی بستی

Marfat.com

یثرب میں آباد قبائل کے ایک گروہ نے آپؐ کو ایک جھگڑے کا فیصلہ کرنے بلایا۔ آپؐ فوراً مان گئے۔ مسیح کی طرح آپؐ نے بھی اپنے سماجی اور روحانی مساوات کے پیغام کے ذریعے مکہ کے سرکردہ لوگوں کے درمیان اختلاف کو تحریک دلائی۔ اس قسم کی نابرابری کے علاوہ شہر میں مقدس مقامات کی سالانہ زیارت کی آمدنی سے فائدہ اٹھانے والے مقامی اشراف جوابی وار کرنے لگے۔ جولائی 622ء میں مکہ سے حضرت محمدؐ کی ہجرت اس قدر اثر انگیز تھی کہ مسلم ہجری کیلنڈر کا آغاز اسی سے کیا گیا۔ مسلمان اپنی تاریخ کا آغاز حضرت محمد ﷺ کی تاریخ پیدائش اور نہ ہی نزول وحی سے کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں وقت کا آغاز اس وقت ہوا جب حضرت محمد ﷺ وطن چھوڑ کر ایک اور سرزمین کی جانب گئے اور اہل ایمان کی ایک برادری قائم کی۔ یہاں خدا کی پکار پر ابراہیمؑ کی روانگی کی بازگشت موجود ہے۔

یثرب (جس کا نام بعدازاں مدینہ ہوگیا) کی بنیاد ایک یہودی بستی کے طور پر رکھی گئی، اور شہر میں دس ہزار یہودی رہتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے یہودی راہنماؤں کے ساتھ قریبی تعلقات قائم کیا، بائبل کے متعلق اپنے علم میں کافی اضافہ کیا اور نئے حلیفوں کی جگہ بنانے کے لیے اپنے نئے مذہب میں ترمیم وتبدیلی کی۔ آپؐ نے ہفتہ عبادت کا دن جمعہ مقرر کیا جب یہودی اپنے سبت کی تیاری کر رہے ہوتے تھے (اس کے برعکس عیسائیوں کا سبت یہودیوں کے سبت سے ٹکراتا تھا)۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے پجاریوں کو یروشلم (بیت المقدس) کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے کو کہا اور اعلان کیا کہ یہودی یومِ کفارہ مسلمانوں کے لیے بھی روزے کا دن ہوگا۔

لیکن یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان پرجوش تعلقات جاری نہ رہے۔ یہودی سیاسی طور پر تو آپ ﷺ کا ساتھ دینے کو تیار تھے، لیکن آپؐ کو پیغمبر تسلیم کرنے پر نہیں۔ یہودیوں کی نظر میں خدا کے الہام کا زمانہ گزر چکا تھا۔ قرآن بتاتا ہے کہ آپؐ یہودیوں کی ہچکچاہٹ سے مایوس ہوئے۔ اس عرصہ کے دوران اترنے والی آیات پر مشتمل سورتیں سابقہ سورتوں کے مقابلے میں کچھ زیادہ سخت گیر ہیں...... بالخصوص یہودیوں اور عیسائیوں کے حوالے سے۔

سورۃ 5 (المائدہ) میں اللہ کا ارشاد ہے: ''اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے، تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر؟'' سورۃ میں آگے چل

Marfat.com

کر اہل الکتاب کو اپنے صحیفے میں موجود مخصوص باتیں چھپانے پر برا بھلا کہا اور عیسائیوں کو ایک دوٹوک پیغام دیا گیا: ''بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا۔'' اقتباس کا آغاز ان آیات پر ہوتا ہے: ''اے کتاب والو آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا کھولتا ہے تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد، کبھی تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا، سو آ چکا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

آہستہ آہستہ ایک افتراق پیدا ہونے لگا: ایک طرف مسلمان اور دوسری طرف یہودی و عیسائی۔ ابتدائی عیسائیت اور یہودیت کے دور میں بھی عین یہی ہوا تھا، جب نئے اہل ایمان نے اپنے خیال میں ہمہ گیر پیغام پیش کیا لیکن پہلے سے موجود اہل ایمان اسے قبول نہ کر پائے۔ ہر دو صورتوں میں نئے مذہب نے اپنی راہ خود بنائی۔

جنوری 624ء میں حضرت محمد ﷺ نے ایک یادگار تبدیلی متعارف کروائی: آپؐ نے مسلمانوں سے کہا کہ اب وہ یروشلم کی بجائے خانۂ کعبہ (مکہ) کی جانب منہ کر کے نماز ادا کیا کریں۔ مکہ قرآن کے مطابق وحدانیت کی جائے پیدائش تھا۔ یوں سمجھ لیں کہ قبل ازیں بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے کا مقصد حضرت محمد ﷺ کے حقیقی ساتھیوں کو آزمانا تھا۔ اب کے بعد مسلمانوں کا قبلہ رسولؐ اللہ کی جائے پیدائش یعنی خانہ کعبہ بن گیا۔

اگرچہ اس تبدیلی نے مذاہب کے درمیان خلیج کو گہرا کیا، لیکن اس نے حضرت ابراہیمؑ کی اہمیت میں کوئی تبدیلی نہ لائی۔ اگر کچھ ہوا تو بس یہ کہ ابراہیمؑ یہودیت اور عیسائیت سے قبل خدا کی اطاعت گزاری کی علامت کے طور پر مسلمانوں کے لیے اور بھی زیادہ اہم بن گئے۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوا: ''اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تو تم پا لو گے راہ راست۔ کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں۔''

یہ عقیدہ صرف حضرت ابراہیمؑ پر ہی نازل نہیں ہوا تھا: ''تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے۔'' (سورۃ البقرہ) یہ الفاظ دیگر

Marfat.com

اسلام حقیقی ہمہ گیر عقیدہ ہے۔

امن پسند مسلمان نشان دہی کرتے ہیں کہ قرآن نے کہیں بھی دیگر مذاہب کے خلاف تشدد کی حمایت نہیں کی اور نہ ہی یہودیوں وعیسائیوں کو مسلمان بننے پر اصرار کیا۔ نیویارک کی مسجد الفرح کے الشیخ فیصل عبدالرؤف نے مجھے بتایا: ''قرآن واضح الفاظ میں کہتا ہے: دین میں کوئی جبر نہیں۔ عقیدہ انفرادی ضمیر کا معاملہ ہے۔ حتیٰ کہ جن مقامات پر غیر مسلم مسلمانوں کے زیر حکومت رہے، وہاں بھی کبھی انہیں مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔''

لیکن بیشتر محققین کو یقین ہے کہ مدینہ میں پیدا ہونے والا افتراق متن سے عیاں ہے۔ جیسا کہ بل گراہم نے کہا، ''اگر آپ قرآن پر غور کریں تو یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے خدا کی پکار کا جواب دینے کے لیے چیلنج بڑھتا جا رہا تھا۔ اور انجام کار کسی نہ کسی واقعے کے بعد انہیں برا بھلا بھی کہا جانے لگا۔ تب آپ اس موقعے پر پہنچتے ہیں جب اہل الکتاب کی جانب سے مخصوص اقدامات کو تادیب کا جواز بنایا جاتا تھا۔''

اس رجحان کی بین ترین مثال آئندہ چند برسوں کے دوران ظاہر ہوئی جب حضرت محمد ﷺ نے اپنی مخالفت اور اہل مکہ کی مدد کرنے والے (شریر) یہودی قبائل کو آہستہ آہستہ مدینہ سے نکال دیا۔ انجام کار، مسلمانوں نے تقریباً 700 یہودیوں کو ہلاک کیا اور ان کے بیوی بچوں کو (عرب دستور کے مطابق) بطور غلام بیچا۔ یہودیت کے ساتھ دیرپا اتحاد کی کوئی بھی امید ختم ہو گئی۔ نئے مسلمان اب اتنے طاقت ور تھے کہ اپنی حفاظت خود کر سکتے۔

طویل کشمکش کے بعد 628ء میں حضرت محمد ﷺ نے مکہ کے قبائلی سرداروں کے ساتھ ایک اتحاد کیا اور بلا مدافعت شہر میں داخل ہوئے۔ 632ء میں وصال سے پہلے آپؐ سارے عرب کو مطیع بنا چکے تھے۔ وحدانیت کو ایک نیا رکن مذہب ملا؛ ابراہیمؑ ایک نئے علاقے میں اپنائے گئے۔

شیخ ابوسنینا کے ساتھ کوئی نصف گھنٹہ گزارنے کے بعد اس کے مزاج میں شگفتگی پیدا ہونے لگی۔ اس نے ابھی تک اپنا کوٹ نہیں اتارا تھا، لیکن بریف کیس ایک طرف رکھ دیا۔ ایک دو مرتبہ اس نے میری بات کاٹ کر کہا کہ وہ ایک دو مزید باتیں کہنا چاہتا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے بھی ایسا

Marfat.com

ہی کیا اور ہم دونوں ہنسے۔ آخر کار وہ اتنا کھل گیا کہ میں نے حج کے متعلق پوچھنا موزوں خیال کیا۔

جب آنحضرتؐ مکہ پہنچے تو مقدس شہر کو بتوں سے پاک کرنے اور نئے مذہب کا مرکز بنانے میں لگ گئے۔ آپؐ نے تمام بت خانے تباہ کیے، اور خانہ کعبہ میں سے بھی تمام بت ختم کر دیے۔ مکہ پشت در پشت زیارت کا مرکز چلا آ رہا تھا۔ ہر رخ سے تقریباً چالیس فٹ پیمائش کا حامل کعبہ تمام جوانب سے ممتاز ترین منزل ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ کعبہ درحقیقت حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا، پھر ابراہیمؑ نے اسے دوبارہ بنایا۔ طوفان نوح کے دوران کعبہ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا جہاں فرشتے اس کے گرد پھڑ پھڑاتے رہتے...... فرشتوں کا یہی منڈلانا حج میں طواف کی روایت کا ماخذ ہے۔ بعد ازاں خانہ کعبہ کو واپس زمین پر لایا گیا اور یہ ریت میں گم گیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ عرب کے دورے پر آئے تو دو سمتوں سے آتی ہوئی ہوا نے خفیہ مقام کی نشاندہی کی۔ ابراہیمؑ قدیم عبادت گاہ کی تعمیر نو میں مصروف ہو گئے جہاں خدا نے کرۂ ارض پر اپنا نقش پا چھوڑا تھا۔ ابراہیمؑ تھک گئے تو اسمٰعیل نے ان کا ہاتھ بٹایا اور ایک بڑا سا پتھر سہارے کے لیے لائے۔ یہ پتھر مقام ابراہیمؑ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ ان کے پاؤں کا نقش اس پر ثبت ہو گیا۔

جب حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی تعمیر مکمل کر لی تو خدا نے انہیں ایک قریبی پہاڑی کی چوٹی پر جانے اور ساری نوع انسانی کو اس مقام کی زیارت کرنے کا حکم دینے کو کہا۔ ان کی آواز اس قدر بلند تھی کہ دنیا بھر میں سنی گئی۔ رسولؐ اللہ نے مسلمانوں کو حج کی ہدایت کر کے حضرت ابراہیمؑ کی ایمان داری کی بازگشت پیش کی۔

حج جلد ہی اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں شمار ہوا اور اس کی بدولت حضرت ابراہیمؑ کو عقیدے میں ایک پائیدار حیثیت بھی حاصل ہو گئی۔ تمام زائرین حج ...... مرد اور عورتیں...... طہارت کرتے، احرام باندھتے اور تسموں کے بغیر سفید پاپوش پہنتے ہیں۔ وہ عظیم مسجد (جہاں کعبہ واقع ہے) میں داخل ہوتے، اس کے گرد سات مرتبہ چکر لگاتے اور پھر مقام ابراہیمؑ پر عبادت کرتے ہیں۔ ہفتہ بھر طویل حج کے دیگر مناسک ادا کرنے کے دوران وہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔ یہ رسم حضرت ہاجرہ کی یادگار ہے جب وہ اسمٰعیل کے لیے پانی کی تلاش میں بے

Marfat.com

تاب ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ زائرین اُس شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں جس نے حضرت ابراہیمؑ کو بیٹا قربان کرنے کے الوہی حکم کے خلاف مائل کرنے کی کوشش کی تھی۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ابرہام یا ابراہیم کافی حد تک ایک ادبی شخصیت تھے، لیکن مسلمانوں کے لیے ایک مرئی شخصیت بن گئے جوان کی زندگیوں کے ایک نہایت متاثر کن تجربے سے مربوط ہیں۔ جب میں نے شیخ ابوسنینا سے پوچھا کہ کعبہ کو دیکھنے پر اسے کیا احساس ہوتا ہے، تو اس نے کہا، ''وہ آپ کو کامل انداز میں تعمیر کیا ہوا لگتا ہے۔ خدا نے اس کی تعمیر میں ابراہیمؑ کی راہنمائی کی۔ انہوں نے ایک ایک پتھر جوڑ کر اسے کامل انداز میں تعمیر کیا۔''

شیخ ابوسنینا نے پانچ مرتبہ حج کیا ہے اور اپنے نام کے ساتھ حاجی کا سابقہ لگانے کا حقدار ٹھہرا۔ ہماری گفتگو کے دوران ڈاکٹر Nadsheh اسے حاجی یوسف کہہ کر مخاطب کرتا رہا۔

امام نے بات جاری رکھی، ''کعبہ کا طواف کرتے وقت آپ کو احساس ہوتا ہے اللہ نے ابراہیمؑ کو آزمایا اور وہ اپنی تمام آزمائشوں میں پورا اترے۔ تب آپ رکتے اور دو نمازیں پڑھتے ہیں۔''

''آپ کو کس قسم کا احساس ہوتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ باہمی ربط کا احساس ہے۔ آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کے اور خدا کے درمیان ایک رابطہ بن گیا ہے۔ ایک روحانی احساس کہ آپ انسان ہیں، لیکن انسان نہیں۔ آپ ایک خصوصی استعداد کے حامل انسان ہیں کیونکہ آپ خدا سے اس قدر نزدیک ہیں۔''

''اور اُس لمحے آپ حضرت ابراہیمؑ سے کیا چاہتے ہیں؟''

''آپ حضرت ابراہیمؑ سے کچھ بھی نہیں چاہتے۔ آپ خدا سے چیزیں طلب کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جتنی بار بھی خدا سے بات کی، اپنے لیے کبھی کچھ نہ مانگا۔ انہوں نے اپنے خاندان کے لیے مانگا۔ وہ اس معاملے میں خودغرض نہیں تھے، چنانچہ ہم بھی بے لوث بننے کی کوشش کرتے ہیں۔''

''کیا آپ روئے؟''

''کچھ لوگ بلند آواز میں روتے ہیں، کیونکہ وہ دکھ زدہ ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ خاموشی سے آنسو بہاتے ہیں۔ کچھ اور لوگ اس لیے روتے ہیں کہ وہ گنہگار ہیں اور ان کے گناہ آشکار ہو جاتے

Marfat.com

ہیں۔ کچھ لوگ خوشی کے مارے رو پڑتے ہیں۔"

"کیا آپ روئے؟"

"بہت بار۔"

"کس قسم کے آنسو؟"

"عبادت کے آنسو۔"

عیسائیت کی طرح اسلام بھی ابتدائی چند عشروں کے دوران بہت تیزی سے پھیلا۔ 632ء میں آنحضرتؐ کے وصال کے بعد ایک سو سال کے اندر اندر خلفائے راشدین اور بنو امیہ کے تحت اسلام سارے عرب، شام، فلسطین، مصر، فارس اور افغانستان بلکہ ہندوستان تک پھیل گیا۔ سکندریہ سے لے کر تیونس تک سارے شمالی افریقہ پہ بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے۔ عیسائیت ہی کی طرح اسلام نے بھی خود کو نقل پذیر، تطابق پذیر اور دور دراز آبادیوں کے لیے بھی باعث تحریک ثابت کیا۔ اسمٰعیل کی زمانوں پہلے وعدہ کی گئی عظیم قوم انجام کار وجود میں آ گئی تھی۔ اسمٰعیل اور اسحٰق کے درمیان طویل عرصہ سے دبی ہوئی رقابت دوبارہ سامنے آنے والی تھی۔

اسلام اس اعتبار سے بھی عیسائیت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے کہ اس نے اپنے قد و قامت اور طاقت میں اضافہ شروع کیا۔ مسلم راہنما زیادہ جارحانہ انداز میں خود کو اپنے وحدانیت پرست پیش رووں سے دور کرنے لگے۔ اسلامی مدراش یعنی تفسیر کو عیسائیوں کی نسبت یہودیوں کی جانب زیادہ سخت گیر خیال کیا جاتا ہے، جس کی بڑی وجہ آنحضرتؐ کے دور کے سیاسی حالات تھے۔ جیسا کہ نویں صدی کے ایک مفسر نے لکھا، مسلمان یہودیوں پر عیسائیوں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اول الذکر نے مدینہ میں آنحضرتؐ کی شدید مخالفت کی تھی: "اگرچہ عیسائی بھی بدصورت ہیں، لیکن ان کے نسبتاً کم مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسرائیلی صرف اسرائیلیوں سے شادی کرتے ہیں، اور ان کی ساری سوچ ان تک ہی محدود رہتی ہے..... چنانچہ وہ اپنی ذہانت، خدوخال یا ہوشیاری کی وجہ سے بھی ممتاز نہیں۔"

ایک مرتبہ پھر اس عمل کی ضمنی پیداوار یہ سامنے آئی کہ نئے مذہب کے مفسرین نے ابراہیمؑ

Marfat.com

سے قربت کا دعویٰ جتاتے ہوئے خود کو اپنے وحدانیت پرست اجداد سے برتر محسوس کیا۔ مثلاً مسلم مفسرین نے تعمیر کعبہ کو ایک نیا رخ دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہی جگہ تھی جہاں خدا کے فرشتے نے ہاجرہ کے لیے ایک چشمہ جاری کیا اور یوں اسمٰعیل کی جان بچائی۔

حضرت ابراہیمؑ پر اس بڑھتی ہوئی جکڑ کی ایک اور زیادہ واضح مثال کا تعلق حضرت محمد ﷺ کے عرش پر جانے سے ہے۔ سورۃ 17 بتاتی ہے کہ خدا حضرت محمد ﷺ کو لے گیا ''مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے۔'' مسلمان مفسرین نے وضاحت کی کہ جب آپؐ کعبہ میں سو رہے تھے تو فرشتہ جبرئیلؑ نے آپ کو بیدار کیا اور کرشماتی گھوڑے براق پہ سوار کروا کر یروشلم لے گئے۔ وہاں آپؐ کی ملاقات ''خلیل اللہ ابراہیمؑ'' کے علاوہ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دیگر پیغمبروں سے بھی ہوئی۔ تب آسمان سے ایک زینہ ظاہر ہوا اور حضرت محمد ﷺ اس کے ذریعے عرش تک گئے۔

آسمان پر آپ کی ملاقات دوبارہ مختلف پیغمبروں، بشمول حضرت موسیٰؑ سے ہوئی۔ ساتویں آسمان پر آپؐ نے پختہ عمر کے ایک آدمی کو بہشت کے دروازے پر بیٹھے دیکھا۔ ''میں نے اپنے ساتھ اس قدر مشابہت رکھنے والا آدمی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور جبرئیل نے کہا: 'یہ آپ کے جدامجد ابراہیمؑ ہیں۔'' اب حضرت محمد ﷺ حضرت ابراہیمؑ کے محض پیروکار نہ رہے، بلکہ ان سے 'مشابہ' بھی بن گئے۔ ان کے درمیان تعلق محض روحانی یا حتیٰ کہ اجدادی بھی نہیں، یہ تعلق جسمانی ہے۔

جانا پہچانا پہیہ دوبارہ گھومنے لگتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو تمام مذاہب کے لیے دستیاب ایک ہمہ گیر شخصیت کی بجائے ایک زیادہ تخصیص شدہ شخصیت میں تبدیل کیا جا رہا ہے جو صرف ایک عقیدے کو پسند کرتے ہیں۔ اسلام نے اپنے سے پہلے کے وحدانیت پرستوں کی جانب وہی نکتۂ نظر اختیار کرنا شروع کیا جو قبل ازیں عیسائیت یہودیوں کے حوالے سے اختیار کر چکی تھی۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ ابراہیمؑ کے اصل دین کو تم نے مسخ کر دیا، چنانچہ خدا کی نظر میں ہم نے تمہاری جگہ لے لی ہے۔

ایک مرتبہ پھر مفسرین کو قرآن میں ایسی آیات مل گئیں جو ان کے نکتۂ نظر کی حمایت کرتی تھیں۔ مثلاً سورۃ 3 میں کہا گیا ہے: ''بے شک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری

Marfat.com

اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب ان کو معلوم ہو چکا آپس میں ضد اور حسد سے......''
مسلمانوں کے لیے اس نوعیت کے پیغام وقت گزرنے پر مزید واضح ہوتے گئے: اسلام عیسائیت اور یہودیت سے برتر نہیں بلکہ پہلے کا ہے۔ درحقیقت اسلام دینِ ابراہیمؑ تھا جسے ان کی اولادوں نے اپنے مقاصد کی خاطر توڑ مروڑ دیا۔ لیکن ایک اور مفہوم میں: پیش تر اس سے کہ حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے، اسلام موجود تھا۔

دسویں صدی میں شروع ہونے اور کئی سو سال تک جاری رہنے والے اسی دور میں اسلام سیاسی اور ثقافتی نقطۂ عروج پر پہنچا اور برصغیر سے لے کر کا کیشیا، وسط ایشیا سے لے کر جنوبی اور وسطی یورپ تک غالب آیا۔ مذاہب کے درمیان متعدد بدیہی تضادات اسی عہد میں متشکل ہوئے، بشمول اس تصور کے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحٰق کی بجائے حضرت اسمٰعیل کو قربان کیا تھا۔ جب میں نے شیخ ابوسنینا سے پوچھا کہ حضرت ابراہیمؑ کونسے بیٹے قربان کرنے کے لیے ساتھ لے کر گئے تو اس نے کہا، ''حضرت اسمٰعیل'' اور پھر تمام دلائل پیش کیے۔

''تو یہ ہے وہ معاملہ جہاں بائبل غلطی پر ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں،'' اس نے کہا۔

یہودیوں اور عیسائیوں پر مسلم برتری انجام کار سیاسی اقلیم میں داخل ہوئی۔ کچھ مقامات پر غیر مسلموں کو الگ تھلگ گروہوں میں محدود کیا گیا؛ وہ گھوڑوں کی بجائے گدھوں پہ سواری کرنے، سواری پر ایک طرف ٹانگیں کر کے بیٹھنے کے پابند تھے؛ اور حتیٰ کہ بارش یا برف باری کے وقت گھر سے باہر نہ نکلنے کے پابند بھی تھے، مبادا ان کی ناپاکی پھیل جائے۔ نویں صدی میں ہی بغداد کے عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنے لباس پر پیلی پٹیاں باندھنے کو کہا گیا؛ بعد ازاں نازیوں نے بھی یہودیوں کی نشاندہی کے لیے پیلے بیج استعمال کیے۔

اسلامی تاریخ کے ماہر برنارڈ لیوس نے لکھا ہے کہ کافروں کے خلاف مسلم تعصب بہت گہرا سہی، لیکن کبھی بھی یہودیوں سے عیسائیوں کی دشمنی کی سطح تک نہ پہنچ سکا۔ ''وہ'' The Jews of Islam'' میں لکھتا ہے: عیسائی یہودیت مخالفت کے برعکس بحیثیت مجموعی غیر مسلموں کی جانب مسلمانوں کا رویہ خوف یا نفرت یا رشک کی بجائے محض تحقیر پر مبنی تھا۔''

بیسویں صدی کے دوران مشرق وسطیٰ میں یورپی نوآبادکاری کے لیے کشمکش، ریاستِ اسرائیل کے ظہور اور امریکی بالادستی نے سوچ کا یہ انداز بدل دیا۔ یہ سیاسی لڑائیاں آہستہ آہستہ مذہبی تبادلۂ خیالات کو متاثر کرنے لگیں، یہاں تک کہ آج یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ابراہیمؑ کے متعلق گفتگو عموماً یروشلم، فلسطین، اسامہ بن لادن، یہودی بستیوں، خودکش حملہ آوروں، عراقی سکول کے بچوں، ایرانی یرغمالیوں، خلیجی جنگ، میڈیا پر یہودی کنٹرول، سعودی شاہی گھرانے، سی آئی اے اور موساد پر اختلاف رائے میں لتھڑ جاتی ہے۔

اور ناگزیر طور پر منشائے ایزدی بھی اس کی زد میں آتی ہے۔

شیخ ابوسنینا کے ساتھ ملاقات سے ایک رات قبل مَیں یروشلم کے ایک ہوٹل میں اپنے فلسطینی دوست سے ملا۔ ہم ایک خستہ حال سیڈان میں بیٹھے مشرقی یروشلم میں اس کی مقامی مسجد کے امام سے ملنے جا رہے تھے۔ مَیں نے اپنے دوست سے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بات چیت کی تھی۔ وہ سیاحوں کا گائیڈ اور ایک شوقیہ ماہرِ آثارِ قدیمہ ہے۔ اس نے مجھے اپنے ایک پڑوسی مذہبی عالم سے ملوانے کی پیش کش کی۔ ''میرا بھائی ہر ہفتے اس کے پاس درس لینے جاتا ہے،'' دوست نے بتایا۔

مسعود الفسد (El Fassed) اپنے روشن کمرے کے چھوٹے سے صوفے پر بارعب عبا پہنے بیٹھا تھا۔ اس کی مختصر سفید داڑھی تھی، اور ٹوپی پر کشیدہ کاری کی ہوئی تھی۔ اس کا انداز گریز پر مبنی سہی، لیکن مہربانہ اور مشفقانہ تھا۔ اسے اپنا پس منظر بتانے کا کوئی شوق نہیں تھا، حالانکہ اس کی انگلش لندن میں گزارے ہوئے برسوں کا پتا دیتی تھی۔ جب میرے دوست اور اس کے بھائی نے سب کو گرم، میٹھے دہی، اخروٹ اور الائچی سے بھرے ہوئے چائے کے کپ پیش کر دیے تو میں کچھ دیر تک اس کا مزہ لیتا رہا۔ مشرقِ وسطیٰ میں مَیں نے اس سے بہتر چیز کبھی نہیں چکھی تھی۔

ہماری گفتگو کا آغاز عام انداز میں ہوا۔ ہم نے بائبل اور قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بیانات، تعمیر کعبہ اور ان کے یروشلم کی جانب سفر پر بات کی۔ لیکن جب قربانی کا موضوع آیا تو امام کے اندازِ گفتگو میں تبدیلی آئی اور وہ کہنے لگا کہ حضرت اسحٰق حضرت اسمٰعیل سے کمتر تھے۔ اس نے کہا کہ بائبل میں پیغمبروں نے بھی یہودیوں کے طرزِ عمل کو مسترد کیا کیونکہ انہوں نے خدا کے کلام کو

Marfat.com

نظر انداز کر دیا تھا۔'' حضرت موسیٰؑ نے یہ بات کہی، حضرت داؤدؑ نے کہی، ملاکی نے کہی۔ ان سب نے کہا کہ اگر یہودیوں نے منشائے خداوندی پر عمل نہ کیا تو ان پر خدا کا قہر نازل ہوگا۔ تمام مسائل کا آغاز حضرت اسحٰق سے ہی ہوا۔''

''تو آپ کی رائے میں خدا حضرت اسمٰعیل کو حضرت اسحٰق پر فوقیت دیتا ہے؟'' میں نے کہا۔

''خدا کسی کو بھی فوقیت نہیں دیتا۔ وہ صرف درست انداز میں اپنی عبادت کرنے والوں کو فوقیت دیتا ہے،'' امام نے کہا۔

''اور حضرت اسمٰعیل کی اولادیں اس کی درست انداز میں عبادت کرتی ہیں؟''

اس نے کہا، ''مسلم قوم کو دیکھیں۔ پوری دنیا پر نظر ڈالیں۔ ہم دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتے اور اس کے علاوہ بھی عبادت کرتے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھیں، وہ مسلمانوں کی طرح خدا کی عبادت نہیں کرتے۔''

''تو غیر درست انداز میں خدا کی عبادت کرنے والی اسحٰق کی اولادوں کا کیا بنے گا؟'' میں نے پوچھا۔

''خدا آپ کو اطاعت گزاری اور الوہی قانون کی پیروی کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ لیکن آپ طاقت کے غرور میں اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔ آپ دنیا بھر میں اپنا پیغام پھیلا سکتے ہیں، آپ لوگوں کے ذہن بدل سکتے ہیں۔ جب خدا تقاضا کرتا ہے تو آپ اس کے الٹ کرتے ہیں۔ آپ بینک، قحبہ خانے، قمار خانے کھولتے ہیں۔ سب بری چیزیں۔ خدا آپ کو کئی مواقع دیتا ہے، لیکن یقیناً ہم جانتے ہیں کہ آپ اس کی پیروی کرنے والے نہیں۔''

اس کی آواز میں جوش پیدا ہو گیا، لیکن جارحیت نہیں تھی: ''اس نے بہت طاقتور لوگ بھیجے، جنہوں نے آپ کو ہلاک کرنے کی خاطر خود کو ہلاک کر لیا۔ یہ ناقابل یقین بات امریکہ میں ہوئی، لیکن اس میں خدا کی مرضی شامل تھی۔''

اس موقعہ پر میں ششدر رہ گیا، لیکن مشتعل نہ ہوا۔ مَیں پرسکون ہی رہا اور اس کی سوچ کا انداز سمجھنے کی کوشش کی۔ مَیں نے کمرے میں نظر ڈالی۔ میرا دوست اپنی کرسی میں نیم دراز تھا، لیکن اس کا بڑا بھائی سیدھا بیٹھا تھا، اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور سر اثبات میں ہل رہا تھا۔ اس نے اپنے

Marfat.com

چار سالہ بیٹے کے کندھے پکڑ رکھے تھے تاکہ اس کا چہرہ امام کی جانب رہے۔ لڑکا سحر زدہ تھا۔

میں نے کہا، ''میں ذرا تسلی کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی بات مجھے صحیح طرح سمجھ آئی ہے یا نہیں۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ اگر میں یہودی ہوں، اور میں ابراہیمؑ، اسحٰق اور یعقوبؑ کی اولاد ہوں اور توریت کے قوانین پر عمل کرتا ہوں تو میں ابراہیمؑ اور خالق کے حقیقی قوانین کا پیروکار نہیں، اور مجھے سزا ملے گی؟''

''بائبل کے مطابق ہاں۔ قرآن کے مطابق ہاں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اسلام کو ناپسند اور مذہب کے خالق کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے دنیا پر اپنے نظریات اور سوچنے کا انداز ٹھونسنے کے ذریعے خدا سے نفرت کا اظہار کیا۔ اب آپ کو خدا کے آخری پیغمبر کی پیروی کرنی چاہیے۔ اور تبھی آپ کو نجات ملے گی۔''

''تو میرا انجام کیا ہوگا؟'' میں نے براہ راست اس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اس نے بھی براہ راست میری جانب دیکھا، ''تم مر جاؤ گے۔''

مجھے کہنے کو کوئی اور بات نہ ملی۔

اس نے بات جاری رکھی، ''خالق کی جانب سے سزا ضرور ملے گی، لیکن یقیناً لوگوں کے ذریعے سے۔ مثلاً ہٹلر کو ہی لیں۔ یہودیوں کے مطابق ہٹلر نے 60 لاکھ لوگوں کو ہلاک کیا۔ میں خود سے پوچھتا رہا، 'ہٹلر کو یہودیوں سے اتنی محبت کیوں تھی کہ انہیں زندہ بھون دیا؟' بائبل کا مطالعہ کرنے پر مجھے اس کی وجہ سمجھ آئی۔ یہودی خالق کی خواہش پر عمل نہیں کرتے۔ وہ اس کے الٹ چلتے ہیں۔''

اب واضح ہو گیا تھا کہ ہماری گفتگو ختم ہو چکی ہے اور میں سوچنے لگا کہ گھر کیسے پہنچوں گا۔ کیا مجھے کچھ حاصل ہوا تھا؟ کیا یہ ایک غلط فہمی تھی؟ یا کیا یہ مشرقی یروشلم میں رات کے کھانے کے بعد کی ہلکی پھلکی گپ شپ تھی؟ مجھے ایک اور سوال پوچھنا تھا۔

میں نے ذکر کیا کہ دنیا میں مختلف عقائد سے وابستہ لوگوں کے درمیان ایک گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ سب لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش میں ہیں۔ ''کیا ایسا ممکن ہے؟''

اس نے جواب دیا، ''ہم مسلمان ہیں، اور یہ ایک مسلم سرزمین ہے۔ اگر آپ ہمارے

Marfat.com

درمیان رہنا چاہتے ہیں تو آپ کا عقیدہ آپ کا معاملہ ہے۔ یہ خدا کا پیغام ہے۔ اسے بائبل میں اور قرآن میں پڑھ لیں۔''

''تو امید کا کوئی پیغام نہیں، حتیٰ کہ ابراہیمؑ کی ذات میں بھی نہیں؟''

''عموماً یہ پیغام ایسے لوگوں کی جانب سے آتا ہے جو خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ ابراہیمؑ ایک ہی مذہب کے بانی ہیں، اور وہ مذہب اسلام ہے۔''

اُس رات مَیں دوست کے ساتھ کار میں بیٹھ کر بحفاظت گھر واپس پہنچ گیا۔ مجھے شاور لینے کی خواہش ہوئی۔ اس ملاقات نے مجھے منتشر اور ملول کر دیا تھا۔ مَیں سب کچھ بھول کر ایسے ظاہر کرنا چاہتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ شخص کون تھا جس نے مجھے اپنے متعلق دو باتیں نہیں بتائیں؟ وہ کوئی مذہبی شخصیت تھا؟ یا کیا وہ ایک سیاسی کارکن تھا؟

میرا ایک صحافی دوست خطے میں مذہب کے متعلق کافی لکھتا رہتا ہے۔ اس نے کہا،''اس سے فرق نہیں پڑتا۔ افسوس ناک سچائی یہ ہے کہ وہ اس وقت اسلام میں مرکزی دھارے کی نمائندگی کر رہا ہے۔ آپ یہودی قوم پرستی کا اسی قسم کا پیغام دینے والے یہودی مل سکتے ہیں، لیکن ان کی تعداد زیادہ نہیں۔ آپ کو خاتمۂ وقت پر یقین رکھنے والے عیسائی مل سکتے ہیں، لیکن ان کی تعداد بھی کم ہے۔ تمہارے امام صاحب بیش تر مسلمانوں (کم از کم یروشلم) کی اکثریت کے نمائندے ہیں۔''

مشرقی یروشلم میں اپنے تجربے کی وجہ سے مَیں نے اگلے روز شیخ ابوسنینا کے ساتھ سیاسی گفتگو میں سیاسی موضوعات چھیڑنے سے قبل کوئی ایک گھنٹہ انتظار کیا۔ شیخ اپنی شعلہ بیانی کی وجہ سے بھی مشہور تھا۔ اگر وہ الاقصیٰ مسجد میں خطبہ جمعۃ الوداع دیتے ہوئے اسلام کی اس تیسری مقدس ترین مقدس مسجد کو اسرائیل کے خلاف استعمال کرنے پر تیار نہ ہوتا اسے یہ اعزاز نہ مل سکتا۔ اس نے ایک حالیہ خطبے میں کہا،''مسلم فلسطین ایک ہے اور اسے تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ فلسطین وقف سرزمین ہے، یعنی مذہبی ٹرسٹ کا حصہ جو دنیا بھر کے مسلمانوں کا ہے۔ کسی کو بھی اس سے دست برداری کا حق نہیں۔ اور ایسا کرنے والا کوئی بھی شخص غدار اور مجرم ہے، اور اس کا انجام جہنم ہوگا۔''

گفتگو کے آخر میں مَیں نے دنیا میں جاری بین المذاہب گفتگو کا ذکر کیا اور پوچھا کہ کیا اس

Marfat.com

کے خیال میں حضرت ابراہیمؑ ایک متحد کرنے والی شخصیت تھے یا نفاق پیدا کرنے والی۔

''اگر مسلمان، یہودی اور عیسائی قرآن کی ہدایات پر عمل کریں تو حضرت ابراہیمؑ متحد کرنے والی شخصیت بن سکتے ہیں،'' شیخ صاحب نے کہا، اور مجھے لگا کہ ہم پچھلی رات والی راہ پر ہی چل نکلے تھے۔ ''لیکن اگر یہودی اور عیسائی حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بائبل میں لکھی باتوں پر ہی عمل کر لیں تو تب بھی ہم اتحاد و یگانگت حاصل کر سکتے ہیں۔''

یہ ایک نیا تصور تھا۔ ''لیکن ہمارے دو مختلف صحائف ہیں،'' مَیں نے کہا۔

''لیکن بنیادی اصول ایک ہی ہے۔ آپ کا دل سچا ہے، آپ ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری راہیں مختلف ہوں، لیکن منزل ایک ہے۔''

یہ بات اپنے کشادہ پن میں اس قدر اچانک تھی کہ شروع میں مجھے اس پر یقین ہی نہ آیا۔ میں نے ذکر کیا کہ پچھلے جمعے کو جب وہ تقریر کر رہا تھا میں الاقصیٰ کے قریب ایک پہاڑی پہ کھڑا تھا۔ مجھے یہودی اور مسلمان عبادت کرتے دکھائی دے رہے تھے اور گرجا گھروں میں گھنٹے بج رہے تھے۔ ''اور ہر شخص دوسروں کی آواز سن سکتا تھا۔''

وہ ہنس دیا۔ ''آپ کا سوال کیا ہے؟''

''کیا وہ تفرقہ کی آواز تھی یا امن کی؟''

''بطور مسلمان ہمیں عبادت کرنے، اسلام کے مطابق ایمان رکھنے کا حکم ہے، اور اللہ نے ہمیں واضح حکم دیا ہے کہ دیگر عقائد رکھنے والے گروہوں کے خلاف احتجاج کریں۔ ہم اسلام کو پھیلانا، جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں جنگ کرنا ہوگی۔ ساری تاریخ اور موجودہ دور کی عام غلط فہمی کے برعکس جہاد کا مطلب محض لوگوں سے لڑنا نہیں، اس کا مطلب لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا ہے۔ لیکن یہ کام پرامن طریقے سے کیا جا سکتا ہے۔''

''میں اس بات پر یقین کرنا چاہوں گا۔ لیکن لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ میں نیویارک میں رہتا ہوں،'' مَیں نے کہا۔

''صورت حال بہت مشکل ہے۔ فلسطینی معاشرے میں مسائل موجود ہیں۔ لوگوں کو الاقصیٰ آنے کے حق سے محروم کیا گیا ہے۔ قید میں پڑے یا ہلاک ہونے والے لوگوں کو ہر خاندان جانتا

ہے۔ یہ سیاسی غلبہ مذہبی رواداری کے لیے خطرہ ہے۔ چنانچہ مذہب اور سیاست مل گئے ہیں۔''

''تو صورت حال کا جائزہ لینے پر مجھے اداس ہونا چاہیے یا فکرمند؟ یا مجھے یہ محسوس کرنا چاہیے کہ مستقبل میں روح ابراہیمؑ کو غلبہ حاصل ہوگا؟''

''آپ کو اداسی محسوس ہونی چاہیے۔ نہ صرف مسلم دنیا بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے بھی،'' امام نے جواب دیا۔

ہم دونوں نے سر ہلائے۔

اُس نے بات جاری رکھی، ''لیکن اِس اداسی کے باوجود لوگوں کو برداشت کرنا ہوگا۔ ہم قربانی دیں گے۔ ہم سب کے لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔ فلسطینیوں اور اسرائیلیوں، عیسائیوں یا یہودیوں، امریکیوں اور ساری دنیا کے لوگوں کے ساتھ ایک سا معاملہ ہے۔ ہمیں کوئی راہ تلاش کرنا ہوگی۔''

ساری گفتگو کے دوران پہلی مرتبہ امام مجھے دفاعی انداز سے الگ ہوتا محسوس ہوا۔ اب وہ اپنی کرسی کے کنارے پر بیٹھا تھا۔ اس کے بازو پھیلے اور ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ آنکھیں دہک رہی تھیں۔ وہ ایک مبلغ، ایک راہنما تھا۔

میں نے جواب دینے کے لیے اپنی آواز بلند کی۔ میں بھی اپنی کرسی کے کنارے پر کھسک آیا اور اپنی بازو پھیلا لیں۔ مَیں نے کہا، ''تو مَیں آپ کو ایک مائیکروفون دیتا ہوں۔ آپ ساری دنیا سے بات کر سکتے ہیں۔ اور مَیں آپ سے حضرت ابراہیمؑ پر بات کرنے کا کہتا ہوں۔ تب آپ کیا پیغام دیں گے؟''

ہم دونوں عین روبہ رو تھے۔ ہمارے درمیان فاصلہ ختم ہوگیا۔ اس نے کہنا شروع کیا، ''حضرت ابراہیمؑ ایک صاحب ایمان شخص تھے۔ انہوں نے خدا کی عبادت کی اور اس کے شکر گزار رہے۔ انہوں نے وحدانیت کی بنیاد رکھی۔ وہ اعلیٰ اقدار کے مالک تھے۔ اگر سب لوگ...... نہ کہ صرف مسلمان، عیسائی، یہودی...... حضرت ابراہیمؑ کی بتائی ہوئی درست راہ اپنا لیں تو مجھے یقین ہے کہ زندگی بہتر ہو جائے گی۔ لیکن ہم ایسا نہیں کر رہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ لوگ اپنی روزمرہ زندگیاں گزار رہے ہیں جو سچائی، ایمان داری اور ابراہیمؑ سے بہت دور ہیں۔ اگر ہم متنازع تفصیلات سے ماورا ہو کر دیکھیں اور ابراہیمؑ کے بتائے ہوئے اصولوں...... سچائی،

Marfat.com

اخلاقیات اور بقائے باہمی...... پر عمل کریں تو ہمارے زیادہ تر مسائل دور ہو جائیں گے۔''

اس نے ہاتھوں کو زوردار انداز میں لہرا کر بات مکمل کی اور فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ میں بھی اٹھا اور ہم نے ہاتھ ملائے۔ مجھے خواہش ہوئی کہ اسے گلے لگا لوں، لیکن ایسا نہ کر پایا۔ قرآن اور بے شمار احادیث کے حافظ الاقصیٰ مسجد کے امام نے کہا تھا کہ ہم تفصیلات سے بالاتر ہو کر بنیادی اصولوں پر توجہ مرکوز کر سکتے تھے۔ یہ بات اسے گلے لگانے کے لیے کافی تھی۔

چند منٹ بعد مَیں گلی میں اکیلا کھڑا تھا۔ محافظ چلے گئے تھے۔ بارش تھم چکی تھی۔ سورج بادلوں میں سے جھانک رہا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کروں۔ ایک بار سوچا کہ میڈیا کو الرٹ کر دوں اور سب کو بتاؤں کہ مَیں نے کیا سنا تھا: ''**الاقصی مسجد کے شعلہ بیان امام کا باھمی مفاھمت پر خطبہ: تفصیلات کو نظر انداز کر دیں، اور ابراهیمؑ کو گلے لگائیں.**'' پھر سوچا کہ امن مذاکرات کی کال دیدوں۔

لیکن میں اس بات پر یقین کرنے کا زیادہ خواہش مند تھا۔

چنانچہ میں نے اپنا بیک پیک اٹھایا اور الحرم الشریف سے مخالف سمت میں چل دیا۔

Marfat.com

خونِ ابراهیم

Marfat.com

Marfat.com

8

میراث

یروشلم سے جنوب میں بیر سبع (Beer-sheba) تک جانے والی بلند پہاڑی سڑک کسی دور میں ''شاہراہِ اجداد'' (Patriarchs' Road) کہلاتی تھی، کیونکہ بائبلی اجداد اسی کے ذریعے گلیلی سے نیگب (Negev) گئے تھے۔ ابرہام نے ارض موعودہ جانے کے لیے یہ راستہ استعمال کیا، سکم سے بیت ایل اور نیچے مصر تک۔ حال ہی میں اسے ''ٹنل روڈ'' بھی کہا جانے لگا ہے کیونکہ اسرائیل کی دو طویل ترین سرنگیں اسی راستے پر واقع ہیں۔ آج کل اسے ''بلڈ روڈ'' (شاہراہِ خون) کہتے ہیں، کیونکہ یہ مقابل پہاڑیوں پر قابض اسرائیلی اور فلسطینی لڑاکوں کا مرکزی ہدف ہے۔

مَیں ایک جمعرات کی روشن صبح کو حبرون کی جانب روانہ ہوا جو کرۂ ارض کے نہایت ہلاکت آور شہروں میں سے ایک ہے، مسلم یہودی جنگ و جدل کا مرکزہ، اور ایسی جگہ جہاں مفاہمت کی صداہائے بازگشت اور غالباً ٹمٹماہٹ بھی موجود ہے۔ تینوں مذاہب کا اتفاق ہے کہ ابرہام یا ابراہیمؑ نے یہاں زمین خریدی، سارہ کو یہاں دفن کیا اور خود بھی یہاں دفن ہوئے۔ ان کی غار نما قبور پر بنائی گئی ایک عمارت دو ہزار سال قبل ابرہام اور سارہ کی یادگاروں پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ اسحٰق،

ربقہ، یعقوب اور لیاہ (Leah) کی یادگاریں بھی تھیں۔ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں نے کئی پشتوں تک اس مقام پر قبضہ جمانے کے لیے جدوجہد کی ہے۔

کچھ اس کی خاطر لڑنے مرنے پر تیار رہے۔ یروشلم سے کوئی پچیس میل جنوب میں حبرون طویل عرصہ سے بقائے باہمی کا معیار تھا؛ یہودی اور مسلمان صدیوں تک پرامن انداز میں یہاں رہتے اور مقابر میں اکٹھے عبادت کرتے رہے (البتہ یہودیوں کو عمارت سے باہر ساتویں سیڑھی تک ہی آنے کی اجازت تھی، اندر داخل ہونے کی نہیں)۔ عربی میں قصبے کا نام الخلیل یعنی دوست ہے۔ قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر اسی نام سے آیا۔ عبرانی میں اس کا نام ہیوران ہے، جو haver یعنی دوست سے مشتق ہے۔

لیکن گزشتہ صدی سے یہ قصبہ تعصبیت کی علامت بنا ہوا ہے۔ 1929ء میں فسادات اور پھر کئی عشروں تک جھڑپوں، 94ء کے قتل عام اور چاروں پہر کمیں گاہوں سے فائرنگ، خفیہ بم دھماکوں اور اندھادھند فائرنگ نے ابراہیمؑ کی آخری آرام گاہ کو خون ریزی، فساد اور افراتفری کا مرکز بنا دیا ہے۔ کافی وسیع علاقے میں صورت حال اور بھی خراب ہے۔ میرے وہاں جانے سے صرف ایک رات قبل اسرائیلی فوج نے شہر میں ایک فلسطینی گھر پر حملہ کیا۔ ایک مشتبہ اسلامی عسکریت پسند رات کے اندھیرے میں فرار ہو گیا، اور سپاہیوں نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ کہانی اس قدر معمول کے مطابق تھی کہ اخبارات کے پہلے صفحے پر جگہ نہ پا سکی۔

''کیا تم پریشان ہو؟'' میں نے اپنے فلسطینی دوست ناصر سے پوچھا جو یروشلم کا باسی اور ٹیکسی ڈرائیور ہے۔ وہ مجھے حبرون سے جنوب کی طرف ایک گھنٹے کے سفر پر لیجانے اور واپس لانے کو تیار ہوا تھا۔ اس کی عمر اٹھائیس انتیس سال اور ناک خمیدہ تھی۔ وہ پرسکون اور حتیٰ کہ کم گو تھا۔ اس نے مجھے کار میں بٹھایا اور چند منٹ بعد ہی پہلی سرنگ کی جانب مڑا۔

اس نے کہا، ''نہیں۔ دراصل زیادہ تر مسلمان پریشانی محسوس کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں مرنے یا گولی کھانے جا رہا ہوں۔ یہ میرا مقدر ہے۔ اگر خدا چاہتا ہے کہ اس لمحے میں مر جاؤں۔ چاہے میں گھر میں بھی بیٹھا ہوں، تب بھی موت آ جائے گی۔ چنانچہ میں خطرناک جگہوں پر جانے سے کیوں ڈروں؟ یہی چیز خودکش حملہ آوروں کو حوصلہ دیتی ہے۔ وہ اسے اپنا مقدر مانتے ہیں۔''

Marfat.com

''تو تمہارے کے پاس کوئی دوسری راہ نہیں؟''

''بالکل۔ اسلام میں تین چیزیں ایسی ہیں جن پر آپ کا کوئی اختیار نہیں: دولت، شادی اور موت۔ ان تینوں چیزوں کا اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے۔''

شاید اس نے مجھے تسلی دینے کی خاطر مزید کہا، ''اور وہ ٹیکسیوں پر فائرنگ نہیں کرتے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ٹیکسیاں فلسطینی لوگ چلاتے ہیں۔ وہ عموماً اُن کاروں کونشانہ بناتے ہیں جن میں یہودی بیٹھے ہوں۔''

اس کے الفاظ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ سڑک خالی اور نہایت ہولناک تھی۔ دونوں سرنگوں کے درمیان پل کی دونوں طرف بتیس فٹ بلند کنکریٹ کی رکاوٹیں کھڑی کی گئی تھیں تاکہ کاروں کا تحفظ دیا جا سکے۔ سرمئی سلیں M-5-00 پمپ گنز کی گولیوں سے جا بجا داغ دار تھیں۔ اوپر مشرق کی طرف ریت کے رنگ کی چٹانی پہاڑیوں (جہاں زیتون کے درخت اور انگورستان تھے) پر بنے مکانات سے سڑک بالکل صاف دکھائی دیتی تھی۔ ''وہ عام طور پر نامکمل عمارتوں سے فائر کرتے ہیں،'' ناصر نے فلسطینیوں کے بارے میں بتایا۔

کوئی بیس منٹ بعد ہم ایک چیک پوائنٹ پر پہنچے: ''اس میں تھوڑی دیر لگے گی،'' اس نے کہا۔ اسرائیلی سپاہیوں نے کار کی تلاشی لی، چیسس کے نیچے ایک آئینہ رکھ کر دیکھا، ہمارے کاغذات مانگے اور کافی درشت رویہ اپنایا۔ چند منٹ بعد انہوں نے ہمیں جانے کی اجازت دیدی۔
لیکن یہ مرحلہ ختم نہیں ہوا تھا۔ اگلے پینتالیس منٹ کے دوران ہمیں پانچ مزید چیک پوائنٹس کو برداشت کرنا پڑا۔ کچھ سے فوراً خلاصی ہوگئی اور کچھ پر دیر لگی۔ چند ایک چوکیوں پر مشین گنوں کے علاوہ ٹینک بھی موجود تھے۔ ایک حوصلہ شکن افسردگی نے مجھ میں گھر کر لیا، صرف سورج اور نیلا آسمان کچھ حوصلہ دے رہا تھا۔ تناؤ اور روشن نیلے آسمان کی ساتھ ساتھ موجودگی نے مجھے گیارہ ستمبر کے روز نیویارک کی یاد دلادی۔ متعدد چوکیوں پر سپاہیوں نے پوچھا کہ میں کہاں سے آیا ہوں، اور پھر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

جب ہم پتھریلی پہاڑیوں اور وادیوں میں سے گزر رہے تھے تو مَیں نے کہا، ''سو اگر خدا نے ہماری زندگی اور موت کا تعین کر دیا ہے تو ایک خودکش حملہ آور کیوں نہ بنا جائے؟''

''خودکش حملہ آور شہید بننا چاہتے ہیں۔ وہ بہت متقی مسلمان ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ یوں انہیں جنت میں اعلیٰ درجات ملیں گے۔ میں سویلینز کو مارنے کے بالکل خلاف ہوں۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے سپاہیوں کو سب سے پہلے حکم یہ دیا تھا کہ 'کسی عورت، بچے اور بوڑھے پر ہاتھ نہیں اٹھانا اور نہ ہی کوئی سرسبز درخت کاٹنا ہے۔' لیکن اب امام کہتے ہیں کہ ہم ایک مختلف صورت حال میں ہیں۔ ہمارے پاس اپنے دفاع کے لیے کوئی ہتھیار نہیں، اس لیے ہلاک کرنا واحد زاہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ چیز اسلام کے فائدے میں ہے،'' ناصر نے کہا۔

ابرہام کے لیے میری جستجو کا نہایت حیرت انگیز پہلو شاید اس سب کچھ کا میری توقعات سے بالکل مختلف ثابت ہونا تھا۔ یقیناً پہلا دھچکا یہ معلوم ہونا تھا کہ کوئی واحد ابرہام نہیں بلکہ ہزاروں مقابل ابرہام موجود ہیں۔ لیکن اس سے بھی بڑی حیرت یہ دریافت تھی کہ جن مذہبی راہنماؤں سے میری بات ہوئی ان میں سے کوئی بھی تشویش کا شکار یا متفکر نہیں تھا۔ اکا دکا مستثنیات کو چھوڑ کر یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ساتھ ابرہام کے متعلق میری ہر گفتگو کا اختتام ان حریف ابراہموں کو متوازن کر کے ایک قابل عمل لائحۂ عمل پیش کرنے پر ہوا۔

واضح طور پر ابرہام نے مذاہب میں پیدا ہونے خرابی کے لیے ایک نقشہ مہیا کیا۔ کیا وہ اسے درست کرنے کے لیے بھی ایک نقشہ فراہم کر سکتا تھا؟

دنیا میں کوئی چیز بڑے واضح انداز میں جاری تھی۔ لیکن کیا؟

میرا سفر آخری مرحلے میں تھا۔

صرف ایک صدی قبل یہ تصور محال لگتا تھا کہ وحدانیت پرست مذاہب برابری کی سطح پر، ایک دوسرے کو تباہ یا ذلیل کرنے کی کوشش کیے بغیر باہم مربوط ہو سکتے ہیں۔ مشترکہ مثالی نمونوں کے متعلق ان کے درمیان گفتگو واقع ہونے کا خیال محض ایک خیال ہی تھا۔ انیسویں صدی کے آخر میں تین وحدانیت پرستانہ مذاہب کے درمیان جدوجہد کسی حل پر منتج ہوتی لگتی تھی...... اور یہ صورت حال برابری کی نہیں تھی۔

یہودیت ایک ناچیز مذہب تھا جس کے پاس کوئی وطن اور تقریباً کوئی بھی سیاسی حوالہ نہیں تھا۔

Marfat.com

ربیوں نے کہا کہ یہودی اب بھی خدا کے منتخب بندے ہیں؛ خدا کے سخت قوانین کی پیروی صرف وہی کریں گے؛ لیکن انہوں نے جزوی طور پر ایسا اس لیے کیا کہ خدا ان کے ذریعے ساری انسانیت کو برکت دے، جیسا کہ ابرہام کے ذریعے دی تھی۔ یہ عقیدہ چاہے دیکھنے میں کتنا ہی ناگوار لگے، لیکن یہ دوسروں کی جانب کہیں کم جارحانہ ثابت ہوا۔

دریں اثنا اسلام بھی فاتحانہ غلبہ پانے کے معاملے میں پیچھے رہ گیا تھا۔ اسلام نے کبھی بھی یہودیت اور عیسائیت کا قلع قمع کرنے کی کوشش نہیں کی؛ لیکن اسلامی ریاستوں نے دنیا کو فتح کرنے اور اپنی مذہبی حکومت تشکیل دینے کی والہانہ کوشش کی۔ قرونِ وسطیٰ میں اس کوشش نے عیسائی دنیا اور اسلام کے درمیان ایک لڑائی چھیڑی۔ یہ دونوں مہیب طاقتیں سیاسی مقاصد رکھتی تھیں۔ اسلام تقریباً فتح مند ہوا اور 1529ء میں ویانا کے پھاٹکوں تک جا پہنچا۔ انیسویں صدی کے اختتام پر اسلام واپس صحراؤں میں پسپا ہو چکا تھا۔

اس دوران عیسائیت کا ستارہ بلند ہو رہا تھا جس کی جزوی وجہ اس کا جدید دنیا کے ساتھ تطابق اختیار کر لینا تھی۔ اسلام شاید عیسائیت پر اپنے حملے میں ناکام ہو جاتا، لیکن مارٹن لوتھر نہ ہوا۔ نشاۃ ثانیہ کے آخر میں عہد اصلاح نے الوہی نجات پر کلیسیا کے خصوصی استحقاق کو زائل کرنے کا طویل عمل شروع کیا۔ روشن خیالی کے عہد نے اس تسلیم کو اور بھی آگے پہنچایا اور زیادہ تر مغربی یورپ اور امریکہ نے مذہبی تحمل والے سیکولر، جمہوری سیاسی اداروں کو کم از کم برائے نام اپنے دل میں ضرورت جگہ دی۔

نیز، منتشر ہوتی ہوئی سیاسی طاقت کے ساتھ بھی عیسائیت اٹھارہویں اور انیسویں صدیوں میں بطور مذہب پہلے کی نسبت کہیں زیادہ طاقت ور لگتی تھی۔ عیسائیوں نے یورپ پر غلبہ پایا اور استعماریت کے ذریعے اپنا ثقافتی اثر ورسوخ شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، زیادہ تر افریقہ اور ایشیا و مشرق وسطیٰ کے کچھ حصوں تک پہنچا دیا۔ سابقہ ہزاریے کی مذہبی جنگوں کے حوالے سے دیکھنے پر عیسائیت فتح مند نظر آتی تھی۔

بیسویں صدی نے اس خیال خام کو زائل کر دیا۔ دو عالمی جنگوں، نوآبادیاتی نظام کے خاتمے اور دنیا بھر میں ثقافتی اظہارِ ذات نے اس حوالے سے تمام خوابوں کا شیرازہ بکھیر دیا کہ عیسائیت

Marfat.com

ہمیشہ کے لیے نجات کو اپنے کنٹرول میں رکھ سکتی تھی۔ دیگر مذاہب نے جوابی دھاوا بولا۔ ساری دنیا میں صعوبت زدہ اور وسطی یورپ میں تقریباً نابود ہو چکی یہودیت نے اپنے روحانی قلب یروشلم کے علاوہ ابرہام سے وعدہ کی گئی زیادہ تر سرزمین پر بھی دوبارہ قبضہ حاصل کر لیا جو انیس صدیوں سے ان کے زیر اختیار نہیں تھی۔

اسلام کو بھی سرفرازی ملی۔ مغرب کو اسلامی دنیا کی نسبت کہیں زیادہ طاقت فراہم کرنے والا جدیدیت کا انجن مشرق وسطیٰ کا تیل باہر لانے کے لیے چلنے لگا۔ زرخیز ہلال سے شروع ہونے والی اور صحرا کو تقریباً چھوڑ چکی تہذیب کو اچانک اپنی بقا کے لیے دوبارہ صحرا کی ضرورت پڑی۔ حتیٰ کہ زراعت کا دارومدار صحراؤں کے پھل پر ہو گیا۔ یہ اچانک موڑ مشرق وسطیٰ میں نئی طاقت لایا اور نوزائیدہ اسلامی حکومتوں...... ایران، عراق، سعودی عربیہ...... کو یورپی سامراجیت سے چھٹکارا پانے کی تحریک دلائی۔ شمالی افریقہ سے لے کر جنوب مشرقی ایشیا تک اسلام کو اپنی طاقت کی ایک وسیع بنیاد دوبارہ حاصل ہو گئی۔

اکیسویں صدی کے آغاز میں یہ خیال گزشتہ دو ہزار سال اور شاید ہمیشہ کی نسبت کہیں زیادہ مہلک بن گیا کہ صرف ایک مذہب دیگر تمام مذاہب کا خاتمہ کر دے گا۔ خدا کے نام پر جنگ غیر فیصلہ کن صورت حال سے دوچار ہوئی۔ ایک نئی قسم کا مذہبی تال میل ضروری تھا جس میں نہ صرف تلواریں، ہل کے پھالے اور فتح کا تصور بلکہ گفتگو، ربط باہم اور مل جل کر رہنے کا تصور بھی ملوث ہو۔ جیسا کہ Yale کے ریورینڈ ڈاکٹر رچرڈ ووڈ نے کہا، ''کم از کم دینیاتی حلقوں میں واقعہ یہ ہوا کہ غلبہ پانے کا تصور مر گیا۔ لوگ اب یہ سوال بھی نہیں کرتے۔ یقیناً کچھ ایک لوگوں کو ابھی تک سمجھ نہیں آئی۔ لیکن وہ بھی سمجھ جائیں گے۔''

حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے چودہ سو برس بعد اور عیسائیت کی ابتدا کو دو ہزار سال، جبکہ یہودیت کو شروع ہوئے پچیس سو سال اور ابرہام کو جنم لیے چار ہزار سال گزر جانے کے بعد تینوں وحدانیت پرست مذاہب ایک کشادہ اور مساوی غور و فکر کی جانب مائل ہونے لگے ہیں۔ اس صورت حال نے عقائد کو ایک نئے سوال سے دوچار کیا: کیا آل ابراہیمؑ مل جل کر رہ سکتی ہے؟

Marfat.com

چھ چوکیاں اور تقریباً ایک گھنٹہ طویل سفر طے کرنے کے بعد ناصر اور مَیں قبریت اربع (Kiryat Arba) کے بڑے پیلے رنگ کے دھاتی پھاٹک پر پہنچے۔ یہ فلسطینیوں کے زیرِ اختیار حبرون سے صرف ایک پہاڑی اوپر ایک محصور یہودی بستی ہے۔ قبریت اربع کی آبادی تقریباً چھ ہزار ہے اور حبرون خاص کی آبادی اندازاً ایک لاکھ۔ نتیجتاً قبریت اربع سارے مغربی کنارے میں سب سے زیادہ کڑے پہرے والی چوکیوں میں سے ایک ہے۔

سرخ بالوں، M-16 رائفل اور کسی کرائے کے قاتل جیسی شکل والا ایک اسرائیلی ہماری کار کے قریب آیا۔ ناصر نے شیشہ نیچے کیا، اور اس آدمی نے ہمارے شناختی کاغذات مانگے۔ اس کی انگلی ٹرائیگر پر ہلکا سا دباؤ ڈال رہی تھی۔ ناصر نے اپنے اسرائیلی کاغذات دکھائے اور خود کو فلسطینی بتایا۔ اسرائیلی اہل کار نے مجھ پر نظر ڈالی اور انہیں فوراً ناصر کی گود میں واپس پھینکتے ہوئے کہا، ''جاؤ!'' اس نے اپنی رائفل سے سڑک کی جانب اشارہ کیا۔ ''میرے ساتھ ایک امریکی ہے'' ناصر نے کہا۔ اہل کار اپنی چوکی کی جانب واپس چل پڑا تھا۔

ناصر اپنی کار سے نکلا اور اس کے پیچھے گیا، لیکن اہل کار غصے میں آ گیا اور اسے اپنی رائفل کی نالی سے پیچھے دھکیلتے ہوئے بولا، ''جاؤ!... جاؤ!''

اسرائیلی رہائشیوں کی ایک چھوٹی سی وَین آئی۔ میں باہر نکلا اور مقبرے کی زیارت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ ڈرائیور نے مجھے اپنے ساتھ قصبے تک چلنے کو کہا اور ناصر وہیں انتظار کرنے پر رضامند ہو گیا۔ مَیں وَین کی پچھلی طرف سے سوار ہوا اور طلبا اور ایک بوڑھی خاتون کے ساتھ جا بیٹھا۔ آخرکار پیلا پھاٹک کھل گیا۔

ایک پہاڑی کے پہلو میں تعمیر کردہ قبریت اربع نہایت خوب صورت تھا۔ گلیاں صاف ستھری، باغیچوں والی تھیں۔ بہشت کے پرندے اور بوگن ویلیا کے پودے ہر قدیم اور جدید عمارت پر دکھائی دے رہے تھے۔ ایک بوڑھا شخص چھوٹے سے نسواری کتے کے ہمراہ ٹہل رہا تھا۔ دو عورتیں بچوں کو پرام میں بٹھائے جا رہی تھیں۔ یہ سب کچھ بہت خوشگوار لگتا تھا، بشرطیکہ آپ خاردار تاروں اور ٹین باڑوں پر نظر نہ ڈالتے۔

ڈرائیور نے وَین پارک کی اور مجھے ایک پولیس بیورو کے اندر لے گیا جہاں چند آدمیوں نے

مل کر فیصلہ کیا کہ میرا کیا کیا جائے۔ انہوں نے آپس میں بات چیت کی، اپنے موبائل کھولے اور نیچی آواز میں بات کرتے رہے۔ آخرکار انہوں نے فیصلہ کیا کہ مَیں بینک کے قریب جا کر کھڑا ہو جاؤں اور بس یا ٹرام کا انتظار کروں جو مجھے اجداد کے مقبرے تک لے جائے گی۔ انہوں نے کہا، ''آپ کو دس منٹ سے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔'' مَیں نے کہا، 'لیکن مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ کونسی ٹرام، کونسی بس؟'' وہ بولے: ''فکر نہ کریں۔ یہاں صرف یہودی لوگ ہیں۔'' ایک مرتبہ پھر ان کے الفاظ کا مقصد تسلی دینا لگتا تھا۔

نیچے بینک کے قریب چند عورتیں کونے پر انتظار کر رہی تھیں۔ مَیں نے پوچھا کہ کیا مَیں درست جگہ پر تھا۔ انہوں نے جواب نہ دیا۔ ایک سٹیشن وَیگن آئی، عورتوں نے ٹیکسی روکنے والے انداز میں ہاتھ دیا اور سوار ہو گئیں۔ میں نے سوچا کیا یہ ٹرام تھی؟ یا بس؟ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، میرے لیے اس میں کوئی گنجائش نہ تھی۔

جب بس وہاں سے روانہ ہوئی تو مَیں نے فٹ پاتھ پر کچھ پتوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی۔ اردگرد نظر دوڑانے پر گلیاں خالی دکھائی دیں۔ کاریں، لوگ، پیارے پیارے چھوٹے کتے، کچھ بھی نہیں تھا۔ قبریت اربع اچانک خاموش ہو گیا تھا اور میں نے خود کو ایک ایسی صورت حال سے دوچار محسوس کیا جس سے ہر ممکن بچنا چاہتا تھا۔

مَیں تنہا تھا۔

سب سے پہلے تو خوف محسوس ہوا۔ مجھے لگا کہ جنگی زون کسی صحرا جیسی ہوتی ہے۔ آپ یہاں صرف اپنے بل بوتے پر زندہ نہیں رہ سکتے۔ لیکن اچانک خوف گھٹا تو اس کی جگہ ایک فرحت بخش طمانیت نے لے لی، جیسے بچپن میں ماں اپنے ہاتھ سے میری گردن سہلایا کرتی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ احساس اُس آدمی کی کہی ہوئی بات کا نتیجہ ہو: میں ابھی تک یہودی علاقے میں تھا۔ شاید اس کی وجہ ناصر کا یہ کہنا ہو کہ، اپنی دولت، شادی اور موت پر ہمارا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

یا یہ بھی ممکن ہے کہ ابرہام کے اردگرد اتنا وقت گزارنا، تنہائی میں راحت محسوس کرنا اس کی وجہ ہو۔ مجھے اپنی بار متزواہ کا خیال آیا۔ کیا میرے باپ کے ذہن میں اس وقت یہی بات تھی جب اس نے مجھے کہا ''نکل پڑو!''؟ غالباً نہیں۔ پھر بھی مَیں یہاں موجود تھا، اس کی اور اِس حرکت کا تحفظ

محسوس کرتے ہوئے۔

چند منٹ بعد ایک کھٹارا ٹویوٹا پک اَپ ٹرک آیا۔ ان عورتوں کی طرح مَیں نے بھی اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ ڈرائیور نے اشارے سے مجھے اندر آنے کا کہا۔ وہ ہاتھ سے بُنی سفید کِپاہ اور لمبی سرمئی داڑھی والا بوڑھا آدمی تھا۔ اس کی گاڑی میں ریڈیو، ایئر کنڈیشننگ نہیں تھی، اس کا ٹرک مٹی سے اٹا ہوا تھا۔ وہ متنازع پہاڑی کی جانب روانہ ہوا جہاں عمارات بم کے دھماکوں سے بدحال تھیں اور ہر چند سو گز کے بعد چوکیاں آتی تھیں۔ میں باہر دیکھتا رہا، لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ مَیں نے بہت دور ایک بندوق چلنے کی آواز سنی۔ فلسطینی نوجوانوں کے ایک ٹولے نے ہمیں گھورا۔

آخر کار ہم پہاڑی کے دامن میں پہنچے۔ سامنے مقبرے کے دروازے پر فلیگ سٹون کا ایک پلازہ تھا جو تیوہار کے دنوں میں دس ہزار لوگوں کو اپنے اندر سمیٹ سکتا تھا۔ مَیں نے آدمی کا شکریہ ادا کیا اور کار سے باہر نکلا۔ وہاں ''حبرون میں خوش آمدید'' کا بورڈ لگا تھا، پلازا بالکل خالی تھا۔

مارچ 2000ء کی آخری اتوار کو پوپ جان پال دوم پاؤں گھسیٹتا ہوا پلازا سے مغربی دیوار کی طرف گیا تھا، وہاں اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے پتھروں کو چھوا اور یہودی زائرین کی روایت کے مطابق ایک درز میں خدا کے نام رقعہ پھنسایا۔ پوپ کی یہ زیارت یہودی ریاست میں کسی بھی مسیحی اسقف کا اولین دورہ تھی۔ اسے کئی روز تک بین المذاہب عبادت کے طور پر منایا گیا۔ بہت سے لوگوں نے دورے کو وحدانیت پرست مذاہب کے درمیان مکالمے کی تاریخ کا اعلیٰ ترین نقطہ قرار دیا۔ اس کی تحریری دعا کو بعد ازاں درز میں سے نکال کر یروشلم کے ہالوکاسٹ میوزیم Yad Vashem میں رکھا گیا۔ یہ دعا آج تک تحریک کا واضح ترین منشور ہے:

> اے ہمارے اجداد کے خدا، تو نے اپنا نام قوموں تک پہنچانے کے لیے ابرہام اور اس کی اولاد کو منتخب کیا۔ تو اُن لوگوں کے طرزِ عمل سے نہایت اداس ہوا جنہوں نے تاریخ کے دوران تیرے بچوں کو تکلیف دی۔ اور تجھ سے معافی طلب کرتے ہوئے ہم اہلِ میثاق کے ساتھ حقیقی بھائی چارے کا عزم کرتے ہیں۔

اپنے عقائد پر سمجھوتہ کیے بغیر اور قتل و غارت کے بغیر وحدانیت پرست مذاہب کی یگانگت کا

تصورِ تاریخ میں بہت مبہم نقوش رکھتا ہے۔ پندرہویں صدی میں کیوسا کے کارڈینل نکولس نے اس پر بحث کی اور سولہویں صدی میں ٹرینٹ کی کلیسیائی مجلس نے اس کا سرسری ذکر کیا۔ لیکن حقیقی معنوں میں پرشوق ہمہ گیر کلیسیائی (Ecumenical) کوشش انیسویں صدی کے اواخر سے پہلے شروع نہ ہوسکی۔

لفظ ecumene کا مطلب فرانسیسی زبان میں ''کرۂ ارض کے تمام باشندے'' بنتا ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں یہ عالمگیر کے مفہوم میں استعمال ہوا۔ بعدازاں کیتھولک کلیسیا نے ساری دنیا کی نمائندگی کا دعویدار بننے کے لیے اسے اختیار کرلیا۔ 1800ء کی دہائی کے اواخر میں پروٹسٹنٹس نے اس لفظ سے کام لیا تاکہ خود کو ساری مسیحی دنیا کا نمائندہ ثابت کرسکیں۔ آج Ecumenical کا مطلب ''حلقۂ اسقفی سے بالاتر'' اور ''کسی خاص مذہب سے ماورا'' لیا جاتا ہے۔

چارلس بونی نامی وکیل نے 1893ء میں شکاگو میں کرسٹوفر کولمبس کے سفرِ امریکہ کی 400ویں سالگرہ کے لیے عالمی میلے میں تمام مذاہب کے اراکین کو مدعو کرنے کی تجویز دی تھی۔ مذاہبِ عالم کی پارلیمنٹ کو بین المذاہب تحریک کا آغاز مانا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایڈنبرگ میں دنیا کی پہلی ورلڈ مشنری کانفرنس (1910ء)، عقائد کی پہلی عالمی کانگریس (1933ء) اور پھر دوسری عالمی جنگ کے بعد جنیوا میں کلیساؤں کی پہلی عالمی مجلس (1948ء) منعقد ہوئی۔

عموماً ان تحریکوں کے پیچھے پروٹسٹنٹس کا ہاتھ تھا جو عیسائیت کے نفاق زدہ دھڑوں کو متحد کرنا چاہتے تھے۔ بطور بونس انہیں امید تھی کہ عیسائیوں اور دیگر عقائد...... بشمول بودھی، ہندو، وغیرہ ...... کے پیروکاروں کو بھی 1933ء کی عالمی کانگریس میں متحد کرسکیں گے۔ اس تحریک کو ''عالمگیر نیک زندگی کی روحانی یگانگت'' کا نام دیا گیا۔ اس قسم کے بے جان نعرے ہمیشہ ہی تحریک کو متاثر کرتے رہے۔

کیتھولک کلیسیا نے شروع میں تو تحریک کو ''پین کرسچینز'' قرار دے کر مسترد کیا جو خدا کی غلط تفہیم پیدا کررہی تھی۔ لیکن ہالوکاسٹ (مذہبی تادیب) نے خوش حال اور زیادہ تکثیریت پسند امریکی کیتھولکس کے بڑھتے ہوئے اثر کے ساتھ مل کر جبری تبدیلی پیدا کی۔ 1962ء میں دوسری ویٹیکن کونسل میں کلیسیا نے عیسائیوں کے درمیان اتحاد بحال کرنے کی خاطر اپنا ''عالمگیر فرمان''

Marfat.com

جاری کیا۔ نئے فرمان میں بھی یہودیوں کو خدا کے ''عزیز ترین'' لوگوں کے طور پر سراہا گیا کیونکہ انہیں میثاق پہلے موصول ہوا تھا۔ اس میں مسلمانوں کی تعریف کی گئی کہ وہ ''دینِ ابراہیمؑ سے وابستگی رکھتے اور ہمارے ساتھ مل کر واحد رحیم خدا کی حمد کرتے'' ہیں۔

وَیٹیکن II نے نہ صرف بین المذاہب مکالمے بلکہ دینیات کے ایک مکمل تجزیہ نو کو بھی مہمیز دلائی اور ماضی کا پرغضب نظریۂ تخصیص ترک ہوا۔ جیسا کہ جارجیا کی کولمبیا یونیورسٹی کے عظیم مسیحی ماہر الٰہیات والٹر بروجمان نے مقابل روایات اور بالخصوص حریف ابراہاموں کے مسئلے پر میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہا، ''یہ چیز عیسائیوں کے لیے عین جائز ہے کہ ان سب روایات کو مسیح سے ملائیں۔ یہودیوں کے لیے ان روایات کو اپنے ساتھ منسوب کرنا بالکل جائز ہے، اور یہی صورت حال مسلمانوں کی ہے۔ عیسائیوں یا کسی کے لیے بھی یہ خیال جائز نہیں کہ صرف ان کی سمت درست ہے۔ تحکمانہ عیسائیت کی خطا اس طرح عمل کرنا ہے کہ جیسے روایت کو ہمارے دیے ہوئے پیچ وبل روایات کو توڑنے موڑنے کا واحد طریقہ ہیں۔''

بروجمان نے کہا کہ اصل کنجی یہ تسلیم کرنا ہے کہ ہر مذہب ایک تفسیری کاوش ہے۔ ''مجھے اس کی خاطر مرنے مارنے کی ضرورت نہیں، اور میں غور کر سکتا ہوں کہ کسی اور نے اِس پر کیسے توجہ دی اور اس کی کیا وجوہ تھیں۔ مجھے دو زبانیں اتنی اچھی آنی چاہئیں کہ یہ دیکھ سکوں کہ روایت پر ہماری دست برد روایت کی واحد جائز ضبطگی نہیں ہے۔''

یقیناً سبھی نے ان مقاصد کا استقبال نہ کیا۔ کچھ یہودیوں کو پریشانی ہوئی کہ بین المذاہب شادی اور عمومی میل جول کی طرح بین المذاہب تحریک بھی محض ان کے قلیل التعداد مذہب کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش ہے۔ کچھ عیسائیوں کو تشویش ہوئی کہ دیگر مذاہب میں سچائی کو تسلیم کرنے سے خدا اور یسوع کے درمیان بے مثال تعلق بے وقعت ثابت ہو سکتا ہے۔ کچھ مسلمان متفکر ہوئے کہ سابقہ پیغمبروں کے پیروکاروں کے ساتھ بہت قریبی تعلق حضرت محمدؐ کی نمایاں حیثیت کو قابل سوال نہ بنا دے۔

بروجمان اور دیگر کا اندازہ ہے کہ مذاہب کے درمیان روحانی مساوات کے اصول سے اتفاق کرنے والے اہل ایمان کا مجموعی تناسب غالباً یہودیوں میں دو تہائی، عیسائیوں میں نصف

Marfat.com

اور مسلمانوں میں ایک تہائی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ریورینڈ ڈاکٹر ووڈ نے نشاندہی کی، اپنی خصوصی فتح مندی کے شعلے ابھی پوری طرح بجھے نہیں؛ ''آج یہ رجحان عیسائیت کی نسبت اسلام میں اور یہودیت کی نسبت عیسائیت میں زیادہ نمایاں ہیں۔'' ربی روزن تو اور بھی زیادہ مایوس تھا۔ اس نے لبرل جمہوریت کو قبول کرنے میں مسلم دنیا کے تذبذب کا حوالہ دیتے ہوئے کہا، ''مجھے ڈر ہے کہ اسلام ہم سے کوئی دو صدیاں پیچھے ہے۔''

جیسا کہ کویت کے رہنے والے شیخ عبدالرؤف (جو نیویارک میں مسجد کا امام ہے) نے کہا کہ بیش تر مسلمانوں کو ابھی معاشی خوشحالی یا سمجھ دار بننے کے لیے کافی تعلیم کا تجربہ کرنا ہے۔ بقائے باہمی کے نظریات کو سمجھنا ابھی دور کی بات ہے۔ ''جس طرح امریکی کیتھولکس نے ویٹیکن دوم کو متشکل کیا اور امریکی یہودیوں نے عالمی یہودیت کو اصلاحی تحریک جیسے جدید نظریات سے متاثر کیا، اسی طرح امریکی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسلام کی نئی تعریف کر کے کلیسیا اور ریاست کی علیحدگی اور انسانی حقوق کو جگہ دیں۔ اسلام کا مستقبل مغرب میں ہے، اہل ایمان مسلمانوں کی خوش حال برادری میں جوز وردار اور روشن خیال آواز رکھتے ہیں۔''

اہل ایمان کے درمیان اختلافات اور سنگین رقابت کی میراث کے باعث بین المذاہب مذاکرات کے حامیوں نے ایک مشترکہ زبان تلاش کرنے کے لیے جدوجہد کی ہے۔ کچھ ایک نے اختلافات کو نظر انداز کر کے مشترکہ اعلیٰ نظریات کے منشور تیار کیے۔ اکثر اس کوشش کے نتیجے میں پڑوسیوں سے محبت، لوگوں کو ہلاک نہ کرنے اور عالمگیر نیک زندگی میں روحانی یکجائی'' کی خاطر جستجو کے غیر جذباتی نعرے لگائے گئے۔ جیسا کہ ہارورڈ کے جان لیونسن نے مجھے بتایا، اس بین المذاہب مکالمے کا 90 فیصد حصہ فضول ہے۔

اس سلسلے میں لیونسن اور باقی ہر شخص سے بھی گفتگو کرنے پر انہوں نے ایک مختلف قسم کی بات چیت کی حمایت کی جس میں اختلافات کو دبانے کی بجائے اجاگر کیا جائے۔ خدا تک پہنچنے کے راستوں میں تنوع کو نظر انداز کرنے کی بجائے زور دینا چاہیے کہ دیگر راستوں کا تصور قابل قبول ہے۔ ربی روزن نے کہا، ''ہمیں اختلافات کو قائم رکھنا اور ان کا احترام کرنا سیکھنا چاہیے۔ ہر مذہب خدا کی جانب اپنا مخصوص نقطۂ نظر رکھتا ہے۔ لیکن ہم اپنی مشترکہ روایات کی ایک عالمگیر

Marfat.com

جہت بھی رکھتے ہیں اور ہمیں اس پر بھی زور دینا ہوگا۔ میرے خیال میں یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔''

اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بین المذاہب مکالمے کے راہنماؤں نے محسوس کیا ہے کہ صرف اعلامیوں اور نعروں کے علاوہ بھی کچھ درکار ہے۔ انہیں ایک مشترکہ ماخذ چاہیے۔ انہیں ایک ایسی بنیاد کی ضرورت ہے جسے تینوں روایات مساوی تعظیم دیتی ہوں، جو خدا پر وحدانیت پرست ایمان اور انسانیت کی جانب راست بازرویے کی تجسیم ہو، اور جو خود مذاہب سے پہلے کا موجود ہو۔

میں مقبرے کے مدخل کی جانب جانے کے لیے زینہ طے کرنے لگا۔ وہ تین منزلہ پرجلال عمارت ایک قلعے جیسا تاثر رکھتی ہے۔ اسے ہیرود نے تعمیر کروایا جس نے ہیکل ثانی بھی بنوایا تھا۔ عمارت میں ریفریجریٹر کے سائز کے پتھر لگے ہیں، دونوں جانب دو مینار اور ساری چھت کے ارد گرد کنگورے بنے ہیں۔ گہرے رنگ کے کوٹ میں ملبوس ایک اداس پجاری دیوار کے سائے میں کھڑا ہے، جبکہ ایک گدھا اس کے پیچھے چہل قدمی کر رہا ہے۔

دروازے پر درجن بھر اسرائیلی سپاہی چار میٹل ڈیٹکٹرز کے پیچھے کھڑے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ مجھے اپنا سامان مقبرے کے اندر لے کر جانے کی اجازت نہیں اور اسے نیچے سڑک پر (جہاں میں ٹرک سے اترا تھا) بنے وزیٹرز سنٹر میں چھوڑنا ہوگا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میرا اکیلا جانے خطرناک ہوگا۔ چنانچہ چار رائفل بردار آدمی مجھے نیچے لے گئے، میرے سامان رکھنے کا انتظار کیا اور اپنی نگرانی میں واپس لائے۔ میں نے کہا،'' کافی خاموش دن ہے۔''

''چلتے جاؤ،'' کمانڈر بولا۔

سکیورٹی کے مزید تین مراحل، ایک جامہ تلاشی اور مختصر سی پوچھ گچھ کے بعد آخر کار میں نے دروازے کے اندر قدم رکھا۔ عربی میں اسے الحرم الابراہیم اور عبرانی میں مکفیلہ (Machpelah، جوڑے، کیونکہ یہاں شوہر اور ان کی بیویاں دفن ہیں) کہتے ہیں۔ یہ مقام بین المذاہب تعلقات کی تاریخ کا سہ جہتی نمونہ ہے۔ اصل مقبرہ یہودیوں نے بنایا؛ بازنطینی عیسائیوں نے اسے دوبارہ

Marfat.com

بطور گرجا گھر تعمیر کیا؛ قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں نے اسے مسجد کی صورت دی۔

اگرچہ مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں یہودیوں کو اندر داخل ہونے سے روکا، لیکن انہیں بیرونی حصے میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔ 1967ء میں یہودیوں نے یہاں قبضہ کرنے پر اسرائیلی دائیں بازو کی خواہشات کے برعکس مسلم مذہبی ٹرسٹ کو عمارت کا زیادہ تر کنٹرول اپنے پاس رکھنے کی اجازت دی۔ تقریباً تین عشروں تک مسلمان اور یہودی ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو عبادت کرتے رہے۔ یہ دنیا میں واحد ایسی جگہ ہے جہاں ایسا ہوا۔ مقبرے کے اندر ریڈیکل یہودی ڈاکٹر بروچ گولڈسٹائن کے ہاتھوں 94ء میں انتیس مسلمانوں کے قتل کے بعد عمارت کو تقسیم کر دیا گیا۔ نصف مسلمانوں اور نصف یہودیوں کے پاس ہے۔ ہر ایک برادری کو سال میں تقریباً بارہ دن کے لیے ساری عمارت تک بلا روک ٹوک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ کوئی بھی اس حل سے پوری طرح مطمئن نہیں، لیکن حقیقت میں نتیجتاً مقبرہ بقائے باہمی کا ایک عملی نمونہ بن گیا ہے ......غیر منظم مگر کارگر۔

ایک اعتبار سے حبرون نے ہمیشہ ہی گمشدہ کاملیت کے لیے تکلیف کی نمائندگی کی ہے۔ یہودی روایت کہتی ہے کہ مکفیلہ (Machpelah) باغ عدن کے مدخل کے اوپر واقع ہے۔ ایک روز ابرہام گمشدہ میمنے کو تلاش کرتے کرتے ایک غار تک پہنچے۔ انہوں نے اندر سے روشنی کی شعاع آتے دیکھی اور انہیں نہایت خوش گوار مہک بھی آئی۔ روشنی کا تعاقب کرتے ہوئے آپ کی ملاقات آدم اور حوا سے ہوئی اور آپ نے اس جگہ دفن ہونے کی خواہش کی۔ اپنی زندگی میں موجود تمام نفاق کے بعد ابرہام کرۂ ارض کے ابتدائی ترین مقام بہشت میں واپس جانا چاہتے تھے۔

اُس صبح بہشت بہت دور تھی۔ وہاں سے آتی ہوئی مہک منتشر ہو چکی تھی۔ عام طور پر عبادت گزاروں سے بھرے رہنے والے کمرے اور برآمدے خالی پڑے تھے۔ میں یہودیوں کے زیر انتظام حصے میں کھلے صحن سے گزر کر ابرہام اور سارہ کے مقابر کے درمیان چھوٹے سے کمرے میں گیا۔ اصل تدفینی غار فرش تلے چھپے ہوئے ہیں اور ان تک رسائی ممکن نہیں۔ ابرہام کا مزار چھوٹے سے مقبرے جیسا ہے۔ اسے گہرے سبز رنگ کے کپڑے سے ڈھکا گیا تھا اور پیتل کے دروازے مقفل تھے۔ چھت کے قریب عربی میں خطاطی کی گئی تھی۔

Marfat.com

ابرہام اور سارہ کے مزاروں کے درمیان کمرے کو ایک پھوہڑ سے کنیسہ کی صورت دی گئی تھی۔ وہاں ایک نقل پذیر، خستہ حال آرک، کتابوں کا ایک ڈھیر، ایک پلاسٹک ٹائم چارٹ اور ختنوں کے لیے ایک مسجع کرسی رکھی تھی۔ دیواروں پر ہلکا سبز اور نارنجی پینٹ کیا گیا تھا؛ چھت کے ساتھ ایک شمع دان لٹک رہا تھا۔ آدھے بلب آف تھے۔ گرد، خالی پن اور الٹی پڑی کرسیاں اجاڑ پن کا تاثر پیدا کر رہی تھیں۔

میں نے بائبل کی ایک جلد اٹھائی اور کتابِ پیدائش باب 23 کھولا۔ اسحٰق کی قربانی کے فوراً بعد سارہ 127 برس کی عمر میں مر گئی...... ''قریت اربع میں، جواب حبرون کہلاتا ہے۔'' ابرہام نے اس کا ماتم اور نوحہ کیا، پھر بنی حت (حتیوں) سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے کہا، ''میں تمہارے درمیان پردیسی اور غریب الوطن ہوں۔ تم اپنے ہاں گورستان کے لیے کوئی ملکیت مجھے دو تاکہ میں اپنے مردہ کو آنکھ کے سامنے سے ہٹا کر دفن کروں۔'' انہوں نے جواب دیا: ''اے خداوند ہماری سن۔ تو ہمارے درمیان زبردست سردار ہے۔ ہماری قبروں میں سے جو سب سے اچھی ہو اس میں تو اپنے مردہ کو دفن کر۔'' لیکن ابرہام نے یہ عنایت قبول نہ کی اور ایک غار خریدنے پر اصرار کیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب وہ اپنی اولاد سے وعدہ کردہ زمین کا قانونی طور پر مالک بنا۔ تب اس نے اپنی بیوی کو دفن کیا۔

خطے کے اعلیٰ ترین باپ کے طور پر ابرہام کا کردار اس کی زندگی کے متعلق بائبل کی ان آخری سطور میں جھلکتا ہے۔ اس نے بنی حت سے سارہ کی تدفین کے لیے غار خریدا (جہاں اسے بعد ازاں خود بھی دفن ہونا تھا)۔ بنی حت میسوپوٹامیائی (مسوپتامی) لوگ تھے جو ابرہام ہی طرح کنعان سے ہجرت کر کے آئے ہوں گے۔ ابرہام اور اس کے اہل خانہ متبادل میسوپوٹامیائی مٹی میں ابد کی نیند سوئے؛ وہ ارض موعودہ میں ہمیشہ اجنبی رہیں گے۔ نیز، سارہ کو دفن کرنے کے بعد اس نے قطورہ نامی ایک عورت سے شادی کی اور مزید چھ بچوں کا باپ بنا۔ قطورہ کا نام غالباً لفظ ketoret (لوبان) سے ماخوذ ہے اور یہ ابرہام کو اور بھی زیادہ گہرائی میں عربیہ کے ساتھ منسلک کرتا معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان کی اولادوں کے نام عربیہ کے دیگر مقامات سے منسوب تھے، جیسے مدان اور سبا۔

Marfat.com

انجام کار کتابِ پیدائش 25 کی آیت 7 میں ابرہام 175 برس کی عمر میں فوت ہوا۔ حضرت آدمؑ نے 930 سال، حضرت نوحؑ نے 950 سال اور حتیٰ کہ ابرہام کے باپ نے 205 سال عمر پائی۔ ابرہام کی عمر اُن سے کم ہونے کا امر دلالت کرتا ہے کہ وہ اسطوریاتی تصور کی اقلیم سے نکل کر زیادہ جانی پہچانی انسانی شبیہ بن رہا تھا۔ نیز، اِس زندگی میں تمام ڈراموں کے بعد ''اس نے دم چھوڑ دیا اور خوب بڑھاپے میں نہایت ضعیف اور پوری عمر کا ہو کر وفات پائی۔''

ابرہام کی وفات بھی امن کو بڑھاوا دیتی ہے۔ تدفین کے موقع پر دونوں ممتاز بیٹے، جو پیدائش کے دن سے ہی ایک دوسرے کے حریف تھے، کوئی ایک تہائی صدی کے بعد اکٹھے ہوئے۔ متن ان کی ملاقات کا ذکر بلا تبصرہ کرتا ہے۔ ''اس کے بیٹے اضحاق اور اسمٰعیل نے مکفیلہ کے غار میں ممرے کے سامنے حِتی صُحر کے بیٹے عفرون کے کھیت میں ہے اُسے دفن کیا۔''

لیکن اس موقعے کی قدر و قیمت کو گھٹایا نہیں جا سکتا۔ ابرہام نے فوت ہونے پر بھی وہ کر دکھایا جو زندگی میں نہ کر سکا تھا: اپنے دونوں بیٹوں کے درمیان ایک مفاہمت، ایک پر امن، مل جل کر رہنے کا امکان جس میں وہ حریف، مخالف، جنگجو، دشمن، بچے، یہودی، عیسائی یا مسلمان نہیں تھے۔ وہ بھائی ہیں، وہ نوحہ خواں ہیں۔

ایک مفہوم میں وہ ہم جیسے ہیں: اپنے مشترکہ باپ کی موت پر ہمیشہ سے اشک بار، اپنی کڑوی یادوں سے الجھتے ہوئے، ہماری بچگانہ توقعات میں ہنستے، مسکراتے، بسورتے ہوئے، خوابوں سے لبریز، ہمارے یتیم مستقبل کے متعلق سوچتے اور ان جوابات کا مطالبہ کرتے ہوئے جو ہم سب سننا چاہتے ہیں: اے باپ! تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ تو میرے لیے کیا میراث چھوڑ گیا تھا؟

اور اب میں کیا کروں؟

اپنے باپ کی موت پر ابرہام کے بچوں کی پکار ان کی پیدائش سے پہلے باپ کی پکار جیسی تھی:

''مدد!''

میں بائبل پڑھ رہا تھا کہ ایک درمیانی عمر کا آدمی چھوٹے سے عبادت خانے میں داخل ہوا۔ اس نے ایک ہلکے نیلے رنگ کی ڈریس شرٹ، تھیلا نما ٹراؤزرز اور سفیدی مائل بالوں پر کپاہ پہن رکھی تھی۔ اس نے آستینیں چڑھائیں اور ٹیفلن (tefillin، چمڑے کا چھوٹا سا ڈبہ جس میں دعاؤں

Marfat.com

کی کتاب رکھی جاتی ہیں) اپنے بائیں بازو پر لپیٹا۔ اُس نے رکپاہ کو پیچھے سرکایا اور ایسا ہی ایک ڈبہ اپنی پیشانی پر باندھ لیا۔ تب اس نے ایک چھوٹی سی کتاب نکالی اور ایک دعا پڑھنے لگا۔ وہ اِس دوران کئی مرتبہ جھکا اور لگتا تھا جیسے مَیں اس کے لیے موجود ہی نہیں تھا۔ وہ بڑبڑاتا رہا اور کسی مخصوص سطر پر اس کی آواز بھرا بھی گئی۔

''مَیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہر مرتبہ عبادت کرنے پر خود کو ابرہام کے قریب محسوس کرتا ہوں،'' ڈینیئل رگنز برگ نے عبادت ختم کرنے کے بعد کہا۔ وہ ایک امریکی تھا جو حبرون میں مقبرے سے کچھ ہی دور چند سو افراد پر مشتمل ایک یہودی بستی میں رہنے لگا تھا۔ ''لیکن کبھی کبھی واقعی ایسا محسوس ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے چھوٹے بیٹے کے ختنے اس کمرے میں کیے تھے، وہ ایک خصوصی دن تھا۔''

مَیں نے پوچھا کہ وہ حالات سے کیسے نمٹ رہا تھا: ''کیا آپ خوفزدہ ہیں؟''

اُس نے تھکن آلود آواز میں جواب دیا: ''یہ خوف کا معاملہ نہیں ہے۔ اگر آپ خوفزدہ ہوں تو یہاں رہنا محال ہو جائے۔ ہاں مجھے زیادہ تشویش رہتی ہے۔ ہاں میں زیادہ خبردار رہتا ہوں، زیادہ احتیاطی تدابیر کرتا ہوں۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ آپ اِن سب باتوں کو خوف پر محمول کر سکتے ہیں۔ اگر وہ وہاں باہر فائرنگ کر رہے ہوں تو آپ باہر نہیں جاتے اور کہتے ہیں، 'ٹھیک ہے، یہ رہا مَیں'۔

''میرے اپارٹمنٹ میں ریت کی بوریاں رکھی ہیں،'' اس نے بات جاری رکھی۔ ''کیونکہ میری 99 فیصد کھڑکیاں اس پہاڑی کی طرف ہیں جہاں سے وہ ہم پر گولیاں برساتے ہیں۔ اِسی لیے ہمارے گھر میں کوئی لائٹ نہیں جلتی۔ جب مَیں ریت کی بوریاں پہلی مرتبہ لے کر آیا تو مجھے بتایا گیا کہ انہیں کھڑکی کے برابر اونچا کر دوں۔ مَیں نے ایک چھوٹا سا سوراخ چھوڑ دیا تاکہ کمرے میں کچھ روشنی آتی رہے۔ ایک دہشت گرد کو وہ سوراخ نظر آ گیا اور اس نے کچھ گولیاں فائر کر کے میرے دو بچوں کو تقریباً مار ہی ڈالا تھا۔''

اُس نے مجھ سے پوچھا کہ مَیں جنگ کے دِنوں میں سفر کر کے حبرون کیوں آیا ہوں۔ تب ہم ابرہام پر گفتگو کرنے لگے۔ ایک موقعہ پر ہم نے بائبل کا وہ صفحہ کھولا جہاں اضحٰق اور اسمٰعیل اپنے والد کو دفن کرتے ہیں۔ ''کیا یہ امید کا لمحہ ہے؟'' مَیں نے پوچھا۔

''کیا آپ پوچھ رہے ہیں کہ یہودی اور مسلمان مل کر رہ سکتے ہیں یا نہیں؟'' اس نے کہا۔

Marfat.com

''ہم رہتے آئے ہیں۔ یہودی اور مسلمان ریاست اسرائیل بننے سے قبل سینکڑوں سال تک حبرون میں اکٹھے آباد رہے ہے۔اس سرزمین میں زندگی گزارنے کا واحد طریقہ کشادہ دلی ہے تاکہ دوسرے بھی آپ کے ساتھ رہ سکیں۔''

''تو کیا مذاہب کے درمیان بات چیت ہو سکتی ہے؟''

''یقیناً ہو سکتی ہے۔نجی سطح پر کسی بھی مذہب یا سیاسی نظریے کے دو افراد اکٹھے بیٹھ کر مہذب گفتگو کر سکتے اور حتیٰ کہ مہذب نتائج پر پہنچ سکتے ہیں۔لیکن قومی سطح پر.....؟ کبھی نہیں ہوا۔سب سے پہلا سوال شریک لوگوں کی ایمان داری کا ہوتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کے دوسرے کے دل میں کیا ہے۔اگر آپ ہمارے تعلقات پر نظر ڈالیں مجھے کبھی یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ملی۔تو کیا آپس میں مکالمہ ممکن ہے؟ ضرور، لیکن مجھے تسلیم تو کریں۔کوئی ایسی بات کہیں کہ آپ مخلص ثابت ہوں۔ پھر کچھ دیر تک اپنے اخلاص کو قائم رکھیں۔عربوں نے یہ کام کبھی نہیں کیا۔اسلام کی ساری تاریخ کا مطالعہ کریں، انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔''

مجھے اپنی گفتگو بالکل اسی طرح بوجھل ہوتی محسوس ہوئی جیسے چند روز قبل مشرقی یروشلم میں امام کے ساتھ ہوئی تھی۔ مَیں خطے میں متعدد بار اس احساس سے دوچار ہوا۔ یہ باہمی میل جول کی جگہ مخاصمت کا احساس تھا۔لیکن اس مرتبہ مجھے ایک مختلف چیز بھی محسوس ہوئی۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے تسلیم و رضا کی ضرورت نہیں تھی۔ اپنی نئی معلومات سے مجھے پتا چلا کہ ہر مذہب ایک جیسا متعصّبانہ رنگ لیے ہوئے تھا۔اور میرا یہ یقین پختہ ہو گیا کہ اس قسم کی کٹڑیت واحد راستہ نہیں ہونی چاہیے تھی۔

''تو کیا آپ کے خیال میں ابرہام بات چیت کے لیے ایک اچھا وسیلہ ہے؟'' مَیں نے پوچھا۔

''اگر آپ بائبلی کہانی کی بنیاد پر یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اکٹھے رہ سکتے ہیں یا نہیں تو میرے خیال میں بائبل واضح طور پر ہمیں دو مختلف لوگوں کی شخصیات دکھاتی ہے۔ایک پرانی کہاوت ہے:'جو کچھ باپ داداؤں کے ساتھ ہوا، بیٹوں کے ساتھ بھی وہی ہوگا۔' یہ کافی حد تک درست ہے۔مسلمان اسمٰعیل کی طرح جارحیت پسند ہیں اور یہودی اسحٰق کی طرح مجہول جس نے کسی بحث کے بغیر ذبح ہونے پر آمادگی ظاہر کی۔اسی لیے وہ ہمیں قتل کر رہے ہیں، کیونکہ ہم جواب

Marfat.com

نہیں دیتے۔‘‘

مَیں ایک اور سوال پوچھتے پوچھتے رہ گیا۔ اس نے گہری سانس لی، دعائیہ کتابچوں کو ٹیفلن میں واپس رکھا، مجھے الوداع کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں پھر اکیلا تھا۔ مَیں غصے میں، خوف زدہ یا اداس بھی نہیں تھا۔ مَیں ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا تھا جہاں مَیں ابرہام کی قبر کے پہلو میں مطمئن کھڑا تھا۔ مجھے عقیدہ پرستی تعصب، تخصیصیت، مجہولیت کے آگے جھکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے متنفر، مایوس، ریڈیکل لوگوں سے اختلاف کی ضرورت نہیں تھی۔ مَیں اپنے طور پر عبادت کرسکتا تھا، اپنے تضادات کے ساتھ، اپنے مسلک اور اپنی بے اطمینانی کے ساتھ، اپنے خوابوں کے ساتھ۔ ابرہام میرا بھی جدامجد تھا۔

شور سنائی دینے پر مَیں نے باہر صحن میں جھانکا۔ کالے سوٹ اور سفید قمیضوں میں ملبوس دو طالب علم ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے دائرے ناچ رہے تھے۔ صبح کے بعد پہلی مرتبہ ہوا موسیقی سے بھر گئی۔ جنازے کا سا سماں پر امید ہو گیا۔ ابھی مَیں دیکھ رہا تھا کہ سرمئی دھبوں والا ایک سفید کبوتر اڑ کر میرے والے کمرے میں آ گیا۔ وہ سیدھا دیوار تک گیا، پھڑپھڑایا، پیتل کے دروازے سے ٹکرایا، پھر گھبرا کر اوپر چھت تک گیا اور لڑکوں کی ہی طرح دائرے میں گھومنے لگا۔ کمرے کی فضا اس کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے لبریز تھی۔ کبوتر ایک سٹپٹاہٹ کے عالم میں گھومتے گھومتے باہر نکلنے کی کوئی راہ ڈھونڈ رہا تھا۔

ڈینیئل رگنز برگ کے جانے کے بعد مَیں چند منٹ تک مقبرے میں ٹہلتا رہا، عبادت میں مصروف کچھ بوڑھوں کے پاس بیٹھا اور پھر چلا آیا۔ سپاہی ابھی تک گیٹ کے قریب بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے۔ رگنز برگ ان کے پاس تھا۔ اس نے مجھے قبریت اربع تک لفٹ دینے کی پیش کش کی۔ راستے میں ہماری کوئی بات چیت نہ ہوئی۔ وہ Disneyfied قصبے تک گیا، پھر پیلے پھاٹک کے راستے ناصر تک پہنچا جو اپنی کار میں بیٹھا کولا پی رہا تھا۔ ہم واپس یروشلم کی جانب روانہ ہو گئے۔ ناصر اور مَیں نے بھی راستے میں گفتگو نہ کی۔ اِس مرتبہ میں باہر نہیں دیکھ رہا تھا۔ مَیں نے گولیوں کے نشانات پر غور نہ کیا اور نہ ہی قریب سے گزرنے والی گاڑیوں کے کالے شیشوں کو

Marfat.com

گھورا۔ مَیں بس سامنے دیکھتا رہا۔ اِس مرتبہ مَیں تنہائی چاہتا تھا۔

11 ستمبر کی صبح کو میں نے اپنے اپارٹمنٹ کی سولھویں منزل سے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دوسرے ٹاور کو منہدم ہوتے دیکھا۔ مَیں اپنے پڑوسی کے اپارٹمنٹ میں گنگ کھڑا رہا، رو بھی نہ سکا۔ اُس دوپہر کو مَیں دریائے ہڈسن کے کنارے چہل قدمی کرتے ہوئے ایک طبی مرکز کے سامنے سے گزرا جو بالکل خالی پڑا تھا، کیونکہ لاشیں ابھی نہیں پہنچی تھیں۔ ہزاروں لوگ اسی انتظار میں تھے...... کچھ اکیلے، کچھ جوڑوں میں اور کچھ بچوں کے ساتھ۔ آسمان نارنجی، آگ جیسا اور ہوا صاف تھی۔ ابھی دھواں اور بو شہر میں نہیں پھیلی تھی جس نے ہمارے لیے سانس لینا دشوار کیا۔

بہت سے لوگوں کی طرح مَیں بھی کئی روز تک چپ رہا۔ اموات اور مرتے مرتے بچنے کی کہانیاں ٹیلی فونز کے ذریعے تیزی سے گردش کرتی رہیں۔ مرنے والے پیاروں کی مسکراتی ہوئی تصاویر شہر بھر میں کھمبوں پر نظر آنے لگیں، گلیوں میں شمعوں کی قطاریں لگ گئیں۔ اور بو ابھی تک معلق تھی۔

وقت گزرنے پر میرے اندر ٹھگے جانے کا احساس پیدا ہونے لگا، کہ جیسے میرے ساتھ سینہ زوری کی گئی ہو۔ تب ایک روز مَیں نے اس احساس کو شناخت کیا۔ مشرق وسطیٰ میں آپ ہر روز اس احساس سے دوچار ہوتے ہیں...... دہشت، فخر، دھرتی سے تعلق کا احساس۔ 11 ستمبر 2001ء وہ دن تھا جب مشرق وسطیٰ امریکہ میں آ گیا۔ چھوٹا سا زرخیز ہلال جس نے دنیا کے تین عظیم وحدانیت پرست مذاہب اور ان کے ذریعے مغربی تہذیب کو جنم دیا۔ اب اس نے دنیا کے پرلے کونے پر پریشانیوں سے پاک علاقے کو فتح کر لیا تھا۔

مشرق وسطیٰ کی طرح امریکہ بھی سیاست، مذہب اور جغرافیہ کے ملغوبے میں سے متشکل ہوا۔ بانیوں نے بائبلی زبان کی بازگشت پیش کرتے ہوئے ریاست ہائے متحدہ کو ''خدا کے ساتھ معاہدہ'' قرار دیا اور اعلان کیا کہ امریکہ ایک نئی ''ارض موعودہ'' بنے گا۔ امریکہ اپنی راک خود ہوگا۔ امریکیوں نے اپنی زیادہ تر تاریخ میں یقین رکھا ہے کہ ارضِ موعودہ میں ہونے کا مطلب باقی ساری دنیا سے الگ تھلگ کھڑے ہونا ہے۔ اب ہمیں اس کے برعکس حقیقت معلوم ہوئی تھی۔ مشرقِ وسطیٰ کی بدنظمی امریکہ تک پہنچ گئی ہے۔

حملے کے بعد امریکیوں نے پہلا سوال یہ کیا: وہ ہم سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟ لوگ اس فعل کے غیر منطقی پن پر گڑبڑائے ہوئے نظر آئے۔ یقیناً مشرقِ وسطیٰ میں سب سے بڑی روزمرہ حقیقت غیر منطقی پن ہی ہے۔ نفرت معمول کا جذبہ، تعصبیت پل پل پیش آنے والا واقعہ ہے۔

تاہم، اس غیر منطقی پن کے ساتھ ایک غیر متوقع تحفہ بھی موصول ہوا۔ مشرقِ وسطیٰ خدا کا پالنا ہے۔ جب منطق، دولت یا باکس آفس کی رسیدوں کے ذریعے زندگی کا تعین نہ ہو تو اسے کسی غیر منطقی چیز کے ذریعے متعین کرنا پڑتا ہے۔ یہ غیر منطقی چیز روح ہے۔ 11 ستمبر کے بعد امریکہ میں لوگوں نے جذباتی پناہ گاہوں میں پسپائی اختیار کی: جھنڈا، خاندان، عقیدہ۔ بالغ آدمیوں نے قومی ٹیلی ویژن پر آنسو بہائے۔ غیر منطقی پن، خام جذبے، چیزوں کی وضاحت کرنے میں ناکامی کو اچانک رفعت حاصل ہوگئی۔

عام گفتگو میں کہا جانے لگا کہ یہ ردعمل کلاسیکی مفہوم میں ''امریکی'' تھا۔ شاید یہ بات درست ہو، لیکن امریکیت کا عمیق ترین پہلو ہماری جذباتیت، ہماری قبیلہ پرستی، ایک بلند تر نصب العین کا حامل ہونے پر یقین، اور سب سے بڑھ کر دھرتی اور خدا کے درمیان ایک قریبی تعلق ہونے کا احساس ہے۔ اپنے متعلق یہ چیز سمجھ لینے پر ہی ہم دنیا بھر میں اپنے دشمنوں کو درپیش صورت حال کا ادراک کر سکتے ہیں۔

آخرکار مجھے محسوس ہوا کہ اسی وجہ سے مَیں اِس سفر پر نکلا تھا۔ مجھے وحدانیت پرست مذاہب کے درمیان پائی جانے والی بداعتمادی کی عمق کو سمجھنے کی ضرورت تھی، اور مَیں جاننا چاہتا تھا کہ میری اپنی شناخت کے اساسی تعمیراتی بلاکس ...... جغرافیہ، خاندان، عقیدہ ...... کے ساتھ یہ کیسے مربوط ہے۔ مَیں اس لیے آیا تھا کیونکہ مجھے خود بھی نفرت محسوس ہوئی اور کیونکہ مجھے یہ جاننے کی ضرورت تھی کہ کیا اس احساس کی جڑیں مفاہمت کے امکانات بھی رکھتی تھیں۔ مَیں تنہائی چاہتا تھا، کیونکہ اپنی زندگی کے ہر اہم موڑ پر صرف گردوپیش سے الگ ہو کر ہی مَیں خود کو اور اپنے مسئلے کو بہتر انداز میں سمجھ سکا۔

میرے آنے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ مجھے ایک لنگر کی ضرورت تھی۔ میں خدا پر ایمان لانے، عقیدے کی خاطر قربانی کے لیے تیار رہنے اور اس یقین کا ضرورت مند تھا کہ امن کی کوئی نہ کوئی

Marfat.com

صورت ابھی موجود ہے۔ مجھے یہ جاننے کی ضرورت تھی کہ بے سکون رہتے ہوئے بھی امید سے بھرپور ہونے کا احساس ہماری ابتدائی ترین ہستیوں سے چلا آرہا تھا۔

مجھے ابرہام کی ضرورت تھی۔

اور مَیں نے اُسے پالیا..... کتابوں، مذہبی راہنماؤں یا غاروں میں نہیں۔ کسی خاص جگہ پر تو ہرگز نہیں۔ ایک اعتبار سے وہ مجھے ہر کہیں ملا۔ اِس سفر پہ نکلنے پر مجھے یقین تھا کہ ابرہام کسی پراسرار جگہ پر موجود تھا۔ عظیم ابرہامی امید کہیں الگ سے واقع تھی، قدامت کے عمیق ترین ریگ زاروں میں کسی جگہ کوئی نخلستان، اور بس ہمیں وہاں تک کا سفر ہی طے کرنا، اسے دنیا کے سامنے لانا تھا؛ تب اس کی اولادیں دائمی ہم آہنگی میں، الاؤ کے گرد کمبایہ (Kumbaya) رقص کرتے ہوئے زندگی گزاریں گی۔

مجھے پتا چلا کہ وہ نخلستان محض ایک واہمہ تھا۔

لیکن ابرہام واہمہ نہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ابرہام پانی جیسا ہے، نہ کہ وہ نخلستان جس کا مَیں متلاشی تھا۔ وہ وسیع وعریض، زیرزمین سرچشمہ ہے جو میسوپوٹامیا سے نیل، یروشلم سے مکہ، قندھار سے کنساس شہر تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ ایک ہمہ وقت موجود، ہر لحظہ بہتا ہوا دھارا ہے جو خدا کے ساتھ وصال کے لیے تمام لوگوں میں موجود بنیادی خواہش کا نمائندہ ہے۔ وہ ایک مقدس ماخذ سے پھوٹنے والی بنیادی تمنا کا طبعی اظہار ہے۔ وہ ہماری اِس حیاتیاتی ضرورت کی تجسیم ہے۔ ہم سب کسی شخص یا کسی چیز کا تحفظ محسوس کرنا چاہتے ہیں۔

ابرہامی نظریات کا یہ دائمی دھارا تب سے ہی دنیا کی سطح کے عین نیچے موجود ہے جب سے انسانوں نے خود کہانیاں بنانا شروع کیں۔ اور ہر ایک پشت نے خوشی اور بحران کے مواقع پر ایک ہی منبع سے کام لیا۔ ہر ایک پشت نے ابرہام کو اپنے لیے منتخب کیا۔

اور ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ ہم اُسی زیرسطح دریائے تشبیہات کو استعمال میں لا کر اپنے دور کے لیے ایک پیکر تیار کر سکتے ہیں۔ ہم ریگستانوں میں سے اپنے نجات دہندہ کو بلوا سکتے ہیں، اور ایسا کرتے ہوئے ہم خدا سے قریب تر ہو جائیں گے۔ ابرہام کی طرح ہم بھی اپنے آبائی مقامات ......اپنی راحتیں اور حتیٰ کہ مسخ شدہ روایات...... پیچھے چھوڑ کر کسی نامعلوم مقام کی جانب روانہ ہو

Marfat.com

سکتے ہیں جس کی سمتیں تو شاید صرف خدا کو معلوم ہوں لیکن جہاں خدا کی برکات سب کو ملنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

المختصر، ہم ابراہام نمبر دو سو اکیالیس تخلیق کر سکتے ہیں۔

اور ہمیں ایسا کرنا پڑے گا۔

تو ہمارے ابراہام کا چہرہ مہرہ کیسا ہونا چاہیے؟ مبتدیوں کی نظر میں تو اسے ہمارا جیسا لگنا چاہیے۔ اسے جدید دنیا کی مخلوق ہونا چاہیے جو ہماری اعداد پسند ذہنیت سے واقف ہو...... ہلاک کیے ہوئے لوگوں کی تعداد، 1948ء، 1967ء، K 56.6، 9-11۔ اسے ہمارے عہد کا طالب علم ہونا چاہیے جو جدید دور کے کسی نوجوان کی طرح بہت معلومات رکھتا ہو۔

لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ چار ہزار سال کی نمائندگی کرنے والی ورائے زماں اقدار کی تجسیم ہو۔ میری پسند کا ابراہام خدا سے ڈرنے والا لیکن خدا سے نہ ڈرنے والا بھی ہے۔ یہ ابراہام ایک جہاں گرد، سرحدی آدمی ہے جو اپنی مرضی کا خاندان تخلیق کرنے کی خاطر اپنے خاندان کی راحت کو چھوڑنے تیار ہو اور جو تسلیم کرے کہ وہ اکیلا یہ کام نہیں کر سکتا، بلکہ اسے مقصد حاصل کرنے کے لیے خدا کی ضرورت ہے۔ اور یہ ابراہام اپنی زندگی خدا کو سونپنے کے بعد خدا کو دعوت مبارزت دینے پر بھی تیار ہو تا کہ خدا بنی نوع انسان کو تحفظ دینے کے عہد کی تجدید کرے۔

میری پسند کا ابراہام انسانیت اور الوہی ذات کے درمیان ایک پل ہے جو ایمان کی عملی مثال ہے لیکن خدا کی رحمتیں بھی ہم تک پہنچاتا ہے۔ اور یہ ابراہام خدا کی برکت اس کے بچوں، اسمٰعیل اور اسحٰق کے ذریعے دیتا ہے، اور جس کے پاس اب بھی اتنی برکت بچ رہتی ہے کہ سارے خاندان اور پھر دوسری بیوی کے بچوں کو بھی نواز سکے۔ اور یہ ابراہام اس قدر سمجھدار ہے کہ اسے معلوم ہے کہ اس کی اولاد ہمیشہ ہی رقصِ مسرت میں محو نہیں رہے گی، وہ لڑیں گے، قتل کریں گے، جہاز عمارتوں سے ٹکرائیں گے، سکولوں میں بم دھماکے کریں گے اور عمومی طور پر خدا کی فیاضی ضائع کرنے کی کوشش کریں گے۔

لیکن یہ ابراہام یقین رکھتا ہے کہ اس کی اولاد اب بھی خدا کی متلاشی ہے۔ انہیں کسی زیادہ بڑی راحت کی ضرورت ہے، ان میں انسانیت کی کوئی رمق ہنوز باقی ہے، وہ اب بھی ایک ایسے لمحے کا

Marfat.com

خواب دیکھتے ہیں جب وہ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوں اور اپنے گمشدہ باپ اور اس کی میراثِ امن کے لیے عبادت کریں۔

میرا ابرہام یہودی، عیسائی یا مسلمان نہیں۔ وہ بے خطا، بے نقص بھی نہیں۔ لیکن وہ ہمارے پاس موجود بہترین وسیلہ ہے، ہم سب کا باپ۔

میرا ابرہام کوئی واحد ابرہام نہیں۔ وہ کوئی آخری ابرہام نہیں۔ بلکہ وہ آج کے دور کا ابرہام ہے۔

میں اُسے منتخب کرتا ہوں۔

Marfat.com

اُمیدِ ابراھیم

Marfat.com

Marfat.com

9

یگانگت

ابرہام کی جانب میرا سفر حبرون میں اس دوپہر کو ختم نہیں ہوا تھا۔ آنے والے مہینوں میں ابرہام کے مقبرے کی فضا میں معلق تباہی اور مفاہمت کی شبیہیں مجھے ستاتی رہیں۔ اور مَیں جہاں بھی گیا، مجھے مذاہب کے درمیان پرتشدد لڑائی کا کوئی نہ کوئی متبادل سننے کو ملا...... کوئی بھی متبادل۔ بلاشبہ ابرہام تینوں عقائد کے نقطۂ آغاز کے طور پر اپنے بے مثال کردار میں مددگار ہوسکتا تھا۔

بہت سے لوگوں کی طرح مجھے بھی پتا چلا تھا کہ دنیا بھر میں لوگوں نے پڑھنے، نظریات پر بات کرنے اور بھائی چارے و مطالعہ کا طاقت ور امتزاج بنانے کے لیے غیر رسمی گروپس تشکیل دے رکھے تھے۔ کیا مقدس کتب کا مطالعہ...... جو عموماً فرقہ پرستانہ سیاق و سباق میں ہی ہوتا ہے...... بین المذاہب سطح پر پھیلایا جاسکتا تھا؟

مجھے ایک بلکہ دو خیال سوجھے۔ پہلا یہ کہ ''ابرہام سمٹ'' کے نام سے وسیع پیمانے پر عوامی فورمز کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے جس میں دانشور، مذہبی راہنما اور عوامی حکام اکٹھے ہوں اور مذاہب کے درمیان تعلقات پر بحث کریں۔ دوسرا خیال بنیادی سطح پر چھوٹے گروپس قائم کرنے کا

Marfat.com

تھا جن میں مختلف مذاہب کے لوگ مل بیٹھ کر تینوں بڑے وحدانیت پرست مذاہب کے درمیان اشتراک اور نفاق کے معاملات پر بات چیت کریں۔

مَیں نے ان کاوشوں کو ''ابرہام سَیلونز'' کا نام دیا اور نکل کھڑا ہوا۔ کچھ پروفیشنلز کی مدد سے ان گفتگوؤں میں آسانی پیدا کرنے کا پروگرام تیار کیا۔ اس پروگرام میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل تھیں: بین المذاہب بحث کے سوالات؛ بائبل وقرآن کے اقتباسات؛ مذہبی ہم آہنگی پر کام کرنے والے دیگر گروپس کے نام؛ اور، گورمے (Gourmet) میں اپنے دوستوں کے تعاون سے کھانے پینے کی کچھ مخصوص اشیاء۔

اس پروگرام کو منظم کرنے کے دوران مَیں ایسے درجن بھر گروپس سے متعارف ہوا جو بین المذاہب گفتگو کے لیے ابرہام کو بطور سپرنگ بورڈ استعمال کر رہے تھے۔ پورٹ لینڈ، اوریگن میں ٹرینٹی اپسکوپل کیتھڈرل کے ''سنٹر فار سپرچوئل ڈویلپمنٹ'' نے ابرہام کے نام سے شہر بھر میں دو سالہ مطالعاتی پروگرام شروع کر رکھا تھا۔ پورٹ لینڈ، مین (Maine) میں چلڈرن آف ابرہام ڈاؤن ایسٹ کے زیر اہتمام تینوں مذاہب کے راہنماؤں نے گورنر کے ساتھ مل کر تشدد کی مذمت کی۔ نیویارک کی ہڈسن وادی میں ''Cahutauqua انسٹی ٹیوشن'' نے عوامی مطالعہ کا ایک تین سالہ ابرہامی پروگرام جاری کیا۔ لندن، انگلینڈ اور سکندریہ، مصر میں دیگر گروپس بھی اسی نوعیت کی کوششیں شروع کر رہے تھے۔

اِس رجحان کو قبول کرتے ہوئے ''ٹائم'' میگزین نے ستمبر 2002ء میں ابرہام کو سرورق پر جگہ دی۔ میگزین نے لکھا: ''یہودی، عیسائی اور مسلمان سبھی ابرہام کو اپنا باپ تسلیم کرتے ہیں۔'' کیا وہ ان کے درمیان امن بھی قائم کرسکتا ہے؟ بین المذاہب تعلقات اچانک مذہبی اور عوامی حلقوں میں بحث کا اولین موضوع بن گئے۔ اور ابرہام کو اپنی پیدائش کے چار ہزار سال بعد اچانک نئی شہرت ملی۔

ابرہام سیلونز پر بھی اس کا عمیق اثر پڑا۔ میرا اصل مقصد ملک بھر میں پچاس تا ایک سو سَیلونز کھولنا تھا۔ اگر سب کچھ ناکام بھی ہو جاتا تو مَیں نے اپنے دوستوں اور اہل خانہ کو بھرتی کرنے کا سوچ رکھا تھا۔ میرے پبلشر نے بھی ساتھ دیا اور پروگرام کے دو سو پچاس پیکٹ شائع کیے۔ دو ہفتے بعد ہم نے مزید دو سو اکیاون پیکٹ ارسال کیے۔ ٹیلی ویژن پر جب مَیں نے اس کاوش کا ذکر کیا تو

Marfat.com

مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر پروگرام کے لیے بارہ سو درخواستیں موصول ہوئیں۔ دنیا بھر میں بک سٹورز، گرجا گھروں، کنیساؤں، مساجد، کمیونٹی سنٹرز، لائبریریوں اور عام لوگوں نے اپنی ای میلز میں کہا: ''مَیں دنیا کو صحت مند بنانے کے عمل میں اپنا کردار ادا کرنا چاہتا/ چاہتی ہوں۔'' انجام کار ہمیں پیکٹس بھیجنے کا سلسلہ روکنا پڑا اور سارے میٹریل کو ویب سائٹ پر www.brucefeiler.com پر مہیا کر دیا۔ چھ ماہ کے اندر اندر پانچ ہزار سے زائد لوگ میٹریل کو ڈاؤن لوڈ کر چکے تھے اور ان کے درمیان گفتگو بھی شروع ہو چکی تھی۔ بڑھتی ہوئی مانگ کا رجحان جاری رہا۔

ان گفتگوؤں کی رپورٹس بھی نہایت مسحور کن تھیں۔ کچھ لوگوں کو مکالمہ شروع کرنے کے لیے اپنی آبادی میں تینوں مذاہب کے ارکان تلاش کرنے میں مشکل ہوئی۔ یقیناً اس کی وجہ مذاہب کا اپنے آپ کو الگ تھلگ کر لینا ہے۔ ہم نے لوگوں کو گفتگو شروع کرنے پر ابھارا، چاہے محفل میں کوئی بھی موجود ہو۔ واشنگٹن میں پہلے ابرہام سمٹ میں آٹھ سو لوگ آئے جن میں عرب دنیا کے سفارتی حلقے کے افراد بھی شامل تھے۔ اس شام مزید ایک درجن سیلون قائم ہوئے۔

ایک سال تک مجھے ہر روز ای میلز موصول ہوتی رہیں جن میں لوگوں نے اپنی زندگی کے تجربات بتائے...... کہ کیسے انہوں نے اپنے مشترکہ جدامجد کی جانب مراجعت کا امکان محسوس کیا تھا۔ لیکن اٹلانٹا میں ہونے والا ایک واقعہ سب سے زیادہ متاثر کن تھا۔ مَیں '' Faith and the City '' گروپ کے زیر اہتمام دن بھر طویل ابرہام سمٹ میں شرکت کرنے وہاں گیا تھا۔ گروپ نے مقامی مذہبی سکولوں کے سینکڑوں بچوں کو بذریعہ بس سمٹ میں لانے کا انتظام کیا۔ مسلم لڑکیوں نے دوپٹے لیے ہوئے تھے اور یہودی لڑکوں نے سر پر کپاہ رکھی تھی۔ مجھے گفتگو کرنا تھی۔ اس کے بعد ایک پینل بات آگے بڑھاتا اور پھر ہائی سکول کے طلبا مل بیٹھ کر ابرہام پر بات کرتے۔

چند روز پہلے پتا چلا تھا کہ ہمارا سمٹ مسلمانوں کے ماہِ صیام رمضان میں آرہا ہے۔ مسلم طلبا افطار سے پہلے کچھ بھی کھا پی نہیں سکتے تھے۔ جلد ہی اطلاع ملی کہ یہودی اور عیسائی طلبا بھی اپنے مسلم ساتھیوں کے احترام میں کچھ کھائیں پئیں گے نہیں۔ چنانچہ ہائی سکول کے دو سو طلبا نے لنچ کے وقت ابرہام پر بات چیت کی، البتہ لنچ نہ کیا گیا۔

یہ نظریات کے ذریعے دنیا میں تبدیلی واقع ہونے کی ایک مثال ہے۔

ان تجربات نے مجھے سکھایا کہ ہمیں اپنی ماؤں کی اس نصیحت پر کان دھرنا ہوں گے کہ کھلِ عام سیاست اور مذہب پر بحث نہیں کرنی چاہیے۔ انتہا پسند لوگ ہی کھلِ عام مذہب پر بحث کرتے اور نفرت کے شعلے برساتے ہیں۔ ہم میں سے جو لوگ باہمی احترام اور بقائے باہمی پر یقین رکھتے ہیں انہیں بھی اس گفتگو میں حصہ لینا ہوگا۔ وسیع پیمانے پر تباہی اور دہشت گردی کے اس دور میں خاموشی بھی ایک طرح کا تشدد ہے۔

آپ آرام سے بیٹھ کر بس یہ نہیں کہہ سکتے کہ: ''مجھے امید ہے کہ وہ کابل کا مسئلہ حل کر لیں گے'' یا ''میرے خیال میں وہ یروشلم کی سرحدوں کا تعین کر لیں گے۔''

اس گفتگو میں ابرہام/ابراہیم کی شخصیت کو سب سے نمایاں حیثیت حاصل رہی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ان کی میراث کے ساتھ نئی وابستگی کا جشن ہے۔ ابراہیمؑ شاید مفاہمت کا غیر کامل وسیلہ ہیں، لیکن ہمارے پاس اس سے بہتر کوئی اور وسیلہ موجود بھی نہیں: ابراہیمؑ تخمِ امید ہیں۔

Marfat.com

ضمیمہ ا

فرہنگ اصطلاحات

(بہ لحاظ حروف تہجی)

الطار (Altar)......قربان گاہ۔ وہ بلند جگہ جہاں مذہبی نذریں رکھی جاتی ہیں۔ گرجا گھروں میں ایک چپٹا پتھر یا لکڑی کی میز یا چبوترہ بھی الطار کہلاتا ہے جس پر مذہبی رسوم انجام پاتی ہیں۔ عیسائی لوگ مقدس روٹی اور شراب الطار پر رکھتے ہیں۔

آرک (Ark)...... یہودیت میں ایک مقدس مسکن۔ بائبل میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے۔ کتاب خروج کے باب 25 میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس صندوق میں عصائے ہارون رکھا گیا تھا۔ یہودیوں کے کنیسوں میں آج اس طاق کو آرک کہا جاتا ہے جس میں شریعت کے طومار رکھے جاتے ہیں۔

بار متزواہ (Bar Mitzvah)......یا بات متزواہ۔ یہودیت میں کسی ایسے بچے کو کہتے ہیں جو قانونی لحاظ سے بالغ ہو گیا ہو اور اس پر تمام شرعی احکامات کی پابندی کرنا فرض قرار پائے۔ بار متزواہ کی اصطلاح بیٹے کے لیے آرامی لفظ اور حکم کے لیے عبرانی لفظ کا مرکب ہے۔ لہٰذا اس کا

Marfat.com

لغوی مطلب ایسا نوجوان ہے جس پر احکام لاگو ہوتے ہوں۔ بات متزواہ لڑکی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قانونی بلوغت کے موقع پر انجام دی جانے والی رسم پر بھی یہ اصطلاحات لاگو ہوتی ہیں۔ روایتی یہودیت میں جب کوئی لڑکا تیرہ سال کا ہو جائے تو وہ برادری کی مذہبی زندگی میں بطور بالغ فرد حصہ لینا شروع کرتا ہے۔ لڑکی کے لیے بلوغت کی عمر بالعموم بارہ سال ہے۔ تیسری تا چھٹی صدی عیسوی کے تالمودی ادب میں بچوں کی بلوغت کے سن متعین کیے گئے ہیں، لیکن بار متزواہ کی رسم کی ادائیگی غالباً پندرہویں صدی عیسوی میں ہی شروع ہوئی۔ بات متزواہ کا تعلق انیسویں صدی سے ہے۔

پاس اوور یا پیساک (Passover or Pesach)...... یہودیوں کا ایک ہفت روزہ تیوہار جو مصر میں اسیری سے عبرانی لوگوں کے خروج کی یاد میں منایا جاتا ہے۔

پوڈیم (Podium)...... ایک چھوٹا سا بلند چبوترہ جسے آرکسٹرا کا کنڈکٹر یا کوئی مقرر استعمال کرتا ہے۔

ٹیفلن (Tefillin) ایک چھوٹا سا چمڑے کا ڈبہ جس میں عبادتی دعائیں ہوتی ہیں۔ راسخ العقیدہ یہودی مرد اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔

حنوکہ (Hannuka)...... یا چنوکہ۔ عبرانی زبان میں لفظی مطلب ''وابستگی'' یا ''بھگتی''۔ یہودیوں کا سالانہ تیوہار جو مسلسل آٹھ روز تک منایا جاتا ہے۔ اس کا آغاز یہودی کیلنڈر کے تیسرے مہینے Kislev کی 35 تاریخ سے ہوتا ہے جو گریگورین کیلنڈر کی 25 دسمبر بنتی ہے۔ حنوکہ کو روشنیوں کا تیوہار، بھگتی کا تیوہار اور مکابیئس کا تیوہار بھی کہا جاتا ہے۔ حنوکہ 165 قبل مسیح میں یروشلم کے معبد کو دوبارہ منسوب کرنے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ دوبارہ منسوب کرنا لازمی تھا کیونکہ شام کے بادشاہ اور فلسطین کے حاکم اینٹی اوکس چہارم نے معبد کی بے حرمتی کی تھی۔ 168 قبل مسیح میں (25 دسمبر کو) اینٹی اوکس نے معبد پاگان دیوتا زیئس اولمپیئس کے نام سے منسوب کر دیا اور یہودیت پر پابندی لگا دی تھی۔ تین سال بعد مکابیئس نے یروشلم پر دوبارہ قبضہ کیا اور اسے نئے سرے سے پاک کروایا۔ یہ تقریبات آٹھ روز تک جاری رہیں۔ حنوکہ تیوہار اسی کی یادگار ہے۔ یہ کہانی تالمود میں بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

راک (The Rock)...... دیکھیں "قبۃ الصخرہ۔"

ربی (Rabbi)...... عبرانی زبان میں "آقا" یا "استاد۔" شریعت میں مہارت رکھنے والے یہودی اساتذہ کو لقب۔ اس کا اطلاق سب سے پہلے یہودی ربی اور محرر شامائی اور یہودی ربی و استاد ہی لیل کے درمیان تنازعات کے بعد کیا گیا۔ یسوع مسیح کے دور میں یہ اصطلاح مستعمل تھی جس نے خود کو ربی بھی کہا۔ آج بھی یہودی علما کو ربی کہتے ہیں۔

روش ہشنہ (Rosh Hashnah)...... سالِ نو کا یہودوی تیوہار جو یہودی کیلنڈر کے تشری مہینے (بمطابق ستمبر یا اکتوبر) کی پہلی اور دوسری تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ روش ہشنہ کے ساتھ ہی استغفار کا عشرہ شروع ہوتا ہے جو یہودیوں کے مقدس ترین دن یوم کپر پر ختم ہو جاتا ہے۔

سبت (Sabbath)...... لفظی مطلب "مقدس دن۔" یہودیت اور عیسائیت میں آرام کا دن جو ہفتے کا ساتواں دن یعنی اتوار ہے۔ بائبل کی داستان تخلیق کے مطابق خدا نے چھ دن میں کائنات بنائی اور ساتویں دن آرام کیا۔

شوفار، شوفروتھ (Shofar)...... ایک آلۂ موسیقی جو قدیم عبرانیوں نے بارہ سنگھے یا مینڈھے کے سینگ سے تیار کیا۔ شوفار عموماً صرف دو سر پیدا کر سکتا ہے، لہٰذا ایک آلۂ موسیقی کے طور پر اس کا استعمال بہت محدود ہے۔ قدیم دور میں یہ مختلف مذہبی رسوم میں اشارہ دینے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ آج بھی یہودی روش ہشنہ اور یوم کپر کے موقعہ پر شوفار پھونکتے ہیں۔

عبادتی شال (Tallit)...... چار کونوں والی کناری دار سفید شال جس میں کالی، نیلی یا بنفشی لائنیں ہوتی ہیں۔ یہودی صبح کی عبادت کے وقت اسے سر اور شانوں پر اوڑھتے ہیں۔

قبۃ الصخرہ (Dome of the Rock)...... یروشلم میں گنبد یا قبہ دار مسلم زیارت گاہ جو حضرت سلیمانؑ کے ہیکل والی روایتی جگہ پر قائم ہے۔ بائبلی کہانی کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے یہاں اپنے بیٹے اسحاق کو قربان کیا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ مکہ اور مدینہ کے بعد سب سے زیادہ مقدس مقام ہے۔ روایت کے مطابق حضرت محمد ﷺ یہیں سے معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ قبۃ الصخرہ کو خلیفہ عبدالملک نے 691ء اور 692ء کے درمیان مکمل کروایا اور یہ آج بھی جوں کا توں ہے، البتہ چھت کئی مرتبہ نئی ڈالی گئی اور کچھ دیگر مرمتیں اور تبدیلیاں بھی ہوئیں۔ عمارت ہشت پہلو

Marfat.com

ہےاوراوپرایک بہت بڑا سنہری گنبد ہے۔

کِپاہ (Kippah)......ایک چھوٹی سی ٹوپی جو راسخ العقیدہ یہودی ہر وقت اپنے سر پہ رکھے رہتے ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں خدا ہر وقت اور ہر جگہ پر موجود ہے۔

کدوش (Kiddush)......عبرانی میں ''تقدیس۔'' یہودیت میں سبت، تیوہاروں اور روش ہشنہ کے موقعوں پر پڑھی جانے والی دعا جس میں مقدس دن کی تقدیس کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ دعا کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے: ''اے خداوند میں تیری تحمید کرتا ہوں جس نے سبت کو مقدس بنایا۔'' سبت یا مقدس دن کی رات کو خصوصی کھانے سے قبل گھرانے کا سربراہ وائن کے جام پر کدوش پڑھ کر پھونکتا ہے۔ کدوش کی تلاوت سے قبل کھانا کھانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ شام اور صبح کی عبادت کے اختتام پر کنیسہ میں بھی کدوش پڑھنے کی روایت ہے۔

کنیسہ، کنشت (Synagogue)......یونانی زبان میں ''مقامِ اجتماع۔'' یہودیت میں مل کر عبادت، مطالعہ اور اجلاس کرنے کے لیے ایک اجتماعی مکان؛ آبادی کا مرکزی ادارہ۔ وسطی اور مشرقی یورپی یہودی اپنے کنیساؤں کو شولز (یِدش میں ''سکول'') کہتے تھے۔

کوشر (Kosher)......لفظی مطلب ''موزوں'' یا ''جائز۔'' یہودی شریعت کے مطابق استعمال کے لیے جائز چیز۔ یہودی لوگ بالخصوص ان کھانوں یا اشیائے خورد ونوش کو کوشر کہتے ہیں جو بائبلی کتب ''احبار'' اور ''استثنا'' میں بیان کردہ قواعد خوراک کے مطابق ہوں۔ مثلاً بائبل کے مطابق: ''تو کسی گھناؤنی چیز کو مت کھانا۔ جن چوپایوں کو تم کھا سکتے ہو وہ یہ ہیں، یعنی گائے، بیل اور بھیڑ......'' چنانچہ سور کے گوشت کا غیر موزوں خیال کیا گیا۔

مکاشفہ (Apocalypse)......عہد نامۂ جدید کی آخری کتاب۔ یہ تمثیل سے بھرپور ہے اور اس کی نہایت مختلف تفاسیر پیش کی گئیں۔ مکاشفہ کا مصنف اپنا نام جان بتاتا ہے اور کلیسیائی روایت کے مطابق سینٹ جان ایوانجلسٹ اس کا مصنف تھا۔ تاہم، کچھ محققین نے سینٹ مارک (مرقس) یا جان اکبر کو اس کا مصنف قرار دیا۔ کتاب مکاشفہ انسانی معاملات میں خدا کی آخری مداخلت کے لیے کلیسیا کو تیار کرنے کی خاطر لکھی گئی۔ پہلی صدی عیسوی کے عیسائیوں کو یقین تھا کہ ایسا ہونے ہی والا ہے اور اس کے بعد دنیا کا ایک نیا دور شروع ہوگا جس میں مسیح اور کلیسیا کو فتح ملے گی۔ تاہم،

Marfat.com

دریں اثنا موجودہ دنیا کی برائیوں اور خوفناکیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ بدیہی طور پر اس کا مقصد اس عہد ابتلاء میں عیسائیوں کو ایک امید دلانا تھا۔

مینورا (Menorah)...... سات یا نو شاخوں والا ایک شمع دان جو یہودیت اور ریاست اسرائیل کی علامت ہے۔ حنوکہ تیوہار کے موقعہ پر استعمال ہونے والے شمع دان کی آٹھ شاخیں اور ایک فالتو شمع کے لیے جگہ ہوتی ہے۔

ہگاڈا (Haggadah)...... عبرانی میں لفظی مطلب ''بیانیہ۔'' یہودیوں کی ایک مقدس کتاب جو وہ عید فسح میں پڑھتے ہیں۔ یہودیوں کی مقدس کتاب کے ان حصوں کو بھی ہگاڈا کہتے ہیں جو قوانین کے علاوہ ہیں، بالخصوص ''واعظ'' اور ''امثال'' وغیرہ۔

ہلاکہ، حلاخہ (Halakkah)...... یہودیوں کے روایتی قوانین کا مجموعہ جو ان کی کتاب مقدس پر مستزاد ہیں، ان کی تشریح و تعبیر کرتے ہیں اور بیانیہ (ہگاڈا) کے برعکس تالمود کے آئینی پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔

یوم کپر (Yom Kippur)...... عبرانی میں ''یومِ استغفار۔'' یہودیوں کے ساتویں مقدس مہینے تشری (ستمبر یا اکتوبر کا نصف اول) کی دس تاریخ کو منعقد کیا جانے والا تیوہار۔ اس کا اختتام ''عشرۂ توبہ'' پر ہوتا ہے جو روش ہشنہ یا سال نو کے تیوہار کا آغاز ہے۔ روش ہشنہ اور یوم کپر کو مجموعی طور پر اعلیٰ ترین مقدس ایام کہا جاتا ہے۔ یوم کپر کے موقعہ پر یہودی اپنے گناہوں کا اعتراف اور توبہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

ضمیمہ ب

یہودوی اور مسیحی صحائف

یہودی یا مسیحی شرعی صحیفے کے ماخذ کی کوئی دوٹوک توضیح نہیں پیش کی جاسکتی۔ نیچے فہرست میں شامل یہودوی صحائف دوسری صدی عیسوی میں کینائز کیے (شریعت بنائے) گئے صحائف کی نمائندگی کرتے ہیں۔ تاہم، یونانی زبان میں صحیفے کا ایک متبادل متن بھی موجود تھا جسے ''سات'' یا Septuagint کا نام دیا گیا۔ اس میں شامل سات کتب اب رومن کیتھولک اور مشرقی آرتھوڈوکس کلیسیا کی شریعتوں میں ملتی ہیں۔ عام طور پر انہیں مجموعی طور پر Apocarypha (چھپائی گئی کتب) کے نام سے بھی جانا جاتا تھا۔ البتہ جدید بائبلی محققین نے انہیں Deuterocanonical کا نام دینا بہتر سمجھا۔

مغربی عیسائیوں کے لیے بائبل کو سولہویں صدی میں باقاعدہ کینائز کیا گیا جب بیش پروٹسٹنٹ کلیسیائی حلقوں نے نسبتاً مختصر یہودوی شریعت اپنائی۔ رومن کیتھولک ازم نے 1546ء میں ٹرینٹ کی مجلس میں ''سات'' کو اپنی بائبل کے لیے بطور بنیاد اختیار کیا۔ آرتھوڈوکس کلیساؤں نے یروشلم کی کلیسیائی مجلس (1672ء) میں رومن کیتھولک شریعت ہی قبول کر لی، مگر روسی آرتھوڈوکس کلیسیا بدستور مبہم رہا، اور کم از کم بیسویں صدی کے وسط تک وہ Deuterocanonical کتب کو اپنی شریعت سے خارج رکھا۔ ذیل میں ان تمام صحائف کی فہرست دی جارہی ہے اور اس

کے بعد عہد نامہ جدید کی کتب کے نام بھی دیے گئے ہیں:

یہودی اور عیسائی صحائف

یہودی صحیفہ	عہد نامہ عتیق	پروٹسٹنٹ کلیسیا	انگلش نام
شریعت			*The Law*
پیدائش	پیدائش	پیدائش	Genesis
خروج	خروج	خروج	Exodus
احبار	احبار	احبار	Leviticus
گنتی	گنتی	گنتی	Numbers
استثنا	استثنا	استثنا	Deuteronomy
پیغمبر			*The Prophets*
یشوع	یشوع	یشوع	Joshua
قضاۃ	قضاۃ	قضاۃ	Judges
	روت	روت	Ruth
1-سموئیل	1-سموئیل	1-سموئیل	1-Samuel
2-سموئیل	2-سموئیل	2-سموئیل	2-Samuel
1-سلاطین	1-سلاطین	1-سلاطین	1-Kings
2-سلاطین	2-سلاطین	2-سلاطین	2-Kings
	1-تواریخ	1-تواریخ	1-Chronicles
	2-تواریخ	2-تواریخ	2-Chronicles
	عزرا	عزرا	Ezra
	نحمیاہ	نحمیاہ	Nehemiah
	توبت		Tobit
	جودت		Judith

(جاری)

Marfat.com

	پروٹسٹنٹ کلیسیا	عہد نامہ عتیق	یہودی صحیفہ
Esther	آستر	آستر	
1-Maccabees		1-مکابیئس	
2-Maccabees.		2-مکابیئس	
Job	ایوب	ایوب	
Psalms	زبور	زبور	
Proverbs	امثال	امثال	
Ecclesiastes	واعظ	واعظ	
Wisdom		دانش	
Ecclesiasticus		دانشِ مسیح	
Song of Songs	غزل الغزلات	غزل الغزلات	
Isaiah	یسعیاہ	یسعیاہ	
Jeremiah	یرمیاہ	یرمیاہ	
Lamentations	نوحہ	نوحہ	
Baruch		بیروک	
Ezekiel	حزقی ایل	حزقی ایل	
Daniel	دانی ایل	دانی ایل	
Hosea	ہوسیع	ہوسیع	
Joel	یوایل	یوایل	
Amos	عاموس	عاموس	
Obadiah	عبدیاہ	عبدیاہ	
Jonah	یوناہ	یوناہ	
Micah	میکاہ	میکاہ	

(جاری)

یہودی صحیفہ	عہد نامۂ عتیق	پروٹسٹنٹ کلیسیا	
	ناحوم	ناحوم	Nahum
	حبقوق	حبقوق	Habakkuk
	صفنیاہ	صفنیاہ	Zephaniah
	حجی	حجی	Haggai
	زکریاہ	زکریاہ	Zechariah
	ملاکی	ملاکی	Malachi
تحریریں			*The Writings*
زبور			Psalms
امثال			Proverbs
ایوب			Job
غزل الغزلات			Song of Songs
روت			Ruth
نوحہ			Lamentations
واعظ			Ecclesiastes
آستر			Esther
دانی ایل			Daniel
عزرا			Ezra
نحمیاہ			Nehemiah
1-تواریخ			1-Chronicles
2-تواریخ			2-Chronicles

عھد نامۂ جدید کی کتب:

عیسائیوں کے عھد نامۂ جدید میں شامل کتب کے اردو اور انگریزی نام درج

Marfat.com

ذیل ھیں:

متی (Mathew)؛ مرقس (Mark)؛ لوقا (Luke)؛ یوحنا (John)؛ رسولوں کے اعمال (Acts)؛ رومیون (Romans)؛ 1- کرنتھیوں (1-Corinthians)؛ 2- کرنتھیوں (2-Corinthians)؛ گلتیوں (Galatians)؛ افسیوں (Ephesus)؛ فلپیوں (Philippians)؛ کلسیوں (Colossians)؛ 1- تھسلنیکیوں (1-Thessalonians)؛ 2- تھسلنیکیوں (2-Thessalonians)؛ 1- تیمتھیس (1-Timothy)؛ 2- تیمتھیس (2-Timothy)؛ ططس (Titus)؛ فلیمون (Philemon)؛ عبرانیوں (Hebrews)؛ یعقوب (James)؛ 1- پطرس (1-Peter)؛ 2- پطرس (2-Peter)؛ 1- یوحنا (1-John)؛ 2- یوحنا (2-John)؛ 3- یوحنا (3-John)؛ یہوداہ (Jude)؛ یوحنا عارف کا مکاشفہ (Revelation)۔

Marfat.com

یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے جدّ امجد کی سوانح' تاریخ اور عقائد کی روشنی میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام

بروس فیلر

ترجمہ: یاسر جواد